عشرۂ مجالس

حیاتِ عباس علمدار ؑ

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

تاریخی عشرہ مجالس

حیاتِ حضرتِ عباسؑ علمدار

......بمقام......

امام بارگاہِ جامعہ سبطین، گلشنِ اقبال، کراچی

۱۱ر تا ۲۰ر صفر / ۱۲ر تا ۲۱ر مارچ ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۰۰۶ء

......انیسِ خطابت......

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی
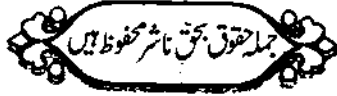
نام کتاب : حیاتِ حضرت عباسؑ علمدار (عشرۂ مجالس)

مقرر : علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

اشاعت : ۲۰۱۲ء

تعداد : ایک ہزار

کمپوزنگ : ایس۔ایم۔فرحان

قیمت : ۳۰۰ روپے

ناشر : محسنہ میموریل فاؤنڈیشن
فلیٹ نمبر 102، مصطفیٰ آرکیڈ،
سندھی مسلم کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی،
کراچی،فون:02134306686

website: www.allamazameerakhtar.com

---{ کتاب ملنے کا پتہ }---

MUSTAFA ARCADE Flat #102, Plot 119-A S.M.C.H.S, KARACHI PAKISTAN Ph# 02134306686	IMAM BARGAH DUA-E-ZEHRA 2 Lorne Road NN 1 3RN U.K. Ph# 07989344151	Community News & Views 11 Amesbury Court Robbinsville, N.J. 08691 U.S.A Ph# 0016093360015
H.NO.22-3-145, DarabJang Lane, Yakutpura, Hyderabad A.P. INDIA Ph# 00918099247402	6 Edwards Mews Islington London N1 1SG Ph# 00447958344614 00442072269057	Abbas Book Agency Rustam Nagar Dargah H. Abbas Lucknow-3 U.P. INDIA Ph# 00919369444864
Alamdar Book Depot Imam Bargah Shuhda-e-Karbal Ancholi Society Karachi Ph# 02136804345	Iftikhar Book Depot 43-Main Bazar Islampura, Lahore Ph# 042-37223686	Ahmed Book Depot Phatak Imam Bargah Shah-e-Karbala Rizvia Society Karachi

انتساب

سیّد اسد نقوی کے والدِ محترم

سیّد محمد شاہ ابنِ سیّد کرّار حسین نقوی

(قصبہ شکارپور)

کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

خطیبِ عالمِ اسلام علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی (پاکستان) کا

پہلی مجلس

حیاتِ عباسؑ کے موضوعات اور تحقیق

دوسری مجلس

ولادتِ ابوالفضل العباسؑ

﴿صفحہ نمبر ۶۸ تا ۸۵﴾

تیسری مجلس

حضرت اُمِّ البنینؑ کی شادی

.........صفحہ نمبر ۸۶ تا ۱۱۱.........

چوتھی مجلس

حیاتِ عباسؑ

صفحہ نمبر ۱۱۲ تا ۱۳۹

۱۴۔ اہلِ بیتؑ کے خلاف پروپیگنڈہ شیطان کا تسلسل ہے..........

۱۵۔ حضرتِ عباسؑ سے شمر کی کوئی رشتہ داری نہیں تھی، ایک روایت کی حقیقت کیا تھی؟..............................

۱۶۔ تہمتوں کے پیوند لگانا بنواُمیہ کا شیوہ ہے..................

۱۷۔ لفظوں کو تو لیئے، چہرہ نہ دیکھئے، ہیرے ڈھونڈھیئے.............

۱۹۔ حاضری چکھنے سے پہلے لعنت کس پر.....................

۲۰۔ کفر اور ایمان میں اتحاد ناممکن ہے.......................

۲۱۔ آج کے بچّے کل کے خطیب ہوں گے.....................

۲۲۔ تمام انبیاء ہنگامی حالات میں پیدا ہوئے.................

۲۳۔ آغازِ انبیاء پُرہول، انجام پُرسکون ہے.......................

۲۴۔ سب ائمہؑ کی ولادت پر جشن اِس لئے کہ انجام شہادت ہے......

۲۵۔ عباسؑ نے سب سے پہلے رُخِ انورِ حسینؑ کی زیارت کی........

۲۶۔ ''لوحِ محفوظ پر عباسؑ کا نام لکھا تھا'' قولِ رسولؐ..................

۲۷۔ عباسؑ کا نام اللہ نے رکھا تھا...............................

۲۸۔ سورۂ دہر میں حضرتِ عباسؑ کا ذکر........................

۲۹۔ یومِ قیامت ایسا ہوگا جیسا عباسؑ کا جلال..................

۳۰۔ بڑے اور توانا لفظ کی عربی میں پہچان کیا ہے؟...............

۳۱۔ سات کا عدد اور جنابِ عباسؑ...............................

۳۲۔ اوّلین و آخرین میں توحید کا خطبہ صرف عباسؑ نے دیا..........

۳۳۔ جہاں وفا نہیں ہوتی وہاں کچھ نہیں ہوتا.......................

پانچویں مجلس

اہلِ بیتؑ کے محافظ، عباسؑ

چھٹی مجلس

عباسؑ معصوم ہیں

۴۴۔ بادشاہ اور علمدار کا انتخاب خدا کرتا ہے ....
۴۵۔ داؤدؑ نشانہ بازی میں طاق تھے ....
۴۶۔ آلِ محمدؐ نے وہ سب کچھ کر دکھایا جو پیغمبروں سے منسوب تھا ......
۴۷۔ عباسؑ کو علم زینب نے اپنے ہاتھ سے عطا کیا ....
۴۸۔ عباسؑ کے علم کے پھریرے پہ کیا تحریر تھا............
۴۹۔ عباسؑ کے علم کا احترام شیعہ، سُنّی سب کو کرنا چاہیئے ....
۵۰۔ حسینؑ نے جتنی جلدی اللہ تک پہنچا دیا کوئی نہ پہنچا سکا ....
۵۱۔ لکھنو لچھمن نے آباد کیا تھا ....
۵۲۔ ہندوؤں کی کتابوں میں حسینؑ کا ذکر ....
۵۳۔ انیتا رائے (Anita Rai) ہندو لڑکی مجھے آٹھ سال سے سن رہی ہے
۵۴۔ انیتا آپ سے زیادہ آلِ محمدؐ کو جانتی ہے............
۵۵۔ قوموں نے انبیاء کو نہ سمجھا مجھے کیا سمجھیں گے ....
۵۶۔ پانچ بیبیاں بعدِ کربلا سائے میں نہ بیٹھیں ....
۵۷۔ جنابِ اُمّ البنینؑ قبرِ عباسؑ پر ....

ساتویں مجلس

ہائے! اِمامِ رضا علیہ السّلام

.... صفحہ نمبر ۱۹۰ تا ۲۰۸ ....

۱۔ اگر ائمہؑ عرب چھوڑ دیتے تو سب روضے امام رضا جیسے ہوتے...
۲۔ یہ اُمت بد بخت، کم بخت اور منحوس ہے............

۳۔ اگر امام حسینؑ ہندوستان آجاتے تو ہندوستان علیؑ والا "علیستان" بن جاتا ....

۴۔ حسینؑ کی محبت سے ہندوستان والے سرشار ہیں ....

۵۔ ہندوستان کا ہندو حسینؑ کا عاشق ہے ....

۶۔ حسینؑ نے صرف خواہش کی تھی، ہندوستان میں عزاخانے بن گئے

۷۔ رسولؐ نے خاندان کے کسی فرد سے کلمہ پڑھنے کو نہیں کہا.........

۸۔ لفظوں کو کلمہ نہیں کہا جاتا ....

۹۔ کاش! بخاری اور مُسلم کچھ پڑھے لکھے ہوتے ....

۱۰۔ ہندو کا فخر کہ حسینؑ کے قاتل مسلمان ہیں ....

۱۱۔ ہندو مسلمان سے نفرت، حسینؑ سے پیار کرتا ہے...............

۱۲۔ بال ٹھاکرے کی بمبئی میں سبیلیں ....

۱۳۔ دُنیا کی ہر قوم مسلمانوں سے نفرت کرتی ہے.....................

۱۴۔ گھوڑے دوڑانے کا دور گیا، انسانیت سیکھو ....

۱۵۔ غوری، غزنوی، خلجی، تغلق کہاں گئے؟ ....

۱۶۔ شیعوں کے سب دُشمن ہیں، شیعہ پھر بھی ہیرو بنے ہوئے ہیں ...

۱۷۔ ایران، عراق کیوں میدانِ جنگ بنیں گے؟ ....

۱۸۔ سارے مسلمان بغیر نکیل کے گھوڑے ہیں ....

۱۹۔ آنے والا جب آئے گا تو سیدھا ہمارے پاس آئے گا...........

۲۰۔ سادات کے کسی فرد کا ہاتھ چومنا رسولؐ کا ہاتھ چومنا ہے ....

۲۱۔ کافر حکومتوں کی سادات سے محبت اور عزاداری ....

آٹھویں مجلس

حضرتِ عباسؑ کی جنگ

.... صفحہ نمبر ۲۰۹ تا ۲۳۲ ....

۲۔ کتنی فضیلتوں اور برکتوں والے ہیں یہ دن ....
۳۔ عباسؑ کا یہ علم عرش اور جنت سے آیا تھا ....
۴۔ علم کا سفر انبیاء سے عباسؑ تک ....
۵۔ رَجل کے علاوہ کوئی علم نہیں اُٹھا سکتا، دیگر شرائط ....
۶۔ خیبر علیؑ کا نہیں محمدؐ کی صداقت کی گواہی ہے ....
۷۔ نبی کا علم اُٹھانا، صحابہ کا جلوس، علیؑ کی تلاش ....
۸۔ خیبر کے بعد علیؑ گرمی سردی سے بے فکر تھے ....
۹۔ علیؑ کے آشوبِ چشم کے لئے نبیؐ نے اللہ سے دعا نہیں مانگی .....
۱۰۔ ''نادِ علیاً مظہر العجائب'' نبیؐ نے کیوں پکارا؟ ....
۱۱۔ اللہ کا پیغمبر کو ارشاد ''انشاء اللہ'' کہا کیجیے ....
۱۲۔ اللہ نے جو علم علیؑ کو عطا کیا تھا وہ آج بھی علیؑ والوں کے پاس ہے..
۱۳۔ ہمارے بچے کتنے شوق سے علم اُٹھاتے ہیں ....
۱۴۔ مغل بادشاہ آٹھ محرم کو بچوں کو علمدار اور سقّہ بناتے تھے ....
۱۵۔ وزیراعظم لیاقت علی خان کا علم اٹھا کر یاحسینؑ! یاحسینؑ کہنا ....
۱۶۔ حسینؑ بڑھے صفین میں، عباسؑ نے مجمعے کو پھاڑ دیا ....
۱۷۔ ''ہم لڑیں تم دیکھو'' حسینؑ کا عباسؑ سے کہنا ....
۱۸۔ حسینؑ، عباسؑ، علی اکبرؑ اور عونؑ و محمدؑ نے آٹھ لاکھ سے زیادہ تہہ تیغ کیے
۱۹۔ کربلا کے بعد کوفہ، بصرہ اور شام کے ہر گھر میں کہرام مچا تھا ......
۲۰۔ جن لوگوں نے تماشا دیکھا وہ بھی قاتل ہیں ....
۲۱۔ عباسؑ فرات تک لوہے کا سمندر کاٹ کر پہنچے ....

نویں مجلس

عظمتِ عباسؑ

دسویں مجلس

عبد الصالح

........﴿صفحہ نمبر ۲۵۶ تا ۲۷۶﴾........

۲۹۔ سب بے صبرے تھے، بے صبریوں کی تفصیل ....

۳۰۔ ہمیں بے صبری کی کیا ضرورت، آخری حکومت ہماری ہے ......

۳۱۔ جیسا آرڈر ہمارا چلتا ہے کوئی چلا کے دِکھائے ....

۳۲۔ تمام شیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ....

۳۳۔ ہم عباسؑ کے پیارے اور لاڈلے ہیں ....

۳۴۔ عباسؑ ولی ہیں، ہمیں تنہا نہیں چھوڑیں گے ....

۳۵۔ زائرین کا جہاز، سمندر میں طوفان، عباسؑ کی آمد ....

۳۶۔ عباسؑ اپنے آقا کے زائروں سے پیار کرتے ہیں ....

۳۷۔ نہ جانے کتنے زائرِ حسینؑ قربانیوں کی منزل سے گزرے ....

۳۸۔ کربلا کی بھیڑ میں کمی نہیں آئی، کیوں ڈریں، کس سے ڈریں؟...

۳۹۔ محبت کرنے والے مرنے کے بعد وفا نہیں بدلتے ....

۴۰۔ غریب بوڑھی عورت ہر سال زیارت کو جاتی تھی ....

۴۱۔ اِمام زین العابدینؑ نے تدفین شہداء میں بنی اسد کی رہنمائی کی...

۴۲۔ سترہ دن ظالم کی حکومت میں بھائی کا ماتم، شام فتح کر لی ....

۴۳۔ زینبؑ نے یزید کی رعایا سے کہلوایا کہ یزید ظالم ہے ....

۴۴۔ عماریاں نکلتی ہیں، پردے سیاہ کیوں ہوتے ہیں؟ ....

۴۵۔ ''اے شام والیو! ہماری ایک بچّی زندان میں اکیلی ہے'' ....

۴۶۔ جابر ابنِ عبداللہ انصاری قبرِ حسینؑ پر، پہلا زائر ایک صحابی، کیوں؟

۴۷۔ عماریاں قبرِ حسینؑ کے پاس رُکیں، زینبؑ نے خود کو گرا دیا ....

۴۸۔ چہلم کا دن تھا، بیبیاں قبروں سے لپٹی تھیں ....

گیارھویں مجلس

روضۂ حضرت عباسؑ

صفحہ نمبر ۲۷۷ تا ۳۰۸

❁❁❁❁

تحریر: تقی عسکری ولا حیدر آبادی

روز نامہ: بے مثال (حیدر آباد دکن)

خطیبِ عالمِ اسلام
علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی (پاکستان)
کا عزاخانۂ زہراؑ حیدر آباد (دکن انڈیا)
میں مجالس عزا سے خطاب

حیدر آباد۔ (بے مثال نیوز) یکم ستمبر۔ حیدر آباد دکن کی سرزمین پر دنیا بھر کے علماء ذاکرین کو یہ شرف حاصل ہوا کہ وہ مجالس عزائے سید الشہداءؑ سے خطاب کریں ۱۸۵۷ء کے بعد حضرت انیس اعلیٰ اللہ مقامہٗ جب نظام دکن کی دعوت پر حیدر آباد تشریف لائے تھے اُس موقع پر حضرت انیس اعلیٰ اللہ مقامہٗ نے کہا تھا کہ:-

اللہ و رسولؐ کی امداد رہے — سرسبز یہ شہر فیض بنیاد رہے
نواب ایسا رئیس اعظم ایسے — یا رب آباد حیدر آباد رہے

میر انیسؔ کی دعا قبول ہوئی:-

آج بھی حیدر آباد دکن کی عزاداری اُسی شان سے ہو رہی ہے جو شان میر انیسؔ کے آنے پر تھی، اس طرح برسوں سے جہاں حضرت انیسؔ و دبیرؔ کے

مرثیوں نے سارے مجالس عزا کو اشکبار انگیز بنانے میں جو کردار انجام دیا ان کے ساتھ ہی ساتھ لکھنؤ اور کراچی کے علماء و ذاکرین نے بھی حیدرآباد کے مومنین کو کثرت سے مجالس عزا میں شرکت کرنے پر مجبور کر دیا، کیونکہ حیدرآباد کے مومنین کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ ہر دل میں عزاخانۂ حسینؑ ابنِ علیؑ بنا چکے ہیں، آج ہر گھر میں عاشور خانہ اِستادہ کیا جاتا ہے اور مجالس عزا تقریباً سال کے بارہ مہینوں میں برابر منعقد ہوتی ہیں چنانچہ تقی عسکری ولا نے بے مثال اردو روزنامہ کو بتایا کہ علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی، کراچی (پاکستان) سے فرزندانِ مولوی سید علی موسوی (متولی عاشور خانۂ قطبی گوڑہ) کی دعوت پر حیدرآباد تشریف لائے ہیں اور یکم ستمبر تا ۳ ستمبر بعد مغربین عزاخانہ زہراؑ دارالشفاء میں مجالس عزا سے خطاب کر رہے ہیں علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی صاحب قبلہ جید عالمِ دین ''معجز بیان واعظ، سحر طراز خطیب، مستعد مبلغ، نثر کے انیس، نبض آشنا ذاکرِ حسینِ مظلوم، جوان فکر و شعلہ نوا مقرر، روایت شکن عالم، مستند صحافی، بے مثال شاعرِ عترت، تنقید نگار اور ریسرچ اسکالر ہیں، جنھوں نے اپنی حیات کے مختصر عرصے میں مختلف موضوعات پر زائد از تین سو (۳۰۰) کتابیں تحریر کی ہیں۔ علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی نے ۱۹۴۷ء میں لکھنؤ کے ایک مذہبی علمی اور ادبی گھرانے میں آنکھیں کھولیں۔ حسین آباد اسکول لکھنؤ میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ جوبلی کالج اور شیعہ ڈگری کالج سے ادب میں گریجویشن مکمل کیا۔ وہ دس برس کے سن میں منبر پر رونق افروز ہوئے۔ انہوں نے ۱۹۶۷ء میں علم و ادب کے مرکز کراچی پاکستان مراجعت کی۔ علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی قبلہ نے تاریخِ اسلام، ادب، فلسفہ، منطق کے ساتھ ساتھ عصری مسائل اور عصری موضوعات

بلکہ کمپیوٹر ٹیکنالوجی کو بھی اپنی خطابت کا موضوع بنایا اور ہندوستان، سعودی عرب، عراق، ایران، شام، جرمنی، ہالینڈ، بلجئیم، انگلینڈ، اسکاٹ لینڈ، یونان اور امریکہ میں اپنی خطابت کے جوہر سے مومنین کے دلوں کو گداز کیا اور قلب و روح کی تسکین کا سامان فراہم کیا۔ انہوں نے بنی نوع انسانوں کے فکر و تدبر کی تطہیر کو آگہی عطا کی۔ منبر کی تجربہ گاہ میں خطابت کے نئے نئے تجزیے کئے اور فنِ خطابت کی تحلیل کی اور اس گلشن میں تخلیق کے نئے نئے پھولوں کی خوشبو سے ذہن و دل کو معطر کیا۔ علامہ سید ضمیر اختر نقوی قبلہ ایک گھنٹے کی تقریر میں ستائیس ہزار الفاظ استعمال کرنے کا عالمی ریکارڈ رکھتے ہیں، جو آج بھی برقرار ہے۔ بی بی سی لندن سے ۲۱ دسمبر ۱۹۸۰ء علامہ کا ایک خصوصی انٹرویو براڈ کاسٹ ہوا اس کے علاوہ وائس آف امریکہ نے ۷ رجولائی ۲۰۰۰ء کو ایک انٹرویو نشر کیا تھا۔ علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی قبلہ میر انیسؔ اکیڈمی کراچی (پاکستان) کے صدر نشین، مرکزِ علومِ اسلامیہ پاکستان کے ڈائریکٹر اور اسلامک انسٹی ٹیوٹ کے سربراہ ہیں۔ آپ ادبی تہذیبی اور تحقیقی سہ ماہی جریدہ ''القلم'' کے مدیرِ اعلیٰ ہیں۔ علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی قبلہ کو جوشؔ ملیح آبادی کے مراثی کی تدوین پر سال ۱۹۸۰ء میں میر انیسؔ ایوارڈ اور انجمنِ فروغِ عزا لندن نے سال ۱۹۹۹ء میں دولت مشترکہ ایوارڈ سے نوازا۔ آپ کو علمی ادبی و سماجی خدمات پر دو مرتبہ ہیومن رائٹس ایوارڈ مل چکا ہے، علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی قبلہ کی ہمہ گیر اور ہمہ جہت شخصیت درحقیقت خطابت کے ایک منفرد مکتب کی علامت ہے۔ علامہ کو قرآن سے استنباط پر بھرپور قدرت اور تصرف شعری کا ایسا ملکہ حاصل ہے جس کی تمثیل ہنوز نایاب ہے۔ علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی قبلہ فلسفہ، منطق اور تاریخ کے ایک حکیمانہ ادراک

کے حامل ہیں۔ جس کے استعمال سے اسرار معنی کے دریچے خود بہ خود سامعین کے دلوں کو نور افشاں کرتے ہیں۔ واقعۂ کربلا کی تفسیر کے لئے عصری اور عالمی موضوعات کے کوہ گراں کو آب رواں بنانا انھیں کا کارنامہ ہے، علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی قبلہ کی صورت میں ملت اسلامیہ کو ایک ایسے خطیب کی دولت و نعمت میسر آئی جو سارے عالم میں اپنا منفرد یکساں اثر ونفوذ رکھتے ہیں۔ علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی قبلہ نے خود اپنا ایک اچھوتا نہج وضع کیا اس مختصر مضمون میں علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی قبلہ کی شخصیت حیات اور کارناموں کا احاطہ ممکن نہیں ہے۔ علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی قبلہ کی شخصیت کو اُجاگر کرنے کے لئے ایک مقالہ درکار ہے۔

فیاض زیدی

پیش لفظ

یوں تو انیسِ خطابت، وکیل علومِ محمدؐ وآلِ محمدؐ، علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی مدظلہ العالی کی ہر مجلس اپنی جگہ منفرد نوعیت کی حامل ہوتی ہے مگر ۱۱رصفر تا ۲۰رصفر جامعہ سبطین گلشنِ اقبال کراچی کا یہ مخصوص عشرہ جس کے بانی جناب سیّد ناصر رضا صاحب اور اُن کے فرزندان ہیں اپنی جداگانہ انفرادیت کی وجہ سے نہ صرف کراچی، پاکستان بلکہ پوری دنیا میں جہاں جہاں علیؑ والے رہتے ہیں بڑے اشتیاق سے سنا جاتا ہے۔ امارات، سعودی عرب، انگلستان اور دیگر کئی ممالک میں (Relay) بھی ہوتا ہے۔ دیارِ غیر میں بسنے والے کراچی میں اپنے اعزہ سے کہہ دیتے ہیں کہ جب علاّمہ صاحب تقریر شروع کریں تو اپنا موبائل آن کردیں۔ اِس طرح علاّمہ صاحب کا یہ عشرہ بین الاقوامی عشرہ بن چکا ہے۔ علاّمہ صاحب کا ایک عقیدت مند کاظم حسین اِس عشرہ کی وڈیو ریکارڈنگ کے لئے خاص طور پر لاہور سے آتا ہے۔

اِس عالمی عشرے کے لئے موضوع کا انتخاب حالات حاضرہ کو مدِّ نظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ موضوع انتخاب کرنا اور پورے عشرے کماحقہٗ اُس سے عہدہ برا ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ خطیب تو بہت ہیں مگر روائتی موضوعات، قرآنی آیات، احادیثِ رسولؐ سے ہٹنے کی جراٗت نہیں کرپاتے آج کے دور کا تقاضا ہے

کہ موضوع اچھوتا ہو پھر اُس موضوع کو قرآن حدیث و اقوالِ ائمہ معصومینؑ کے حوالوں سے سجایا جائے۔ مجلسِ عزا کا مقصد صرف گریہ و ماتم ہی نہیں ہے بلکہ پورے عالمِ اسلام کو خصوصاً اور عالمی برادری کو عموماً ایک میسج (Message) دینا ہوتا ہے تاکہ دنیا کے ذہن سے یہ غلط خیال رفع کیا جا سکے کہ شیعہ صرف ایک قوم گریہ کناں ہے اور بس۔ نہیں اور یقیناً نہیں۔ علاّمہ صاحب اپنی تقاریر میں بار بار اقوامِ عالم کو اِس طرف متوجہ کرتے رہتے ہیں کہ ہم ایک باشعور قوم ہیں اور اپنے گردوپیش پر کڑی نظر رکھتے ہیں۔

جہاں تک ذکرِ حضرت ابوالفضل عباسؑ علمدار کا تعلق ہے تو عام طور پر، عشرۂ اولیٰ میں ۸رتاریخ کو جو مجالس برپا ہوتی ہیں اُن میں فضائل و مصائبِ حضرت عباسؑ علمدار بیان کیے جاتے ہیں۔ میری زندگی کا سفر سترہویں برس سے قریب تر ہو رہا ہے اور میں یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ میں نے آج تک علمدار فوجِ حسینی پر مسلسل دس مجالس کبھی نہیں سنیں اور نہ کسی کو کہتے سنا کہ کسی اور خطیب نے کسی اور مقام پر ایسا کوئی عشرہ پڑھا ہے۔

مثل مشہور ہے کہ یہ اُس کی دین ہے جسے پروردگار دے۔ بڑھاپے میں جوانوں کے چھکے چھڑا دینا صرف اور صرف علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی صاحب ہی کا کام ہے۔ وہ خطابت کے بے تاج بادشاہ ہیں اور اُنھیں خطابت میں زیر کرنا:

این خیال است و محال است و جنوں

دنیا کا کونسا ملک ہے جہاں مولائی بستے ہوں اور علاّمہ صاحب کے شیدائی نہ ہوں۔ یہ بات تو روزِ روشن کی طرف عیاں ہے کہ صرف علاّمہ صاحب ہی وہ واحد

بین الاقوامی ذاکرِ اہلِ بیتؑ ہیں کہ جب کسی ملک میں جاتے ہیں تو وہاں کی یونیورسٹیاں آپ سے لیکچر کے لئے باقاعدہ وقت لیتی ہیں اور یہ علاّمہ صاحب کا کمال ہے کہ وہ اُن کے دیئے ہوئے موضوع پر بغیر کسی تیاری کے نہ صرف مدلل و جامع لیکچر دیتے ہیں بلکہ سوالات کا سامنا بھی کسی پس و پیش کے بغیر کرتے ہیں۔

یہ عشرۂ مجالس جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اِس نقطِ نظر سے بھی منفرد ہے کہ آج تک کسی خطیب نے حضرتِ عباسؑ کی ایک جنگ بھی پوری تیاری کے ساتھ پیش نہیں کی چہ جائیکہ چار جنگوں کو جملہ جزئیات کے ساتھ پیش کرنا اور پھر (Body Language) (باڈی لینگویج) کے ساتھ آنکھوں کے سامنے پورے منظر کو اس طرح لے آنا کہ جس نے کبھی کسی کو داد نہ دی ہو وہ بھی داد دینے پر مجبور ہو جائے یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ میر انیسؔ اور دیگر شعراء کے اشعار سے اپنے بیان کو مرصع کرنا اور اپنے کلیجے کی پوری طاقت سے حق ادائیگی کی منزلوں سے گزرنا، شروع سے لے کر اختتامِ مجلس تک آواز کا زیر و بم اپنی جگہ قائم و دائم رکھنا یہ ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہے۔

حضرتِ عباسؑ کی زندگی کے بہت سے گوشے ایسے ہیں جنھیں اب تک نہ کوئی مصنف احاطۂ تحریر میں لایا نہ ہی کسی خطیب کی پروازِ فکر وہاں تک رسائی حاصل کر سکی۔ اگر چہ سترہ صفر کی مجلس امام ہشتم شاہِ خراسان بادشاہِ عرب و عجم حضرت امام علی رضا علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے اُن کے یومِ شہادت کی نسبت اُنھی کے ذکر سے منسوب ہوتی ہے مگر خطابت کا کمال دیکھئے کہ چونکہ عشرے کا عنوان ''حیاتِ عباسؑ'' تھا لہٰذا اس مجلس میں بھی آپ نے ذکر ابوالفضل حضرت عباسؑ سے پہلو تہی نہیں کی تاکہ موضوع کا تسلسل برقرار رہے۔

علاّمہ صاحب کی ہر تقریر میں کوئی نہ کوئی نیا تحقیقی انکشاف ضرور ہوتا ہے۔ اِس عشرۂ مجالس میں یوں تو بہت سی نئی باتیں سامنے آئی ہیں مگر میرے نزدیک جو اہم اور بالکل ایک نئی بات سامنے آئی وہ یہ کہ دنیا میں حضرت امام حسینؑ، حضرت عباسؑ کے روضے سب سے پہلے تعمیر ہوئے۔ نجف میں مولا علیؑ کا روضہ بعد میں اور رسولؐ اللہ کے روضے کا گنبد سب سے آخر یعنی سامرہ کے روضے کی تعمیر کے بعد بنایا گیا اور چونکہ دیکھا دیکھی بنایا گیا لہٰذا نہ وہ شاہکار بن سکا نہ کوئی دلکشی ہی پیدا کر سکا۔ سبحان اللہ کیا ریسرچ ورک ہے۔ اگر کربلا میں روضے نہ بنتے تو آج دنیا کی تمام مسجدیں بغیر گنبد اور مینار کے ہوتیں۔

راقم نے پورا عشرہ گرچہ خود جامعہ سبطین میں سماعت کیا تھا مگر جب اِن مجالس کو جامہ تحریر میں لانے کی ذمہ داری علاّمہ صاحب نے میرے سپرد کی تو یوں لگا جیسے ابھی ابھی یہ مجالس سن رہا ہوں۔ میری مومنین کرام سے گذارش ہے کہ کتاب کی اہمیت اپنی جگہ کہ یہ ایک دستاویز ہوتی ہے مگر ضروری ہے کہ CD یا DVD سے حرکات و سکنات کا بہ نظرِ غائر مشاہدہ کیا جائے تو لطف دو آتشہ ہو جائے گا۔

ضمیر اختر صاحب کو سمجھنا اور اُن سے کسبِ علم و فیض حاصل کرنا صرف باضمیر لوگوں کا کام ہے۔ ضمیر اختر سے دوری علم سے محرومی کا دوسرا نام ہے اور علم کے قدردان صرف اعلیٰ ظرف افراد ہی ہوا کرتے ہیں۔ صمیمِ قلب سے دعا گو ہوں کہ پروردگارِ عالم بہ طفیل امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف آپ کا سایہ مومنین کرام کے سروں پر سدا قائم رکھے۔

ایں دعا از من و از آں جملہ جہاں آمین باش

پہلی مجلس

حیاتِ عباسؑ کے موضوعات اور تحقیق

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے اور درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

چودہ سو ستائیس ہجری عشرۂ چہلم کی پہلی تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں، یہاں کے لئے موضوع کا انتخاب سرکارِ وفا علمدارِ حسینؑ، ابوالفضل العباسؑ...! ان کی زندگی کے حالات کا بیان ہے،.. ہم چاہتے ہیں کہ دس مجلسوں میں ان کی حیات کے وہ گوشے آپ کے ذہنوں میں محفوظ ہو جائیں جو اب تک کتابوں میں گم ہیں لیکن منبر پر بیان نہیں کئے گئے۔ اس لئے اس عشرے کے ذریعے ایک کتاب تیار ہو جائے گی، اگر ہم ایک گھنٹہ روز بولتے ہیں تو دس گھنٹے حضرتِ عباسؑ پر ہمارے پاس محفوظ ہو جائیں گے اور ویسے یہ مجالس چونکہ پہلا عشرہ جو یہاں ہوا اس میں وقت بہت کم تھا... لیکن اس عشرے میں وقت ہم کو خاصا مل جاتا ہے، اس لئے ہوسکتا ہے کہ ایک گھنٹے سے زیادہ بھی ہم گفتگو کریں۔ پہلی تقریر عام طور سے تمہیدی ہوتی ہے اور وقت موضوع کو سمجھانے میں گزر جاتا ہے۔ آج بھی ایسا ہی ہوگا کہ ہم پہلے اس پر گفتگو کرلیں کہ کسی کی حیات... کسی کی پوری زندگی پر بات کرنے کے لئے کن کن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے؟ جب

ہستی کوئی بہت عظیم ہو تو اس میں سب سے اہم چیز جو ہوتی ہے وہ احتیاط ہے... یعنی احتیاط کے ساتھ ہر واقعہ کو دیکھا جائے اور بیان کیا جائے اس کو اصطلاح میں تحقیق کہتے ہیں۔ تحقیق.. جستجو، تلاش...اور جب شخصیت ایک ہزار برس سے بھی زیادہ کی ہو تو اب جو چودہ سو برس کے بعد بیٹھ کر سوچنا شروع کریں کہ ہم ان پر لکھیں یا بولیں...! تو کیا کریں؟ کیسے..؟ کس طرح؟ کہاں تلاش کریں...؟ اور اگر تلاش بھی کر لیں تو سامنے جو چیز رکھی ہے وہ ناکافی ہے...! تو اس کو کافی کیسے بنائیں؟ اسے کارآمد کیسے بنائیں؟ تو یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں کسی کی زندگی پر گفتگو کرتے ہوئے۔ اگر ممدوح پیغمبر ہو تو مشکل نہیں ہے اس لئے کہ جتنے بھی پیغمبر گزرے ان کا ذکر توریت میں ہے، زبور میں ہے، انجیل میں ہے، قرآن میں ہے...تو وہ تو کوئی مشکل نہیں ہے... شخصیت نبی بھی نہیں ہے...رسولؐ بھی نہیں ہے! پھر اگر امام ہو تو امام پر سب نے لکھا ہے.. شخصیت امام بھی نہیں ہے...یعنی مشکلیں بڑھنے لگیں... نبی نہیں ہے اس لئے قرآن میں تلاش نہیں کر سکتے، امام نہیں ہے اس لئے تاریخ میں مشکل ہے تلاش کرنا تو اب کیا کریں؟ جو چیزیں مل رہی ہیں یا روایتیں دریافت ہو رہی ہیں ان کو دیکھنے کے بعد انسان مجبور ہے کہ قلم رکھ دے.. کیسے لکھیں، کیا کریں؟ منزل نظر نہیں آتی یہ تو کربلا والوں کی شخصیات کے معجزات ہیں کہ تاریخ انہوں نے خود بنا دی۔ عباسؑ بعدِ حسینؑ تمام شہدا میں سب سے افضل ہیں۔ وہ مکمل معجزہ بنے ہوئے ہیں.. معجزہ ہر وقت نظر آتا ہے، معجزہ نظر سے کبھی چھپتا نہیں تو بحیثیت معجزہ وہ ہر وقت موجود ہیں اس لئے کہ عباسؑ کہا اور وہ آ گئے...! عباسؑ کا تعارف بس علم پہ نظر گئی اور سب کچھ یاد آنے لگا، علم کو دیکھ کر تو اس علم کو دیکھ کر ہمیں کیا کیا یاد آیا... ہمیں علمدار یاد آیا، ہمیں سقّہ

یاد آیا، ہمیں وفادار یاد آیا۔ علم کے پھریرے پر عباسؑ کی مکمل سوانح حیات لکھی ہوئی ہے..! یہ وفا ہے.. یہ سقائیت ہے، یہ علمداری ہے، یہ پہریداری ہے۔ کائنات کے عظیم موضوع تو عباسؑ میں موجود ہیں اور وہ ایسے ہیں کہ انبیاؑ کے یہاں ڈھونڈے سے نہیں ملیں گے مثلاً علمداری انبیاؑ میں کہاں ملے گی، سقائیت انبیاؑ میں کہاں ملے گی، رہ گئی وفاداری...وفاداری کی ایک تعریف ہے کہ وفا کہتے کسے ہیں؟ وفا کے معنی کیا ہیں؟ وفا کے معنی یہ ہیں کہ جس سے وفا کی جائے اسے کہتے ہیں عہدِ وفا...یعنی یہ ایک عہد نامہ ہے۔ یہ ایک وعدہ ہے اور وعدہ یہ ہوتا ہے کہ آپ جو جس وقت کہیں گے ہم وہ کریں گے۔ آپ جو جو جس وقت کہتے جائیں گے۔ ہم اس پر عمل کرتے جائیں گے ہماری نظر آپ کے دہن پر رہے گی۔ آپ نے کہا ہاں تو ہم نے کہا ہاں۔ آپ نے کہا نہیں تو ہم نے کہا نہیں۔ اسے کہتے ہیں اپنے نفس کو، اپنے ذہن کو، اپنی عقل کو، اپنے عمل کو اس کے حوالے کر دینا جس سے وفا کی جائے اسے کہتے ہیں وفاداری تو عباسؑ کو وفاداری وراثت میں ملی ہے۔ وراثت میں نبوت نہیں ملی، وراثت میں امامت نہیں ملی لیکن علمداری وراثت میں ملی۔ باپ علمدار، چچا علمدار، دادا، پردادا سب علمدار اسی طرح وفاداری بھی وراثت میں ملی۔ باپ نے نبیؐ سے وفاداری کی، عباسؑ نے حسینؑ سے وفاداری کی تو اب اس منزل پر جہاں وفا ہے، جہاں علم کا اُٹھانا ہے جہاں سقائیت ہے، پانی پلانا ہے، کھانا کھلانا ہے، حسینؑ کی خدمات ہیں، اطاعتِ امام ہے، اطاعتِ نبیؐ ہے، اطاعتِ الٰہی ہے، عبادتِ الٰہی ہے تو یہ عباسؑ کی شخصیت اور کردار کے جوہر ہیں اور یہ وہ سُرخیاں ہیں جو مَیں بیان کر رہا ہوں جو آنے والی تقریروں میں ایک ایک گھنٹے کی تقریر بن جائے گی۔ ابھی مَیں سُرخیاں سنا رہا ہوں۔ لیکن پھر وہ

مسئلہ میرے سامنے موجود ہے کہ تحقیق کسے کہتے ہیں اور تحقیق کیسے کی جاتی ہے؟ اس کے لئے ہم آپ کو کچھ مثالیں دیں گے تو آپ کے خود اذہان میں یہ بات محفوظ ہو جائے گی کہ تحقیق کس طرح کی جاتی ہے، تحقیق کا طریقہ کیا ہے۔ طریقہ بھی سمجھا رہا ہوں اور یہ بھی بتا رہا ہوں کہ اس کے فارمولے کیا ہیں۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ جو کچھ تاریخ میں شخصیت کے بارے میں ہمیں واقعات وحالات مل رہے ہیں پہلے اُن سب کو ہم پڑھ جائیں اور پڑھنے کے بعد ہم یہ تلاش کریں کہ مؤرخ نے کہیں غلطی تو نہیں کی بیانات میں اگر ہمیں مؤرخین کی غلطیاں مل جائیں تو اُن غلطیوں کے صحیح کرنے کے عمل کو تحقیق کہتے ہیں۔ اس لئے کہ چودہ سو برس میں ایک راوی اگر کوئی واقعہ سناتا ہے۔ جب دوسرا اس سے سنتا ہے اور وہ تیسرے کو بتاتا ہے تو لفظ بدل جاتے ہیں۔ جب تیسرا چوتھے کو سناتا ہے تو لفظ کچھ اور بدل جاتے ہیں۔ چودہ سو برسوں میں کتنے راوی ہیں جو بیان کر کر کے الفاظ کو بدلتے چلے جارہے ہیں اور اب ہم تک جب کاغذ پر چھپ کر وہ چیز پہنچی تو وہ اتنی بدلی ہوئی ہے کہ ہم اسے پڑھ کر حیران ہیں۔ زبانی ہو تو ہم نے کہہ دیا کہ یہ چودہ سو ستائیس ہجری ہے۔ کاغذ پر ہم نے لکھ دیا، کاتب نے کتابت کر دی، اس نے سات کو چھ بنا دیا ایسے لکھا سات کہ وہ چھبیس ہو گیا۔ اب پچاس برس کے بعد کسی نے کہا کہ بھائی ٹیپ (tape) میں تو ستائیس ہے، یہاں چھبیس لکھا ہے جیسے ہی آپ نے سوچنا شروع کیا کہ ستائیس ہے یا چھبیس تحقیق کا عمل شروع ہو گیا...! اسے کہتے ہیں تحقیق، بس آپ کا سوچنا اور تلاش میں جانا کہ ستائیس ہے یا چھبیس... اب فیصلہ کیسے ہوگا..! فیصلہ کے لئے اللہ نے عقل عطا کی ہے۔ ہر محقق جب سوچتا ہے تو عقل اس کی ہادی بن جاتی ہے۔ اسی طرح لاکھوں

برس سے اللہ کی ہر مخلوق جب تلاش میں چلتی ہے تو عقل اُس کی ہدایت کرتی ہے۔ اگر وہ صحیح معنوں میں عقل مند ہے تو اللہ کو تلاش کر لیتا ہے۔اب وہ محقق بن گیا... اس نے تحقیق کر لی، اس نے اللہ کو ڈھونڈ لیا۔کوئی ضرورت نہیں کہ کوئی اسے گائیڈ (guide) کرے..! کوئی اسے بتائے اس لئے کہ گائیڈ لائن (guide line) تمام بکھری پڑی ہے تمام کائنات میں فطرت کی، اللہ کہہ رہا ہے کیا یہ سورج تمہیں گائیڈ (guide) نہیں کر رہا؟ کیا یہ چاند تمہیں گائیڈ نہیں کر رہا؟ یہ ہوائیں، یہ فضائیں، یہ درخت ہیں، یہ نباتات ہیں، یہ جمادات ہیں، کتنی نشانیاں تمہیں ہماری چاہئیں۔ جدھر چلے جاؤ گے توحید کے سرچشمے ہیں، بہتے چلے جا رہے ہیں۔ تمہارا ذہن تو اس قابل ہو کہ تم ہمیں پہچان سکو، ہمیں تلاش کر سکو، ہمیں ڈھونڈ سکو، اسی لئے کہا گیا کہ اللہ نے اس کو عبادت قرار دیا کہ مظاہرِ فطرت پر ریسرچ (research) کرنا، سوچنا کہ یہ سورج کیسے نکلتا ہے؟ یہ ہوا کیسے چلتی ہے؟ یہ درخت کیسے پھول کھلاتے ہیں؟ یہ درختوں میں پھل کیسے پکتے ہیں؟ جیسے جیسے سوچتا گیا انسان سائنس بنتی چلی گئی، علم بنتا چلا گیا، اس کو اللہ نے عبادت قرار دیا کہ ہماری صنعتوں کو سمجھو، اس پہ ریسرچ کرو اس میں تحقیق کرو اور اس کی تعریف کرو کہ انسان کے امکان میں نہیں ہے یہ سورج نکالنا، وہی نکالے جسے ہم نے اذن دیا ہو....ایک منزل ایسی آتی ہے جب انسان سوچنے لگتا ہے اور مظاہرِ فطرت کو سمجھنے لگتا ہے تو وہ دنیا کا بڑا سائنسدان بن جاتا ہے اور اگر صاحب ایمان ہے تو وہ عبادت گزاروں میں شمار کیا جاتا ہے...! تین ہی قسمیں ہیں عبادت کی، ایک مظاہرِ فطرت میں تحقیق کرنا، سوچنا، فکر کرنا، ایک حقوق العباد...اپنے عزیز، رشتے دار، بھائی، بہن ماں باپ پڑوسی، قومی لوگ سب کا خیال کرنا، ان کے دکھ

درد میں شریک ہونا، یہ بھی ایک عبادت ہے اور ایک عبادت پانچ وقت کی نماز پڑھنا۔ عبادتوں کی تین قسمیں ہیں۔ دیکھئے! مولا علیؑ نے نہج البلاغہ میں کہا کہ اگر یہ دو عبادتیں پہلے والی ادا نہ کیں تو یہ تیسری والی قبول نہیں ہوگی۔ اگر حقوق العباد ادا نہیں کیے تو پانچوں وقت کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی، اگر ماں باپ کی نافرمانی کر رہے ہو، بھائی کو تکلیف پہنچا رہے ہو، پڑوسی کو تکلیف پہنچا رہے ہو تو کوئی اگر یہ سمجھ رہا ہے قبول ہو رہی ہیں... سب کٹتی جا رہی ہیں، گھٹتی جا رہی ہیں، کٹتی جا رہی ہیں.. گھٹتی جا رہی ہیں، کٹتی جا رہی ہیں۔ لوگوں نے یہ دین ایمان بنالیا ہے.. بس ہم نے یہ کر دیا، کہاں کر دیا آپ نے؟ جتنی آپ نے ادھر کیں، اُدھر اتنی کم ہو گئیں اور پھر اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں میں آپ نے کہاں سوچا؟ تعریف کہاں کی آپ نے؟ ایک ایک پتے کو درخت کے پکڑ کے صرف اس کو دیکھنا اور اس کی رگوں کو دیکھنا کہ کیسے جڑ سے یہ اپنی غذا لیتا ہے، پھر یہ کہنا پروردگار تو ہی اکبر ہے، تو ہی خالق ہے اور یہ کہہ کے پتے کو چوم لینا یہ بھی عبادت ہے! یہ بھی عبادت ہے... دیکھئے پتے پہ سجدہ ہر شریعت میں جائز ہے، پتے پر سجدہ کر سکتے ہیں، پتھر پر نہیں کر سکتے ہیں لیکن پتے پر کر سکتے ہیں اس لئے کہ وہ اس کی صنعت کا شاہکار ہے ایک پتہ... ایک درخت کا پتہ قدرت کا شاہکار ہے۔ اب آپ اس میں سوچئے، دیکھئے جن سائنسدانوں نے دیکھا تو انہوں نے پتہ لگایا کہ یہ پتا جیتا کیسے ہے، زندہ کیسے ہے اور وہ اسی نتیجہ پر پہنچے کہ یہ اس وقت تک زندہ ہے جب تک شاخوں کو وسیلہ بنا کر اپنے مرکز سے جڑا ہوا ہے... جو وسیلے کو چھوڑ گیا.. وہ مرکز سے کٹ گیا اب اسے غذا نہیں ملے گی۔ اب وسیلہ تم چاہے جو بھی بنالو... جڑ ولایتِ علیؑ ہے اگر تم کٹ گئے تو پتا خشک ہو گیا۔ پتا خشک ہو گیا، خشک ہو کر اکڑ گیا، زرد ہو گیا اور پھر

ٹوٹ گیا۔اتنی کمزور ہوئی وہ مضبوط ڈنڈی جو پتے کو جڑے ہوئے تھی، خشک ہو کر اتنی کمزور ہو گئی کہ چٹ سے آواز بھی نہ آئی اور الگ ہو گئی، ہوا اس کو اتنی دور لے گئی اڑا کر کہ وہاں تک تعاقب کیا ہوا نے جب تک اس کو کوڑے خانے تک پہنچا نہ دیا۔یعنی پتے کا جہنم بن گیا وہ ملبہ...جہاں اسے پیس دیا گیا یا اسے فنا کر دیا گیا، غیر ضروری سمجھ کر کہ یہ معاشرے کے لئے جراثیم بن گیا...! پہچان اس کی ختم ہو گئی پتے کی، اس لئے پتے پر ریسرچ کرو کہ پتا بھی ولایتِ علیؑ تک پہنچاتا ہے...سورج بھی، چاند بھی، ستارے بھی، قدرت نے اس لئے کہا کہ ان مظاہر کو دیکھو تا کہ تم صراطِ مستقیم پا سکو اس لئے عبادت قرار دیا۔حقوق العباد میں بھی ولایتِ علیؑ ہے، اس لئے کہ جب تم اپنے بھائی سے پیار کرو گے تو تمہارے تصوّر میں دو بھائی آئیں گے اس لئے کہ تم جب رشتہ برتنا چاہو گے تو تم آئیڈیل (ideal) ڈھونڈو گے اور جب پوری دنیا میں ڈھونڈھ آؤ گے تو نبیؐ اور علیؑ جیسے بھائی تمہیں کہیں ملیں گے نہیں۔جب باپ اور بیٹے کا رشتہ بنے گا..اور اگر کوئی ایسا باپ ہو جو بیٹے کی ولادت کا خواہش مند ہو تو تمہارے تصور میں علیؑ اور عباسؑ آ جائیں گے اس لئے حقوق العباد پر نظر رہے تا کہ ہر وقت اہلِ بیتؑ سامنے رہیں، ہر وقت علیؑ سامنے رہیں اِسی لئے کہہ دیا کہ وہ عبادت، اگر اس میں ہم نہیں تو پھر وہ عبادت بھی قبول نہیں۔ظاہر میں وہ عمل ہے جیسے نماز، باطن اس کا مَیں ہوں، باطن اس کے علیؑ ہیں...تو تینوں قسمیں عبادت کی شاہراہِ علیؑ پر لے جاتی ہیں۔انسان کو متوجہ بھی یوں کیا گیا کہ ایک انسان جس نے تمہاری زندگی کے ہر شعبہ کو سمجھایا ہے، وہ کہیں اور تمہیں نہیں ملے گا، سوچنے اور غور کرنے کا موقع، اس لئے کہ کون کائنات میں ایسا مادری ہو گا جو ہر موضوع کو سمجھا دے۔آپ خود دیکھ لیجئے۔انبیاؑ کو خواہش تھی کہ

ہم کو بیٹا ملے....انبیاؑ نے دعا کی ہے، با قاعدہ بیٹے کے لئے دعا کی ہے، جناب زکریاؑ نے دعا کی ہم کو بیٹا دے...ایک بیٹا دیا، حضرت ابراہیمؑ نے خواہش کی ہے، جناب آدمؑ نے خواہش کی ہے ہابیل کے قتل کے بعد..کہ ایک اچھا سا بیٹا دے، اب کوئی میرے پاس سعادت مند بیٹا نہیں ہے، انبیاؑ بھی خواہشات میں بیٹا مانگتے ہیں اللہ کی بارگاہ میں لیکن علیؑ کو بیٹے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ نے بغیر مانگے حسنؑ اور حسینؑ جیسے بیٹے دے دیئے، جب ایسے بیٹے تھے پھر کیوں خواہش کی کہ عباسؑ جیسے بیٹے کی ضرورت ہے۔ حسنؑ اور حسینؑ کے بعد بھی یا علیؑ آپ کو ایک بیٹے کی ضرورت ہے۔ اب جو کچھ کہنے جا رہا ہوں، ایک قیمتی جملہ ابھی ذہن میں آ گیا ہے اس لئے مَیں اس منزل تک پہنچ گیا تا کہ آپ خوش ہو جائیں۔ بیٹے تھے علیؑ کے حسنؑ اور حسینؑ لیکن جیسے ہی آیات نازل ہو گئیں کہ "اَبۡنَآءَنَا وَاَبۡنَآءَکُمۡ" اللہ نے حسنؑ، حسینؑ کو نبیؐ کے بیٹے کہہ دیا....ویسے ہی ہاتھ اٹھائے پروردگار اب مجھ کو بیٹا دے۔ اب مجھے بیٹا دے...! ادھر آیت آئی کہ حسنؑ اور حسینؑ تمہارے بیٹے ہیں اور ادھر نبیؐ نے حدیث ارشاد فرمائی ہیں صلبِ علیؑ سے دونوں لیکن میرے بیٹے ہیں۔ وہ آیت ہے، یہ حدیث ہے تو حدیث اور آیت نے دونوں بچوں پر ایسا حصار کر لیا کہ اب علیؑ کے بیٹے نبیؐ اور رسالت کے بیٹے ہو گئے تو علیؑ نے چاہا کہ ایک امامت کا ایسا بیٹا ہو کہ جو نبوت کے بیٹوں کے ساتھ آ کر کھڑا ہو جائے تو لوگ فرق نہ کر سکیں...! یہ نہیں دعا میں مانگا کہ اسے امام بنا دینا، بس ایک بیٹا دے دے، ایک بیٹا دے دے، آیت کہہ رہی ہے "اَبۡنَآءَنَا وَاَبۡنَآءَکُمۡ" نبیؐ اپنے بیٹوں کو لائیے، تو جس دن حسنؑ اور حسینؑ نبیؐ کے بیٹے ہو گئے تو اس دعا میں علیؑ کی یہ راز چھپا تھا، کیا راز چھپا تھا، یہ راز چھپا تھا کہ نبیؐ کے لئے میں تھا، اب نبیؐ کے

بیٹوں کے لئے نبیؐ سے زیادہ خطرناک دور آنے والا ہے، تو نبیؐ کے بیٹوں کی حفاظت کون کرے گا؟ میں نبیؐ کی حفاظت کر رہا تھا، اب نبیؐ کے بیٹے قیمتی ہو گئے تو فوراً کہا پروردگار! ہمیں ایک بیٹا چاہئے، جیسے زکریاؑ نے کہا اللہ سے ہمیں ایک بیٹا چاہئے، اللہ نے کہا ہم نے تمہیں یحییٰؑ جیسا بیٹا دیا، تو کیا علیؑ نے زکریاؑ سے کم عبادتیں کی تھیں؟ یہ عبادتوں کا صلہ زکریاؑ کو ملا تھا کہ محرابِ عبادت میں مانگا تھا کہ بیٹا دے اور اللہ نے کہا ہم وعدہ کرتے ہیں کہ بیٹا دیں گے، دیں گے بیٹا، اور دیا یحییٰؑ جیسا بیٹا اور علیؑ کی عبادتیں کہ جانے کب نمازِ شب میں محرابِ عبادت میں علیؑ کو یہ معلوم ہو گیا ہو کہ بیٹا ملے گا، بیٹا ملے گا لیکن بیٹا تو ملے گا علیؑ نے چاہا کہ اللہ کا وعدہ ہے کہ ایک بیٹا ملے گا، حسنؑ و حسینؑ کے بعد لیکن انتظام میں کرلوں، کہ پلے گا کس گود میں، اب خدا کا عطیہ بیٹا عطا کر دے خدا، انتظام چاہتے ہیں علیؑ کہ آغوش کا انتظام ہو اور اس سلسلے میں جب ہم مولا عباسؑ پہ تقریریں کریں گے تو بار بار حضرت اُمّ البنینؑ پر تقریریں آئیں گی۔ پہلے عشرے میں میں نے آپ کو بتایا تھا کہ میری کتاب حضرت اُمّ البنینؑ پر آ گئی ہے لیکن گیارہ محرّم کو میں ہر سال ہی لاہور چلا جاتا ہوں اور اس کے بعد ملتان کا عشرہ پڑھنے کے بعد اب واپسی ہوئی تو اس سلسلے میں وہ کتاب آپ تک نہ پہنچ سکی میری مصروفیت کی وجہ سے اب میں نے وہ کتابیں اِدھر اسٹال پر رکھوا دی ہیں۔ میں چاہوں گا کہ آپ اس کتاب کو ضرور پڑھیں اور یہ کتاب عربی، فارسی، اردو، ایران، عراق، ہندوستان اور پاکستان میں یہ پہلا موضوع ہے کہ جس پہ میں نے ریسرچ کر کے یہ پہلی کتاب اس بی بی پہ لکھی ہے امید یہی تھی کہ سو صفحوں سے زیادہ کی کتاب ہو نہیں پائے گی لیکن جب کمپیوٹر سے صفحے نکلے تو پتہ چلا کہ پانچ سو صفحے ہو گئے، پانچ سو صفحے کی

کتاب ہوگئی، اور یہ کتاب جو ہے ہمارے اکبر صاحب یہاں تشریف فرما ہیں جنھوں نے بہت خوبصورت چھاپ دی ہے۔ یہ کتاب آپ پڑھیں گے اس میں سے کچھ حصے ہم آپ کو سنائیں گے تو ہم نے یہ چاہا کہ حضرتِ عباسؑ پہ جو کتاب ہماری آرہی ہے، پہلے ان کی مادرِ گرامی پر کتاب آجائے تاکہ بنیاد کو آپ پہلے پڑھیں پھر عباسؑ پر اور پھر یہ عشرہ آجائے گا تو حضرتِ عباسؑ پر جو کتاب میں نے لکھی شائد اس کی ضخامت بڑھ جائے اس لئے کہ اگر میں نے اس میں یہ تقریریں بھی شامل کر دیں تو وہ اس کی بھی ڈبل کتاب ہوجائے گی۔ یہ پانچ سو ہیں تو شائد اس کے صفحے آٹھ سو ہوجائیں گے جو حضرتِ عباسؑ پہ میں نے کتاب لکھی ہے اس میں آپ دیکھیں گے مَیں نے اعلان دے دیا ہے کہ جو کتابیں میری آرہی ہیں وہ موضوعات ہیں جن پر اب تک کسی نے نہیں لکھا میں نے صرف وہ موضوع اٹھائے ہیں نئی نسل کے لئے کہ لوگ ڈھونڈتے پھرتے ہیں مثلاً حضرتِ قاسمؑ کی سوانح حیات کسی نے نہیں لکھی، وہ میں نے لکھ دی ہے، حضرت علی اکبرؑ کی سوانح حیات میں نے لکھ دی ہے۔ عنقریب جو کتاب بالکل تیار ہے وہ ذوالجناح پر ہے، پانچ سو صفحے یہی ضخامت ہے، ذوالجناح پہ جو کتاب آرہی ہے پھر پوری دنیا کی تاریخ عزاداری ہے۔ یہ کتاب بھی آرہی ہے پھر آج تک جنابِ صغریٰؑ پہ کوئی کتاب نہیں لکھی گئی، وہ بھی ہے، جنابِ اُمِّ کلثومؑ پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی، وہ بھی ہے علاوہ اسکے مولا علیؑ پر، جنابِ فاطمہؑ پہ، جنابِ زینبؑ پہ، یہ تو خاص موضوع ہیں جن پر لوگوں نے لکھا ہے لیکن یہ جو موضوع میں آپ کو بتا رہا ہوں اس پر کسی نے کتابیں نہیں لکھیں اس لئے میں نے ان موضوعات کو کامل کیا ہے۔ اب کوئی خریدے یا نہ خریدے! ہم نے اپنا کام کر دیا

ہے ہم نے اپنا کام کر دیا ہے۔اب جو شوقین ہوں گے اور شکر ہے کہ لاہور کے عشرے میں ہماری یہ سو۰۰ا کتابیں لوگوں نے لیں۔سو آدمی بہت ہوتے ہیں اگر سو آدمی کتاب پڑھیں اور تقریباً چالیس پچاس لوگوں نے ملتان میں لیں۔اب یہ کراچی پاکستان کا سب سے بڑا شہر ہے۔دیکھنا یہ ہے کہ لاہور اور ملتان سے کم رہتے ہیں یا کراچی کے لوگ آگے بڑھتے ہیں مطالعے کا امتحان ہوگا میرا یہ سروے (survey) ہوجائے گا پتہ چل جائے گا۔اب رہ گیا یہ کہ پیسے وغیرہ اُس کی بات ہم سے نہ کیجئے گا کیونکہ آقا محسن حکیم آیت اللہ کہتے تھے کہ کتاب خریدنے کے لئے کبھی یہ نہ کہنا کہ مہنگی ہے، پیسے نہیں ہیں بلکہ انہوں نے کہا اسٹوڈنٹس (students) سے اپنے تمام شاگردوں سے کہ جسم کا لباس بھی بیچنا پڑے، گھر کا سامان بھی بیچنا پڑے تو وہ بیچ دینا، کتاب خرید لینا، پڑھنا ضرور، کتاب پڑھے بغیر سب بیکار ہے اور پاکستان میں یہ بیماری عام ہے کہ کتاب نہیں پڑھتے۔آپ لوگ ضرور کتاب پڑھیں اس لئے کہ آپ کے پاس کتاب سمجھانے والے بھی ہیں اور کتاب بھی ہے۔وہ بیکار ہے کہ کتاب تو لوگ خرید رہے ہیں اور خرید کے رکھ لی۔تاج کمپنی کا قرآن لیکن سمجھانے والے ان کے پاس نہیں ہیں۔اگر سمجھانے والے ہوتے تو کتاب سمجھ میں آچکی ہوتی، تو ہم اس میں آپ کے لئے مطالعے کو آسان بنا رہے ہیں۔اب دیکھئے تحقیق کتنی مشکل منزل ہے اور جب چودہ سو برس میں مورخین نے بغیر ریسرچ کے روایتیں لکھ دی ہوں تو ان کو پرکھنا کتنا مشکل ہے۔اب دیکھئے میں مثال دیتا ہوں تین چیزیں تین چیزیں حضرتِ عباسؑ کی سوانحِ حیات سے ہم لیتے ہیں اور لے کر کتابوں سے آپ کو سمجھاتے ہیں آپ کو کہ تحقیق کسے کہتے ہیں۔اچھا! اب ہر دور کا مورخ جو حضرت

عباسؑ کی سوانح حیات لکھ رہا ہے وہ تین چیزوں کو چاہتا ہے کہ تینوں چیزیں ایک وقت میں وہ ثابت کر دے، تینوں باتوں کو منوا لے لیکن تینوں باتیں الگ الگ سمت میں جا رہی ہیں۔ اب وہ کیا ہیں تین باتیں؟ پہلی بات مورخ یہ لکھ رہا ہے کہ حضرتِ اُمّ البنینؑ کی شادی جنابِ سیّدہؑ کی وفات کے بعد مولا علیؑ سے ہو گئی۔ سمجھ گئے نا آپ یعنی وہ یہ چاہتا ہے کہ جنابِ سیّدہؑ کے فوراً بعد یہ ثابت کرے کہ علیؑ نے جو دوسری شادی کی وہ مادرِ عباسؑ سے یعنی اُمّ البنینؑ سے کی۔ یہ بات وہ منوانا چاہتا ہے، مورّخ اصرار کر رہا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اُمّ البنینؑ کو اولیت دے بعدِ سیّدہؑ اس لئے وہ بضد ہے کہ جنابِ سیّدہؑ کے بعد جو شادی وہ دکھائے وہ اُمّ البنینؑ کی ہو۔ ٹھیک ہے صاحب چلیئے، مان لیجئے، مورّخ کی بات مان لیجئے ایسا ہوا ہوگا...! دوسری بات وہ کہتا ہے کہ حضرتِ عباسؑ شادی کے ایک سال کے بعد پیدا ہوئے اور پیدا ہوئے ۲۶ھ میں، تیسری خلافت کے دور میں ۲۶ھ میں اس پر بھی بضد ہے کہ ۲۶ھ منوائے۔ اب تیسری بات وہ یہ کہہ رہا ہے کہ کربلا میں عباسؑ ۳۴ برس کے تھے۔ ایک ہی وقت میں تین باتیں منوانا چاہتا ہے۔ اُمّ البنینؑ کی شادی دکھانا چاہتا ہے جنابِ سیّدہؑ کے فوراً بعد، ۲۶ھ میں ولادت دکھانا چاہتا ہے، کربلا میں عباسؑ کو بتیس برس کا دکھانا چاہتا ہے اور تینوں باتوں میں بضد ہے اور یہ نہیں دیکھ رہا ہے کہ یہ تینوں باتیں ٹیلی (tele) نہیں کر رہی ہیں۔ اب اگر آپ یہ نظر میں رکھ کے پھر کتابیں ساری پڑھ ڈالیئے حضرتِ عباسؑ پر تو آپ الجھن میں پڑ جائیں گے۔ تینوں باتوں پہ اصرار کر رہا ہے۔ اب آیئے دیکھیے، بی بی کی شہزادی کی شہادت ہوئی ۱۱ھ میں اس کے فوراً بعد ہے ۱۲ھ اگر اُمّ البنینؑ کی شادی ۱۲ھ میں ہوئی تو ۱۲ھ سے ۶۱ھ کے درمیان کتنے برس بنے؟

اُنچاس برس بنے اُنچاس برس یعنی ایک کم پچاس، وہ کہہ رہا ہے شادی کے بعد عباسؑ پیدا ہوئے ایک سال کے بعد۔ ایک سال کے بعد شادی اگر ۱۲ھ میں ہوئی تو ۱۴ھ میں پیدا ہوئے تو ۲۶ھ کا کیا ہوگا؟ اب وہ بتیس برس کا کیا ہوگا اس لئے کہ کربلا میں عباسؑ کو اڑتالیس برس کا ہونا چاہئے سمجھ گئے نا آپ...! بتیس کا بھی لکھ رہا ہے، چھبیس میں ولادت لکھ رہا ہے۔ شادی کے ایک سال بعد چاہتا ہے کہ عباسؑ کی ولادت بھی دکھا دے۔ شادی جنابِ سیّدہؑ کے فوراً بعد دکھانا چاہ رہا ہے۔ یہ نہیں دیکھ رہا ہے کہ میں تینوں باتیں غلط لکھ رہا ہوں اور پڑھنے والوں کو مغالطے میں مبتلا کر رہا ہوں پلٹ پلٹ کے۔ صرف ریسرچ نہیں جانتا، تحقیق نہیں جانتا اب پتہ چلا ہر کتاب لکھنے والا محقق نہیں ہوتا۔ میں آپ کو مشکلات بتا رہا ہوں۔ آپ میری مجلس کا موازنہ کرتے رہتے ہوں گے ذاکروں سے لیکن کبھی آپ نے یہ نہیں سوچا کہ ضمیر اختر نے کن مشکلات میں یہ لفظ ہم کو سنائے ہوں گے...؟ کتنی ریسرچ کی ہوگی؟ کدھر کدھر دیکھا ہوگا کہ یہ لفظ کہیں غلط نہ ثابت ہو جائے اس لئے کہ ٹیپ کا زمانہ ہے، لوگ ٹیپ لا کے سنا کے کہہ سکتے ہیں کہ یہ پڑھا...! سمجھ گئے نا آپ، دیکھئے قلم میں آدمی پھنس جاتا ہے پہلے تقریر میں آزاد تھا جو چاہے کہہ دے محفوظ تو ہوئی نہیں آواز، اب سائنس دانوں نے اس آواز کو بھی محفوظ کر دیا، جیسے قلم کا لکھا ویسے ہی زبان سے کہا ہوا اور یہ زیادہ آسان ہے کہ CD لگائی کمپیوٹر پہ کہا دیکھئے آپ نے یہ پڑھا ذرا دیکھئے آپ یہاں یہ کہہ رہے ہیں کہ شادی اُمّ البنینؑ کی ۱۲ھ میں ہوگئی اور آپ نے یہ بھی کہا کہ عباسؑ بتیس برس کے تھے اور آپ نے یہ بھی کہا کہ شادی کے ایک سال کے بعد عباسؑ پیدا ہوئے تو عباسؑ کی عمر تو کربلا میں اڑتالیس برس ہوگئی۔ اگر ۱۳ھ میں پیدا ہوگئے تو پھر آپ

نے بتیس کیوں لکھا۔ آپ نے ہمیں ریکارڈ سنا دیا تو ہمارے پاس کیا جواز ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہ ارے صاحب جو لکھا ہے وہ پڑھ دیا۔ یہی تو مسئلہ ہے کہ ہم نے چالیس برس میں جو کچھ پڑھا ہے آپ کے سامنے جو لکھا تھا وہ نہیں پڑھا جب تک کہ طے نہیں کر لیا کہ صحیح کیا ہے۔! جب تک کہ یہ طے نہیں کر لیا کہ صحیح کیا ہے ہم نے آپ تک بات نہیں پہنچائی۔ ہم نے آپ کو کبھی مغالطے میں نہیں ڈالا، کیوں نہیں ڈالا؟ اس لیئے کہ لفظِ وفا توحید کے لئے ہے۔ جس نے لا الہ کہہ دیا اب وہ اس کے دائرہ کار سے نکل جائے گا تو کافر ہو جائے گا اور اگر دائرے میں ہے تو وفادار کہلائے گا، وفا کا لفظ ایجاد ہوا توحید کے لئے، توحید کے معنی ہیں وفا، وفا کے معنی ہیں توحید۔ کہہ دیا اللہ ایک تو بات بدلنی نہیں ہے یہ ہے وفاداری، اسے کہتے ہیں وفاداری، تو اب جو کچھ ہم آپ کو سنا رہے ہیں اور جو ہم پڑھ رہے ہیں، جس کا ذکر کر رہے ہیں اگر اس ذکر سے ہم وفادار نہیں ہیں تو ہمارا مجلس پڑھنا بھی بیکار ہے آپ کا وقت بھی ہم نے ضائع کیا، اتنے سینکڑوں ہزاروں لوگوں کے وقت کو خراب کرنے کا بھی ہم پر عذاب ہوگا اگر غلط بات پہنچا دی۔ اگر آج سے چودہ سو برس پہلے مسلمان حدیثِ پیغمبرؐ کو پرکھ لیتے تو سمجھ لیتے کہ ان حدیثوں سے چودہ صدیوں میں کتنے لوگوں کا وقت برباد کریں گے ہم۔ اس لئے اک علم ایجاد ہوا علمِ رجال اور اس کے موجد علیؑ ہیں اور پھر ان کا ہر بیٹا اس پر عامل رہا کہ یہ علم سکھائے، کہ جب تک رجال پر عبور نہیں حاصل کر لو گے، نہیں جان سکتے کہ روایت سچی ہے کہ جھوٹی۔ رجال جمع ہے رجل کی، رجل کہتے ہیں مرد کو، کل ہم علم دیں گے رجل کو، راوی جو ہو وہ رجل ہو مرد ہو، یعنی بات کا وفادار ہو، جھوٹ نہ بولتا ہو، اپنی طرف سے روایت میں کچھ ملایا نہ ہو، اسے کہتے ہیں علمِ رجال۔ اس

کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ سچا ہو صادق ہو، کبھی جھوٹ نہ بولا ہو۔ راوی نے اگر زندگی میں کبھی اس کا جھوٹ پکڑا گیا تو جتنی سچی روایتیں بھی سنائی ہیں سب اس کے کھاتے سے نکال دی جائیں گی، وہ راوی نہیں رہے گا۔ یہ ہے علمِ رجال، ایک بار اگر جھوٹ بول دیا اس نے، پکڑا جائے گا، جب تک کہ یہ علم نہیں ہے مسلمانوں کے پاس آپ حدیثوں کے ڈھیر لگا دیں، بیکار ہے اور پھر بتا دیا کہ رجال کے ساتھ ساتھ یہ دیکھ لینا کہ حدیث قرآن کی آیت کے مطابق ہے یا نہیں۔ ابھی میں نے آپ کو ایک آیت سنائی تھی اور ایک حدیث فوراً سنائی تھی دونوں مل گئیں نا وہاں ابناء نا اور یہاں کہا ہیں صلبِ علیؑ سے میرے بیٹے، وہ آیہ ہے ابناء نا اور یہ حدیث ہے، دونوں مل رہی ہیں نا...... دونوں ایک دوسرے کی ضد تو نہیں ہیں، بات ٹکرا تو نہیں رہی ہے، لیکن اگر یہ کہہ دیا جائے حدیث میں کہ رسولؐ یہ کہہ گئے کہ نہ میں کسی کا وارث ہوتا ہوں نہ کسی کو وارث بناتا ہوں تو اب اس حدیث کو قرآن میں دیکھا جائے گا۔ قرآن میں دو جگہ یہ آیا کہ زکریاؑ نے کہا کہ مجھے بیٹا دے تا کہ میری زمینوں کا وہ وارث بنے۔ داؤدؑ نے سلیمانؑ کو اپنی زمینوں کا اور مال کا وارث بنایا کہ نبی وارث ہوتا بھی ہے اور ولدت بناتا بھی ہے۔ یہ حدیث کیسے آئی؟ سیّدہؑ نبی کی وارث تھیں، حدیث جھوٹی ہوگئی، حدیث جھوٹی ہوگئی تو جب تک آپ پرکھ نہ لیں حالات اور واقعات کو کیسے حوالے کریں گے، مستقبل کے صفحات کو کیسے لکھیں گے...! اگر نہیں تو پھر نقل کر دیجئے جو پہلے لکھا تھا وہی اٹھائیے نقل کر دیجئے تو آپ کو کیا پتہ کتاب میں مجھ کو کیا دقتیں ہوئیں۔ تو پہلے میں نے یہ مسئلہ حل کیا کہ لاؤ پورا جائزہ لیتے ہیں کہ علیؑ کی بیویاں کتنی ہیں اور کب کب شادی ہوئی اور تمام بیٹوں کی عمریں ہم دیکھ لیں۔ اس سے ہمیں اندازہ ہو جائے گا کہ کس بی بی سے

کون سا بیٹا پیدا ہوا۔ اب یہ ڈھونڈنا مشکل تھا کہ شادی کب ہوئی، سن تو کسی نے لکھا نہیں، سن کیسے وہ بتا دیتے۔ فلانا واقعہ ہوا اس کے بعد یہ شادی ہوگئی۔ نہیں سمجھے آپ، سمجھیں ناں آپ، یعنی سن ڈھونڈھنا مشکل نہیں ہے۔ راوی سن نہیں دکھا سکتا تھا۔ سن سے کوئی دلچسپی نہیں تھی مورخین کو کہیں بھی سن نہیں لکھتے تھے بس کیا لکھا بدر کی لڑائی ہوئی اور اس کے بعد علیؑ اور فاطمہؑ کی شادی ہوگئی تو اُس سے یہ پتہ چلا کہ پہلی ہجری میں بدر ہوئی اس کے بعد فوراً دوسری ہجری آ گئی۔ تو علیؑ کی شادی جنابِ سیدہؑ سے دوسری ہجری میں ہوئی۔ جنگِ خندق ہوئی اس کے بعد امامِ حسینؑ پیدا ہوگئے، سمجھ میں بات آ گئی کہ چار ہجری میں پیدا ہوئے۔ اس لئے کہ جنگ کب ہوئی؟ سات ہجری خیبر ہوئی۔ سمجھ گئے نا آپ۔ اس کے بعد جو واقعہ ہو جائے وہ آٹھ ہجری میں ہوگا تو واقعہ سے لکھا کرتے یعنی رسولؐ اللہ کب پیدا ہوئے؟ کہا اس سال پیدا ہوئے جب ہاتھی والے آئے تھے۔ ہے نا قرآن میں "اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ" تو جس سال ہاتھی والے آئے اس سال نبیؐ پیدا ہوئے، قرآن نے گواہی دی "اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ" اے محمدؐ تم نے دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھی لے کر آئے تھے، یعنی نبیؐ دیکھ رہے تھے کہ ابراہہ لے کر آیا ہے۔ قرآن نے ولادت کا سن بتایا یا پوچھا علیؑ کب پیدا ہوئے؟ انھوں نے کہا جب ہاتھی والے آئے تھے اس کو تیس برس گزر چکے تھے جب علیؑ کعبے میں پیدا ہوئے تو انھوں نے کہا تیس عام الفیل۔ اس طرح سن تلاش کیا جاتا ہے تو جب ہمیں پتہ چل گیا کہ سن تلاش کیسے عرب والے کرتے تھے تو ہم نے تلاش کر لیا ہمیں پتہ چل گیا تو پہلے ہم نے ترتیب بنائی کہ پہلے ہم یہ دیکھ لیں کہ حضرت علیؑ کی بیویاں کتنی ہیں پھر ہم یہ دیکھ لیں کہ علیؑ کے بیٹے

کتنے ہیں پھر ہم یہ دیکھ لیں کہ علیؑ کی بیٹیاں کتنی ہیں؟ اس کے بعد ترتیب میں ہم یہ دیکھ لیں کہ حضرت اُمّ البنینؑ کب بیاہ کر آ رہی ہیں تو پہلا چیپٹر (chapter) ہم نے اس کا لکھا قرآن میں عورت کا مرتبہ۔ یہاں سے ہم نے شروع کیا اور کیونکہ ایک خاتون پر کتاب ہے تو پہلے ہم یہ بتا دیں کہ قرآن میں کتنی عورتوں کا ذکر ہے! تو عورت کی عظمت قرآن و محمدؐ و آلِ محمدؐ کی نظر میں اور پھر وہ گیارہ عورتیں جن کا قرآن میں ذکر ہے ان گیارہ عورتوں کا ذکر کیا۔ اس کے بعد مولا علیؑ کی ازدواجی زندگی، ظاہر ہے پہلی بار آپ کو اس کتاب میں یہ بات ملے گی۔ یہ میں نے حضرت علیؑ کی بیویاں سب کے نام، اولاد، بیٹوں کے نام، اور اس میں آپ کو ابھی میں تھوڑا تھوڑا حیرت زدہ کروں گا، اور کچھ آپ سے پوچھوں گا،... یہ سب سے پہلی شادی مولا علیؑ کی جنابِ سیّدہؑ سے ہوئی دو ہجری میں بی بی نے آخری وقت وصیت کی۔ کیا وصیت کی، کہ یا علیؑ میرے بعد آپ اُمامہ سے شادی کیجئے گا، اُمامہ کون ہیں؟ جنابِ خدیجہؑ نے اپنی رشتے کی بہن ہالہ کی بیٹیوں کو ان کے باپ کے مرنے کے بعد پالا تھا۔ جنابِ خدیجہؑ جو بچیاں عرب میں یتیم ہو جاتی تھیں ان کو گود لے لیتی تھیں اُنھیں پالتی تھیں۔ ان کا خیال رکھتی تھیں جب وہ بڑی ہوتی تھیں ان کی شادیاں کرتی تھیں، ان کو جہیز دیتی تھیں، انہیں رخصت کرتی تھیں اور انہیں یہ احساس دلاتی تھیں تم یہ نہ سمجھنا تمہارے ماں، باپ مر گئے، خدیجہؑ ہے.... جو ضرورت ہو مجھ سے کہنا ایسی نامعلوم کتنی بچیوں کی شادی جنابِ خدیجہؑ نے کی۔ اس میں ہالہ کی بچیوں کو بھی پالا، اس میں بڑی تھی زینب اور وہ ابوالعاص کی بیٹی تھی اس لئے کہ ہالہ کی شادی ابوالعاص سے ہوئی تھی اور اس سے تھی اُمامہ تو چونکہ سیّدہؑ کی ماں نے اُمامہ کی ماں کو پالا تھا، تو اُمامہ اپنا میکہ سیّدہؑ کے گھر میں سمجھتی تھی۔ وہ

حسنؑ و حسینؑ کی خدمت کیا کرتی تھی، ایک خادمہ کی طرح تو بی بیؑ نے کہا چونکہ یہ میرے بچوں سے بہت محبت رکھتی ہے، میرے بعد آپ اُمامہ سے عقد کر لیجئے گا، تو اب ظاہر ہے بی بیؑ کی شہادت کے بعد مولا علیؑ پورے چھ مہینے کے بعد اُمامہ سے عقد کر رہے ہیں۔ اب یہ تو طے ہو گیا ہے سیّدہؑ کے بعد عقد اُمّ البنینؑ سے نہیں ہوا۔ وصیت کے مطابق اب دوسری بیوی جو بن رہی ہیں علیؑ کی وہ اُمامہ ہیں۔ سمجھ گئے نا آپ۔ اب یہ شادی کس سن میں ہوگی ظاہر ہے کہ گیارہ ہجری گزر کے بارہ ہجری میں ہوگی تو اس کا سن بن گیا چھ مہینے کے بعد۔ جنابِ سیّدہؑ کی شہادت کے چھ مہینے کے بعد جو سن آ جائے گا وہ بارہ ہجری آ جائے گا۔ یہ تو طے ہو گیا کہ آپ کی یہ شادی بارہ ہجری میں ہوئی۔ اب اس کے بعد تیرہ ہجری آ رہی ہے، تیرہ ہجری میں مسئلہ اٹھا زکوٰۃ کا، کہ باہر کے مضافات سے زکوٰۃ لے کر آؤ، مالک بن نویرہ صحابیِٔ رسولؐ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ خالد بن ولید نے سب کو قتل کر دیا اور عورتوں کو قیدی بنا کے مدینے لے آئے، جب وہ عورتیں قیدی بن کے آئیں تو انھوں نے رسولؐ اللہ کی قبر پر زاری کی کہ ہم لا الٰہ اِلاّ اللّٰہ کہتے ہیں، ہم مسلمان ہیں، ہم آپ کو نبیؐ مانتے ہیں لیکن ہمارے مردوں کو ان مسلمانوں نے قتل کر دیا، مسلمان ہونے کے باوجود، یہ فریاد کی رسولؐ اللہ سے اور ان میں ایک بی بی جو آئیں وہ ہیں خولہ بنتِ جعفر بن قیسِ حنفیہ، قبیلہ حنفیہ کی لوگوں نے کہا کہ بھئی ان کو فروخت کر دو تو مولا علیؑ نے کہا کہ جو لا الٰہ کہتی ہیں عورتیں انہیں فروخت نہیں کیا جا سکتا۔ مسلمان عورت بیچی نہیں جا سکتی۔ یہ کنیزیں نہیں بنائی جا سکتیں قرآن تو اٹھا کے پڑھو... ان کی شادیاں کرو ان کی مرضی سے... مرضی سے شادیاں ہو گئیں جو بیوائیں تھیں... یا جو لڑکیاں آئیں تھیں... اب خولہ جو ہیں یہ کہتی ہیں کہ میں اس

سے شادی کروں گی کہ جو مجھے یہ بتائے کہ جب میں پیدا ہوئی تھی تو کیا ہوا تھا ؟ مولا علیؑ نے کہا میں بتاتا ہوں ...جب تو پیدا ہوئی تھی تو تو نے اپنی ماں سے کلام کیا ..تو نے جو کلام کیا تیری ماں نے تیرے کلام کو ایک چاندی کی تختی پر لکھ کر تیرے بازو پر باندھ دیا۔ اس نے کہا آپ نے سچ کہا آپ صادق ہیں، ایسا ہی ہوا لیکن اب یہ بتایئے کہ وہ تعویز جو میری ماں نے میرے بازو پر باندھا تھا وہ کہاں ہے؟ آپ نے کہا...وہ تیرے بالوں کے جوڑے میں اس وقت چھپا ہوا ہے اس لئے کہ جب تو اسیر بننے لگی تو تُو نے بالوں میں اس تعویز کو چھپا لیا۔ اپنے بالوں کو جھٹک تو تعویز گرے گا۔ اس نے خود کہا آپ مجھے اپنے عقد میں لے سکتے ہیں۔ خولہ مولا علیؑ کے عقد میں آ گئی۔ اب یہ تیسرا عقد ہے مولا علیؑ کا بیٹا جو پیدا ہوا محمد حنفیہ تو اب حسنؑ، حسینؑ کے بعد امامہ کا بیٹا بڑا ہوگا جو امامہ سے پیدا ہوگا۔ پھر اس کے بعد چوتھے نمبر پر محمد حنفیہ ہوں گے اب اس کے ڈھائی سال کے بعد اسماء بنتِ عمیس بیوہ ہوگئیں۔ اس لئے کے خلیفۂ وقت کی بیوی تھیں ۔ جب وہ بیوہ ہوگئیں تو علیؑ کے عقد میں آ گئیں۔ اب یہ چوتھی شادی ہوگئی اور اب جو بیٹا ان سے پیدا ہوگا وہ محمد حنفیہ سے چھوٹا ہوگا...تو حسنؑ و حسینؑ کے بعد تین بیٹے اور ہو گئے، ایک بیٹا امامہ سے ہو گیا...ایک بیٹا خولہ سے ہو گیا ایک اسماء سے ہو گیا...سمجھ گئے نا...! تو اب یہ سارے سن مقرر ہو گئے...یعنی اسماء کس سن میں بیوہ ہو رہی ہیں۔ عدت کے بعد علیؑ نے نکاح کر لیا ہوگا اس بیوہ سے ...جس سن میں ان کا شوہر مرے گا اس سن سے وہ عدت کے تین مہینے نکال کر جو سن بنے گا وہ ان کی شادی کا سن ہوگا...جب سارے سن مل گئے تو میں نے آگے سارے سن لکھ دیئے ہیں کہ خولہ سے عقد کا سال کیا ہے...امامہ سے عقد کا سال کیا ہے اسماء سے عقد کا سال

کیا ہے ...اور اب ۲۱ھ میں حضرتِ اُمّ البنینؑ کے لئے فرمائش کی ہے ...عقیلؑ سے ...اور ایک سال شادی کے بعد عباسؑ پیدا ہوئے یعنی ۲۲ھ میں ...!اب کربلا میں چونتیس اور اڑتیس کے درمیان عمر ہے ...آپ حساب لگا لیجئے میں نے آخر تک سارا حساب لگا لیا ہے اور اس کے بعد میں نے یہ بتا دیا کہ جنابِ فاطمہؑ سے کتنے بیٹے ہوئے ..حسنؑ و حسینؑ، زینبؑ، اُمّ کلثومؑ محسنؑ، اُمّ البنینؑ کے بطن سے چار اولادیں تھیں ...عباسؑ، جعفرؑ، عبداللہؑ، عمرانؑ (بیٹی کا نام) لیلیٰؑ بنتِ مسعود کے بطن سے دو بیٹے محمد اصغرؑ، عبداللہؑ ...اُمّ سعیدؑ کے بطن سے اُمّ الحسنؑ، رملہؑ دو بیٹیاں .. اُمّ حبیبؑ کے بطن سے رقیہؑ، عمیرِ الاطرفؑ خولہ کے بطن سے محمد حنفیہؑ اب یہ حساب لگا کے بیٹوں کے نام کا دوبارہ چارٹ بنایا میں نے اس طرح ..تا کہ کسی طرح غلط فہمی نہ پیدا ہو... پہلے بیویوں کا چارٹ بنایا ..پھر بیویوں سے بیٹوں کا چارٹ بنایا ...پھر بیٹوں سے ماؤں کا چارٹ بنایا ..تا کہ کہیں سے آپ کو ذرا سی پڑھنے میں بھی غلط فہمی نہ پیدا ہو، حسنؑ، حسینؑ محسنؑ جنابِ فاطمہؑ سے ...یہ نمبرنگ (numbering) ہے، یہاں تک آ کے اُنیس بیٹے آپؑ کے۔اور اب بیٹوں کے نام سنتے جایئے ...علیؑ کے اُنیس بیٹے ..اُنیس نام میں بتاتا ہوں ...اس کے بعد ایک سوال آپ سے کرتا ہوں ...تین بیٹے جنابِ فاطمہؑ سے ..محمد حنفیہ خولہؑ سے ... یحییٰؑ اور عونؑ اسماءؑ سے ...عباسؑ، عبداللہؑ، عمرانؑ، جعفرؑ اُمّ البنینؑ سے، محمد اصغرؑ، عبداللہؑ لیلیٰؑ بنتِ مسعود سے، عمیرؑ الاطرف، عباسِؑ اصغر، محمد اصغرؑ، ابراہیمؑ صہبا تغلبیہؑ سے عبداللہِؑ اوسط اُمّ شعیبؑ سے، محمدِ اوسطؑ امامہ بنتِ ابی العاص سے، احمد.....بنتِ امراء القیسؑ سے ...یہ ہیں اُنیس بیٹے ...ان انیس ناموں میں کوئی ایسا نام آیا جو آپ گھبرا جائیں کہ علیؑ نے یہ نام بھی رکھے تھے ..!ارے! کوئی نام آیا

تو بتا دیں نا.....بھئی بیٹے انیس ہو گئے۔اب اگر اُن ناموں کو آپ لاتے ہیں، اگر تین نام آپ بڑھانا چاہیں گے تو بائیس تیئس بیٹے ہو جائیں گے، تاریخ میں تو اٹھارہ انیس کے درمیان لکھے ہوئے ہیں۔اس لئے اب اضافہ ہو نہیں سکتا...اور اگر نام آپ لیں گے تو مائیں بتانا پڑیں گی۔یہیں سے مورّخ کا جھوٹ کھل جائے گا کہ علیؑ یہ نام رکھتے ہی نہیں تھے بچوں کے...ہے نا اور آگے میں نے وضاحت کر دی ہے۔جیسے کہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے...کہ قافیوں کے ناموں کو مورّخ بدل دے...بھئی جب آیت میں بدلا جا سکتا ہے تو روایت میں بدلنا کیا مشکل ہے مولانا مودودی نے ''خلافت وملوکیت'' میں لکھا ہے کہ! آیت آئی ''اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرَانَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ'' مروان کا تب تھا اس نے آیت یوں لکھی۔ ''وآلِ مروانَ علیٰ العالمین'' تو عمران اور مروان کا وزن ایک ہے، عمران ہٹایا اس نے اپنا نام ڈال دیا تو جہاں قافیہ ''ن'' کا آجائے تو عمران کے قافیے کتنے ہیں؟ مروان بھی ہے اور کچھ اور بھی ہے..عمران ہٹایا یہ لکھ دیا آپ نے پوچھنا شروع کر دیا....کیا یہ نام بھی علیؑ کے بیٹے کا تھا؟ نہیں تھا...اس لئے کہ عمران ابو طالبؑ کا نام ہے...علیؑ اپنے باپ کے نام پہ رکھیں گے یا غیر کے باپ کے نام پہ...بیٹے کا نام دادا کے نام پہ رکھا جاتا ہے...تو جنابِ عالی...اس کے بعد میں نے چارٹ بنا دیا بیٹیوں کا اور اٹھارہ بیٹیوں کے نام میں نے لکھ دیئے ہیں اب اٹھارہ بیٹیوں کے نام میں بتاؤں گا آپ کو اس کے بعد ان کے شوہروں کے نام بھی سناتا ہوں پھر اس کے بعد آپ مجھ سے پوچھئے گا کہ اس میں ایک نام نہیں آیا...بھائی یہ ہمارا مجمع جو ہے نا یہ کب سے ہمیں سُن رہا ہے...بھائی سن اسّی سے یہ عشرہ ہو رہا ہے...

اور یہ کون سا سن چل رہا ہے دو ہزار چھ تو کوئی چیز بتانے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو اشارے میں بات ہوگی۔ جنابِ زینب کبریٰ اٹھارہ بیٹیوں میں سب سے افضل، اس کے بعد مرتبہ ہے جنابِ اُمِّ کلثوم کا پھر اس کے بعد فاطمہ بنتِ علیؑ، زینبِ صغریٰ، رقیہؑ، اُمِّ ہانی، اُمِّ سلمیٰؑ، اُمِّ کرامؑ، جمانہؑ، میمونہؑ، خدیجہؑ، نفیسہؑ، اُمِّ الحسنؑ، رملہ کبریٰؑ، سکینہؑ، رقیہ صغریٰؑ، تقیہؑ، رملہؑ صغریٰؑ، اب شوہروں کے نام سن لیجئے، حضرتِ زینبؑ شوہر حضرتِ عبداللہ ابنِ جعفرؑ، اُمِّ کلثومؑ شوہر عون بنِ جعفرِ طیارؑ فاطمہ بنتِ علیؑ شوہر محمد بنِ سعید بنِ عقیل، زینبِ صغریٰؑ شوہر محمد بنِ عقیلؑ، رقیہ حضرتِ مسلم بنِ عقیلؑ، اُمِّ ہانی عبداللہ اکبر بنِ عقیلؑ، اُمِّ سلمیٰؑ صلت بنِ عبداللہ بنِ نوفل بنِ حارث بنِ عبدالمطلبؑ... حضرت اُمِّ کرامؑ بچپن میں ہی انتقال کر گئیں، میمونہؑ عبداللہ اصغر بنِ عقیلؑ شوہر، خدیجہؑ حضرت عبدالرحمن بنِ عقیلؑ شوہر، نفیسہؑ کثیر ابنِ عباس بنِ عبدالمطلبؑ شوہر، اُمِّ الحسن جودہ ابنِ ہبیرا، گورنر خراسان اُمِّ الحسن کے شوہر، علیؑ کے داماد، رملہ کبریٰؑ ابوالہیاج بنِ عبداللہ بنِ ابوسفیان بنِ حارث بنِ عبدالمطلبؑ، یہ ابوسفیان عبدالمطلبؑ کے پوتے ہیں۔ وہ والا ابوسفیان نہیں...... سکینہؑ، رقیہ صغریٰؑ، تقیہؑ بچپن میں ہی انتقال کر گئی تھیں۔ رملہ صغریٰؑ جعفر بنِ عقیلؑ کی زوجہ اب ان شوہروں میں کسی غیر کا نام آیا۔ یہ سب اپنی پھوپھیوں کے گھر گئیں یا چچاؤں کے گھر گئیں جب چچاؤں پھوپھیوں کے لڑکے ہوتے ہیں تو اِدھر اُدھر سے رشتہ نہیں لیا جاتا یہ ہے وہ پاکیزہ گھرانا... جس میں لوگ چاہتے ہیں کہ ملاوٹ کی جائے۔

اس کی قیمت الگ کیوں ہے؟ اتنا فرق کیوں ہے؟ پانچ دس روپے کا... صاحب اس میں کوئی کنکر پتھر نہیں ملے گا وہ لے جاؤ گے تو خود چننا پڑے گا تو

کتابیں بھی دو طرح کی ہوتی ہیں...ملاوٹ والی سستی مل جائیں گی...اور جو کنکر پتھر چن کر ہے وہ ذرا مہنگی ملے گی گھبرانہ جانا...گھبرانہ جانا تو اب انشااللہ آج کی حد تک آپ نے کافی باتیں سن لیں...اور سمجھ لیا کہ تحقیق کیا ہے؟ کیا محنت کی گئی ہوگی اور آنے والی تقریروں میں ہم آپ کو وہ چیزیں سنائیں گے تو آپ حیران ہوں گے بعض چیزیں سن کر اور خوش بھی ہوں گے...کہ کیسے شادی ہوئی حضرتِ اُمّ البنینؑ کی، وہ بھی ہم آپ کو اِسی کتاب سے سنائیں گے کہ ہم نے کس طرح تحقیق کی اور شادی سے پہلے کیا کیا پیشین گوئیاں تھیں۔ وہ واقعات بھی آپ کو جو نئے نئے ہم نے تحقیق کیے ہیں، عربی کتابوں سے..فارسی کتابوں سے، ہم نے اس میں ان کے ترجمے لکھے ہیں...پھر ہم نے یہ بھی چیپٹر (chapter) رکھا ہے کہ ادب میں کس کس طرح اُمِّ البنینؑ اور حضرتِ عباسؑ کا ذکر شاعروں نے کیا... اور کہاں تک ان کی پہنچ تھی وہ بھی مَیں نے آخری چیپٹر (chapter) میں درج کر دیا ہے کہ انیسؔ، مونسؔ، مرزا دبیرؔ اور جدید عہد کے شعراء جو ہیں وہ کس طرح کس نظر سے ماں اور بیٹے کو دیکھ رہے تھے۔ کس طرح انھوں نے ریسرچ کر کے اپنی تحقیق کو پیش کیا...اپنے مرثیوں میں اپنے اشعار میں اپنے سلاموں میں اپنے قصائد میں، اِسی طرح یہ گفتگو بھی ہوگی کہ شادی کے بعد کیا دھوم ہوئی جب عباسؑ پیدا ہوئے...شائد ایک ایک تقریر ان موضوعات پہ ہو جائے....ہوسکتا ہے کہ ایک تقریر پوری شادی پر ہی ختم ہو جائے کہ کیسے اُمِّ البنینؑ کی شادی علیؑ سے ہوئی، اس لئے کہ وقت کا پتہ نہیں چلے گا....بیانات بڑے طویل ہیں...انشااللہ گفتگو کریں گے۔ پھر وہ دن کتنا مبارک ہے کہ جس دن علی کی گود میں عباسؑ جیسا بیٹا آیا..تو ہو سکتا ہے ایک پوری تقریر ولادت پر ہو جائے، پھر عباسؑ تنہا تو نہیں تھے تین بھائی

اور بھی پیدا ہوئے ان کی شان تھی اس لئے کہ یہ علیؑ کی وہ بیوی ہیں... جملے ضائع نہیں کیجئے گا، یہ سب قیمتی قیمتی جملے آجاتے ہیں حالانکہ پہلی تقریر کہ جملے یہ نہیں قیمتی جملے لیکن جب آجاتے ہیں تو دل چاہتا ہے کہ دے ہی دیں... تو یہ بھی ایک خوبصورت جملہ دے رہے ہیں کہ علیؑ کی بیویوں میں اُمّ البنینؑ وہ واحد بیوی ہیں جنھوں نے علیؑ کے گھر میں چار چاند لگا دیئے... چار چاند جیسے بیٹے امامت کے گھرانے کو دیئے... یہ ہیں اُمّ البنینؑ اس میں ہوسکتا ہے کہ آگے ہم عباسؑ کا بچپن بیان کریں اور تقریر اس ہی میں نکل جائے... پھر اس کے بعد ہم جوانی جب عباسؑ کی بیان کریں تو ایک تقریر اس ہی میں نکل جائے... اور پھر جب ہم عباسؑ کے حُسن کی تصویر کھینچیں گے تو ہوسکتا ہے ایک تقریر اس ہی پر ہو جائے اور پھر ہم عباسؑ کی شجاعت بیان کرنا شروع کریں... تو ہوسکتا ہے ایک سے زیادہ تقریریں ہو جائیں صرف شجاعت پر اور پھر جب ہم وفاداری کے مناظر کھینچیں تو ہوسکتا ہے کئی تقریریں ہو جائیں... تو ابھی کربلا پہنچتے پہنچتے، علم ملتے ملتے سقائیت کی منزل تک تو ہم کیسے دس تقریروں کی یہ منزلیں طے کریں گے۔ یہ آپ جتنا احساس کریں گے، جتنا محسوس کریں گے اتنا آپ کو اس موضوع میں لطف آئے گا اور لطف اس لئے بھی آئے گا کہ پہلی بار عشرے کا موضوع بنا ہے ورنہ آٹھ محرم تک تو سب نے سنا ہے۔ فضائل کی حد تک دس تقریریں، آپ اپنے اس ممدوح کا بیان سنیں گے جس کو آپ علیؑ کے بعد پکارتے ہیں... دو ہی پکارے جاتے ہیں... یا علیؑ... یا عباسؑ تو اس میں کراماتِ عباسؑ پہ تقریریں ہو جائیں گی جو عباسؑ نے کرامات دکھائیں... جو معجزے چودہ صدیوں میں ہوئے ہیں... روضے پر اور پوری دنیا کے ملکوں میں جہاں عباسؑ کے معجزے ہوئے وہ ہم آپ کو سنائیں گے۔

کوشش کریں گے کہ یہ سارے موضوع ایک ایک تقریر میں آئیں لیکن بعض موضوع اتنے پھیل جائیں گے کہ شائد دو اور تین تقریروں پر محیط ہو جائیں تو اس میں آپ پریشان نہ ہوں۔ ابھی یہ موضوع نہیں آیا، ابھی یہ موضوع نہیں آیا، بتدریج سارے موضوع سنا دیئے ہیں۔ یہ سارے موضوع آتے جائیں گے، عباسؑ کی جنگ پر بھی تقریر ہوگی کہ عباسؑ نے جنگ کیسے کی؟ اس پر گفتگو کریں گے اور کوشش یہ ہوگی کہ مصائب بھی روز حضرتِ عباسؑ کے ہی ہوں جو کہ مشکل گھڑی ہے لیکن بعض دن ہم کو مصائب میں موضوع سے ہٹنا ہوگا... اس لئے کہ سترہ صفر کو ہمیں آٹھویں امام کے مصائب پڑھنے پڑیں گے اور شبِ چہلم اور چہلم ہمیں اسیروں کا حال پڑھنا پڑے گا لیکن جتنی مجلسیں بچیں گی ان کے علاوہ جو موضوعاتی ہیں... تو کوشش یہ کریں گے کہ مصائب بھی ہم تحقیقی طور سے صرف حضرتِ عباسؑ ہی کے روز آپ کو سنائیں اور آپ اسے محفوظ کریں تو یہ وہ منزل ہے جہاں آپ اس کتاب کو پڑھیں گے تو آپ کو معلومات ہوں گی اور آپ دیکھیں گے کہ آخری جو چیپٹر (chapter) میں نے لکھا ہے، جدید دنیا اور میرے یہ مذہبی موضوعات... اُمِّ البنینؑ، حضرت عباسؑ تو اس میں مَیں نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ کون سی site ہے جو اُمِّ البنینؑ کے نام سے internet پر موجود ہے۔ www.umulbanin.com اور یہ آپ کے قطر کے مومنین نے یہ سائٹ بنائی ہے اور اس پر آپ کو اُمِّ البنینؑ کے بارے میں جو بھی معلومات چاہئیں مل جائیں گی لیکن وہ ظاہر ہے کہ عربی میں ہیں ساری چیزیں اس لئے کہ قطر کی زبان عربی ہے... بہرحال موجود ہے سائٹ بی بی کے نام کی اور وہ اس لئے ہے کہ تمام علماء نے اُمِّ البنینؑ کو بابُ الحوائج قرار دیا ہے.. کہ بابُ الحوائجؑ کی ماں بھی ہیں

اور خود بھی باب الحوائج ہیں...خود بھی ...اور حاجت پوری ہوتی ہے توسّلِ اُمِّ البنینؑ سے۔میں نے اس میں بتا دیا ہے کہ کس طرح اُمِّ البنینؑ کا دسترخوان ہوتا ہے...اور کیسے نذر مانی جاتی ہے اور کبھی نذر اُمِّ البنینؑ کی ایسا نہیں ہوتا کہ دعا پوری نہ ہو جو دعائیں لوگوں کی مقبول ہوئی ہیں وہ واقعات بھی میں نے اس میں لکھ دیئے ہیں کہ کن کن لوگوں نے کیا کیا دعا کی اور کیسے فوری طور پر اُمِّ البنینؑ نے دعا مانگنے والے کی مدد کی پھر سب سے مشکل منزل تھی کہ اُمِّ البنینؑ کی زیارت نہیں ملتی تھی۔ مجھے بہت تلاش کے بعد اُمِّ البنینؑ کی زیارت ملی۔ میں ایک بار زیارات پر کربلائے معلّٰی گیا تھا...دوسری بار یا پہلی بار ٹھیک سے یاد نہیں۔میں نے اس کا ذکر کیا ہے جب میں روضۂ حضرتِ عباسؑ سے نکلا تو میں یہ کہتا ہوا نکلا کہ کاش کوئی ایسی کتاب مجھے ملے عراق میں جس میں اُمِّ البنینؑ کی زیارت مل جائے... جیسے ہی میں آگے بڑھا..تھوڑی ہی دور بڑھا تھا میں روضے سے کہ میں نے دیکھا ایک آدمی چھوٹی چھوٹی پتلی پتلی کتابیں بیچ رہا تھا زمین پر فرش بچھائے ہوئے بوریا بچھائے ہوئے ....میں دیکھنے لگا...دور سے مجھے ایک کتاب نظر آئی زیارتِ اُمِّ البنینؑ ...ہرے رنگ کی کتاب تھی۔ وہ کتاب میں لایا کوئی تقریباً بیس برس میرے پاس رکھی رہی۔آج جب یہ کتاب چھپی تو میں نے کہا کمپیوٹر سے اتنا بڑا اس کا خط کر دیا ہے کہ جن کی نظریں بھی کمزور ہوں، چشمے بھی لگاتے ہوں تو آرام سے وہ پوری زیارت پڑھ سکتے ہیں..! جو منت مانی جاتی ہے اس میں یہ ہے کہ پہلے زیارت پڑھیں بی بی کی پھر منت مانیں اور پھر جیسے ہی مراد آئے تو بی بی کا دسترخوان کرے۔اس کے بعد میں نے اس کا ترجمہ لکھا ہے زیارت میں کیا کہہ رہے ہیں یعنی ہم سمجھ کے پڑھیں۔ ہم زیارت میں کہہ کیا رہے ہیں اور بی بی کو

کیسے خراج پیش کیا گیا ہے اور یہ زیارت امامِ صادقؑ کی لکھوائی ہوئی ہے..تو آخر میں ہم نے یہ دے دیا ہے زیارت دے دی ہے اور اس کے علاوہ ان کی وفات کی تاریخ تحقیق کر دی کہ جو لوگ ان کی وفات پر مجلس کرنا چاہیں تو وہ وفات کی تاریخ بھی ہم نے لکھ دی ہے کہ اس ہی تاریخ پہ مجلس کریں جو تحقیق سے میں نے تاریخ لکھ دی ہے..اس لئے کہ امام کے حوالے سے تاریخ میں نے لکھ دی ہے کسی صحت کی ضرورت نہیں کہ کہاں سے میں نے تاریخ لی ہے..اور امام کے حوالے سے اس میں موجود ہیں کہ تیرہ جمادی الثانی کو حضرتِ اُمّ البنینؑ کی وفات ہوئی اور قبر کی تصویر آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ جیسے ہی آپ جنّت البقیع میں داخل ہوں تو الٹے ہاتھ کو جو پہلی قبر آتی ہے سب سے پہلی وہ اُمّ البنینؑ کی قبر ہے۔اس لئے کہ اندر شہزادیٔ کونینؑ کی قبر ہے...اور دربانی عباسؑ کی ہے جیسے عباسؑ حسینؑ کے دربار میں...آپ کو پتہ ہے کہ جو حسینؑ کا گھر تھا..تو جو باہر کا دروازہ تھا،صدر دروازہ اس کے پہلو میں عباسؑ کا حجرہ تھا..تو صدر دروازے کی خبر رکھتے تھے اور عباسؑ کے اس حجرے کا دروازہ حسینؑ کے خاص حجرے میں کھلتا تھا..تو ادھر کا پتہ ہے کہ آقا کیا کہتے ہیں؟ کیا پیغام آتا ہے اور ادھر کی خبر ہے کہ کون ملنے آیا ہے؟ یہ تھی ذمہ داری عباسؑ کی تفصیل بیان کریں گے...! جب عباسؑ جوان ہوئے،جوان ہو گئے عباسؑ...تو عباسؑ نے اپنے تیس دوست بنائے۔مدینے میں تیس دوست بنائے اپنے ہم عمر...اور ان تیس دوستوں کو عباسؑ نے جو علیؑ سے فنونِ حرب سیکھے تھے... تلوار چلانا،نیزہ چلانا،گھوڑے پہ بیٹھنا ان دوستوں کو عباسؑ نے سکھایا تیس دوستوں کو عباسؑ نے تلوار عطا کی۔گھوڑے دیئے اور ایک دستہ تیار کیا۔اس دستے کا نام رکھا عباسؑ نے''حسینؑ کا حفاظتی دستہ'' مورخین نے لکھا ہے کہ جس وقت

حسینؑ چاہتے تھے کہ باہر آئیں عباسؑ مع ان تیس پہرہ داروں کے حسینؑ کو اپنے گھیرے میں لے لیتے تھے چاروں طرف جب حسینؑ چلتے گھوڑے پر تو وہ تیس عباسؑ کے دوست کبھی اِدھر چلتے کبھی اُدھر چلتے، آگے کوئی نہیں چلتا سب حسینؑ کے پیچھے حفاظت...اور جس وقت تیس بہادر عباسؑ کی سرکردگی میں باہر آتے تو اتنی دہل ہوتی تھی کہ لوگ ڈر ڈر کے ہٹتے جاتے تھے راستہ دیتے جاتے تھے۔ اتنی ہیبت سے حسینؑ کی سواری آتی تھی ...اور اس طرح عباسؑ حسینؑ کو لے کر آتے تھے۔ جس وقت حسینؑ برآمد ہو جاتے تھے تو لوگوں کے پسینے آ جاتے تھے پیشانی پر عباسؑ کا جلال دیکھ کے..مدینے میں کسی کی مجال نہیں تھی کہ آنکھ اٹھا کر حسینؑ کی طرف دیکھ سکے اس شان سے اٹھائیس رجب سے لے کر دو محرم تک پورے سفر میں عباسؑ اس حفاظت کے ساتھ حسینؑ کو لے کر گئے ہیں۔ یہ دستہ کیوں بنایا تھا حسینؑ نے شائد عباسؑ کو یہ معلوم تھا کہ حسینؑ کا حفاظتی دستہ حسینؑ کی حفاظت کرے گا اور میں کبھی کبھی حسینؑ کے پاس سے ہٹ بھی جایا کروں گا...چھوڑنا بھی پڑے گا ہمیں حسینؑ کو تو اس لئے کم از کم میرے بتائے ہوئے محافظ حسینؑ کے ارد گرد رہیں۔ جملے کو آپ نے نظر انداز کر دیا۔ اس لئے کہ عباسؑ کو معلوم ہے کہ ہٹنا پڑے گا... حسینؑ کے پاس سے ہٹنا پڑے گا راستے میں...تو تیس آدمی تو ہوں حسینؑ کے پاس...کیوں ہٹنا پڑے گا؟ شائد آواز سکینہؑ کی آ جائے چچا ادھر آیئے..شائد زینبؑ کی آواز آ جائے..ارے عباسؑ ذرا ادھر تو آؤ بہن کچھ کہنا چاہتی ہے..دیکھا آپ نے کتنا قیمتی جملہ تھا جو میں نے کہا..تو حسینؑ کے پاس سے کچھ دیر کے لئے عباسؑ کو ہٹنا پڑے گا...اللہ اکبر...خوب آپ نے محبت سے مجلس سنی اور ہم پہلے عشرے میں عرض بھی کیا کرتے ہیں۔ پہلی دوسری محرم کو اکثر ہم نے یہ بات پڑھی ہے

اور کتاب میں بھی ہم نے لکھی ہے ..کہ جب قافلہ تیار ہو چکا، اٹھائیس رجب کو
اور بیبیاں سوار ہو چکیں ناقے بڑھ چکے اور عباسؑ نے چاروں طرف دیکھا کہ
سب سامان بھی بار ہو چکا ناقے بھی بیبیوں کے آگے بڑھ چکے۔ سب سے آخر
میں آخری نظر مکان پر عباسؑ نے ڈالی ...وہ بھرا مکان جہاں چہل پہل تھی عباسؑ کو
ویران نظر آیا..آخری نظر ڈال کر سر جھکا کر چلے ...کہ مرتجز پہ سوار ہو جائیں اور
قافلے کے ساتھ روانہ ہو جائیں کہ عصمتِ سرا کا پردہ ہٹا ایک کنیز باہر آئی پکار کر کہا
شہزادے عباسؑ ماں بلا رہی ہے اُمّ البنینؑ ہیں...اُمّ البنینؑ بلا رہی ہیں۔ گھوڑے
پر سوار ہوتے ہوتے واپس ہو گئے ۔ واپس آ گئے، آئے کہا عباسؑ اُمّ البنینؑ نے
کہا عباسؑ تینوں بھائیوں کو بھی لے کر ساتھ آؤ عباسؑ واپس آئے آواز دی جعفرؑ
جلدی نہ کرو عبداللہؑ ادھر آؤ عمرانؑ اِدھر آؤ ماں بلا رہی ہے۔ اب ذرا سوچئے چار
برابر کے قامتؑ کے جوان بیٹے اللہ اکبر...چھبیس برس کا بیٹا اٹھائیس برس کا بیٹا،
تیئس برس کا بیٹا، بتیس یا چونتیس برس کا بیٹا چار جوان برابر کے، کمر میں تلواریں
لگائے ہوئے چاروں برابر کے بیٹے ماں کے سامنے کھڑے ہو گئے اور صرف
عباسؑ کو مخاطب کیا اور کہا عباسؑ یہ حسینؑ نہیں جا رہا ہے یہ فاطمہؑ کی جان جا رہی ہے
۔ یہ فاطمہؑ کی روح ہے۔ اب اس سے زیادہ قیامت کا جملہ کیا ہو سکتا ہے عباس
کے لئے جو ماں نے آخری جملہ کہا...میں سمجھتا ہوں کہ مدینے کی زمین ہل گئی ہوگی
اُمّ البنینؑ کے اس جملے پر اور جملہ یہ کہا! عباسؑ حسینؑ کو میں تم سے لوں گی جملہ میرا
ابھی پورا نہیں ہوا...اُمّ البنینؑ کہتی ہیں عباسؑ حسینؑ کو میں تم سے لوں گی اور اس
کے بعد کہا عباسؑ اگر حسینؑ کو کچھ ہو گیا تو ماں دودھ نہیں بخشے گی، ماں دودھ نہیں
بخشے گی ...آگے پڑھنے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے اور چھوٹا سا جملہ ادا کر رہا ہوں

اک بار بشیر کو جب یہ معلوم ہوا کہ مادرِ عباسؑ ہیں یہ تو اس نے بیان دینا شروع کردیا کہ بی بیؑ ہم تمہیں کیا عباسؑ کے کارنامے بتائیں اور کیا ہم تمہیں تمہارے بیٹوں کی بہادری بتائیں جعفرؑ اور عبداللہؑ اور عمرانؑ کی۔ تو ایک بار ہاتھ اٹھا کر کہا رُک جا بشیر! مجھے نہیں اپنے بیٹوں کا حال سننا ہے۔ پہلے مجھے یہ بتا کہ میرے حسینؑ کا کیا ہوا۔ مجھے میرے حسینؑ کا حال سنادے آگے کا جملہ سن کر بہت روئیں گے... کہ کہا بشیر ابھی نہ عباسؑ میرا بیٹا نہ میں اس کی ماں جب تک مجھے یہ نہ پتہ چل جائے کہ عباسؑ نے وفا دکھائی کہ نہیں دکھائی... اللہ اکبر مجھے حسینؑ کا حال سنا۔ مجھے اپنے بیٹوں کا حال نہیں سننا، مجھے اپنے بیٹوں کا حال نہیں سننا، ابھی وہ میرے بیٹے نہیں ہیں۔ پہلے مجھے بتا، بشیر نے کہا میں کیا بتاؤں، بی بیؑ میں کیا بتاؤں۔ وہ بتا نہیں پایا اس لئے کہ بشیر کے سامنے وہ خاتون تھی.. جو شجاع ترین انسان کی ماں تھی... بشیر کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ وہ کس طرح خبر سنادے۔ عجیب ہی جملہ کہا عجیب جملہ یعنی بشیر بچنا چاہتا تھا کہ ان کو سب کچھ بتانا نہ پڑے... ایک عجیب بات کہی کہ بس یہ سمجھ لو بی بیؑ کہ اتنا مجبور ہو گیا فاطمہؑ کا لال کہ جب رخصتِ آخر کے لئے آیا تو زینبؑ نے بھائی کو گھوڑے پر سوار کیا ایک بار نجف کا رُخ کیا کہا یا علیؑ آپ تو کہتے تھے عباسؑ بڑا وفادار ہے ارے یہ دن آ گیا کہ زینبؑ نے حسینؑ کو سوار کیا پروردگار الٰہی اس عبادت کو قبول فرما! ہم میں جو بیمار ہیں ان کو شفا عطا فرما، باب الحوائج کا واسطہ جس کے در پہ سب کی مرادیں پوری ہوتی ہیں، یا حضرت عباسؑ یہ آپ کے آقا حسینؑ کے وفادار ہیں، ان کی تمام بلاؤں اور پریشانیوں کو دور فرمایئے، پروردگار بحقِ محمدؐ و آلِ محمدؐ تمام معصومینؑ کے روضوں کی حفاظت فرما، پروردگار دل سب کے زخمی ہیں جلد از جلد دو اماموں کا روضہ جو ہمارے دلوں کی

طرح چھلنی کر دیا گیا ہے پروردگار ہماری زندگی میں اس روضے کو اسی طرح تعمیر فرما جیسے ہم نے سامرہ میں جا کر اس روضے کی زیارت کی تھی اور اب جب ہم جائیں سامرے تو ہم وہ روضہ اُسی شان سے دیکھنا چاہتے ہیں۔ بہت امامِ زمانہؑ نے صبر کیا مگر پروردگار وہ معصوم ہیں وہ صبر کر سکتے ہیں۔ ہم اتنا صبر نہیں کر سکتے، ہم سے برداشت نہیں ہو سکتا، پروردگار! ان کے باپ کا روضہ ہے، ان کے دادا کا روضہ ہے، وہ تو چودہ سو برس سے صبر کر رہے ہیں۔ پروردگار! لیکن یہ غم نہیں دیکھا جاتا کہ جو غم نہیں ہے اور غم بنا دیا جائے۔ کسی کی قبر کو بھی ڈھایا جاتا ہے، کسی کی قبر کے ساتھ بھی بے حرمتی ہوتی ہے اور پروردگار بے حرمتی کرنے والے کافر اور مشرک ہوتے تو ہم یہ سوچتے کہ انہیں قبر کا احترام نہیں، وہ کلمہ گو مسلمان جناب سیّدہؑ کی قبر کو گرا دیں مسلمان امامِ حسنؑ کی قبر کو بے سایہ کر دیں چار اماموں کی قبر امامِ صادقؑ۔ چوتھے امام پانچویں امام ماں کے پہلو میں اور اس پر روضہ نہ بنانے دیں۔ جنابِ سیّدہؑ کی قبر کو برابر کر دیں۔ پروردگار! جنت البقیع میں نہ کافر آئے تھے نہ مشرک اس لئے کہ مدینے میں نہ کافر آ سکتا ہے نہ مشرک آ سکتا ہے جنھوں نے قبر کو ڈھایا پروردگار ان سے انتقام لے، تو منتقم ہے، انتقام لے، ان سے انتقام لے صرف اس لئے انتقام لے کہ ہمارے دلوں کو صبر و قرار آ جائے۔ جو اولادِ نرینہ نہیں رکھتے انہیں اولادِ نرینہ عطا کر حج و زیارات سے مشرّف فرما، بانیٔ عزا کو خیر و برکت عطا فرما اس مدرسے کو تعمیر فرما تا کہ طلباء آرام سے تعلیم حاصل کر سکیں فرداً فرداً جتنے لوگ ہمارے سامنے ہیں ان کی جو دلی مرادیں ہیں صدقے میں حضرتِ عباسؑ کے انھیں عطا فرما...!!

دوسری مجلس

ولادتِ ابوالفضل العباسؑ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے اور درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

چودہ سو ستائیس ہجری کے عشرۂ چہلم کی دوسری تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں موضوع ہے حیاتِ ابوالفضل حضرت عباس علیہ السلام۔ تمہید کی منزلوں سے کل ہم گذر چکے اور ایک خاکہ اپنے موضوع کا کل ہم نے پیش کیا۔ کسی کی سوانح حیات لکھتے ہوئے یا بیان کرتے ہوئے عام طور سے اس کے اجداد پر بھی پہلے کچھ بیان کیا جاتا ہے کہ خاندان کیا تھا؟ اجداد کیا تھے؟ دادا کون تھا؟ پردادا کون تھا؟ اور پھر اگر ننھیال بھی اعلیٰ ہے تو پھر ذکر ہوتا ہے نانا کون تھا؟ اور پرنانا کون تھا؟ پھر ماں باپ کا ذکر ہوتا ہے ماں باپ کون تھے؟ پھر خصوصی طور پر اگر کچھ واقعات ہوئے ہوں تو ان کو بھی درج کر دیا جاتا ہے کہ یہ اہم حالات اور واقعات تھے کہ جب یہ شخص پیدا ہوا...تو ضروری ہو جاتا ہے مثلاً قائدِ اعظم بانیٔ پاکستان کی سوانح حیات لکھتے ہوئے جو باہر کے لوگوں نے بھی لکھا..انگریزوں نے بھی لکھا، یورپ کے لوگوں نے بھی لکھا، پاکستان اور ہندوستان میں بھی ان کی سوانح حیات لکھی گئی تو خصوصی طور پر ان کے باپ، ان کے دادا سب کا ذکر کیا گیا اور ایک خصوصی واقعہ بھی درج کر دیا گیا کہ خاندانی نام جناح کیوں پڑا...! اس

لئے کہ لکھنے والا اگر سرسری طور سے گذر جاتا تو پڑھنے والے یہ پوچھتے کہ سوانح حیات لکھنے والے نے یہ نہیں بتایا کہ یہ جناح لفظ کہاں سے آیا۔ تو اس نے لکھا، اس نے بتایا کہ یہ لفظ جو ذوالجناح ہے اور قائدِاعظم کے گھر میں منت مانی جاتی تھی اور منت سے ان کے والد پیدا ہوئے۔ تو منت ماننا یہ ایک الگ مسئلہ ہے مرادیں کس طرح آتی ہیں؟ منتیں کس طرح مانی جاتی ہیں؟ جتنا علم بڑھتا جائے گا جہالت کے بادل چھٹتے جائیں گے...اور پھر یہ معلوم ہوگا کہ وہ باتیں جو دین اور آسمانی کتابوں نے عطا کی ہیں ان کو بھی ہم نظر انداز کرتے ہیں اپنی ضد کے آگے... بہت سے لوگ قائل نہیں ہیں منت مراد کے... کہ منت کیسے مانی جاتی ہے؟ منت کیسے آتی ہے؟ مراد کیسے پوری ہوتی ہے؟ تو قرآن میں امت کو اصول دیئے گئے کھل کے قرآن نے بات کی کہ جو بات اللہ پسند نہیں کرتا...! اس لئے کہ اللہ کے لئے مصلحت کوئی چیز نہیں ہے، اس نے اپنے نبیؐ پر جو کچھ اتارا کہا صاف صاف انہیں بتادو...! یہ باتیں نہ کرنا اور یہ باتیں کرنا، اگر منت اور مراد کوئی غلط چیز ہوتی تو قرآن میں منع ہوتا کہ پیغمبرؐ! اپنی امت سے کہہ دیجئے کوئی بھی نہ منت مانے نہ مراد طلب کرے... نہ نذر و نیاز کرے۔ ایسی کوئی آیت قرآن میں نہیں ہے بلکہ آیت یہ ہے کہ.. یوفون بالنذر کہ جو اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں منت ماننے کے بعد۔ سورۂ دہر میں نذر مانی گئی، منت مانی گئی اور نذر کو آیت بنا کر اُتارا گیا۔ منت ماننا قرآن کی آیت ہے یعنی اللہ کی نشانی ہے۔ قرآن کبھی بھی اس چیز کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا جس چیز کو اللہ پہلے توریت اور انجیل میں کہہ چکا تھا چونکہ منت ماننا توریت میں بھی تھا، اور زبور میں بھی تھا اور انجیل میں بھی تھا تو قرآن میں کیسے حرام ہو جاتا...؟ کیسے ہو جاتا اس لئے کہ تمام انبیاءؑ کے گھرانوں

کی رسم تھی منت ماننا کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس نے منت نہ مانی ہو۔ ہم لوگ تو عام لوگ ہیں ہم لوگوں کا تو کام منت مانے بغیر چلتا ہی نہیں، لیکن انبیاء منت مانتے ہیں، انبیاء منت مانتے ہیں یہ منت تھی جو حکم بن کر ابراہیمؑ پر آئی کہ بیٹے کو ذبح کرو۔ اب تک جاری ہے بقرعید کی شکل میں وہ جاری ہے۔..قرآن نے بتایا، سورۂ مریمؑ میں بتایا کہ کس طرح منت مانتے تھے... الیشبع جنابِ عمرانؑ کی زوجہ ہیں...کون ہیں یہ عمران... جناب مریمؑ کے والد، موسیٰؑ کے والد کا نام بھی عمران ہے، علیؑ کے والد کا نام بھی عمران ہے یہ نام بڑے لوگوں کے باپ کا ہوتا ہے۔ الیشبع کا بڑھاپا آگیا تھا، ضعیف ہوگئی تھیں، گھر میں تنہا تھیں، عمران کہیں گئے ہوئے تھے... الیشبع ...عبرانی زبان کا نام ہے انگلش میں جب یہ لفظ آتا ہے تو Elizabeth ہو جاتا ہے 'ت' ساکن ہو جاتی ہے، یہی نام ایلزبیتھ ہے الیشبع نے دیکھا کہ ایک چڑیا اڑتی ہوئی آئی، الیشبع کی نظر گھونسلے میں گئی، جیسے ہی گھونسلے کے دروازے پر چڑیا پہنچی، دو چھوٹے چھوٹے بچوں نے چلا چلا کر اس کا استقبال کیا.... جیسے ہی وہ بچے آگے بڑھے اس چھوٹی سی چڑیا ماں نے، چھوٹے چھوٹے بچوں کی چونچ میں کچھ بھرنا شروع کیا اور پروں کو پھیلا کر بچوں کو اپنے سائے میں لے لیا، گویا کافی دیر سے جدا تھی بچوں سے، غذا کی رزق کی تلاش میں، بچے جو ملے تو پروں کے سائے میں لے لیا، گویا یہ اس کا پیار تھا، گویا یہ اس کی ممتا تھی یہ منظر الیشبع نے بڑے غور سے دیکھ کر صرف اتنا کہا...! اس پرندے کو بھی تو نے بچے عطا کئے ہیں اور اس کی ممتا کامل ہوگئی.... کاش! پروردگار مجھ کو بھی ایک بیٹا دے دیتا، اس طرح مَیں بھی اس کو اپنی گود میں بھر لیتی۔ یہ منت شروع ہو رہی ہے...اب کیا کہا! کہا پروردگار اگر تو مجھ کو بیٹا دے دے...وہ دعا تھی دعا ختم ہوگئی،

اب جو کچھ شروع ہو رہا ہے دعا ہو چکی، اب منت ہے، اگر... اگر کا لفظ لگ جائے تو منت شروع ہو جاتی ہے۔ اگر تو مجھے بیٹا دے دے تو مَیں تیری بارگاہ میں تیری ہیکل کی خدمت کے لئے بیت المقدس کی خدمت کے لئے محرابِ عبادت میں اس کو چڑھا دوں گی تا کہ خانۂ خدا کی خدمت کرے وہ بیٹا۔ منت مان لی، ادھر منت مانی ادھر اس کی رحمت چلی... اس کی رحمت چلی، آثار ہوئے، ماں بننے سے قریب ہوئیں اور پھر ماں بن گئیں لیکن جیسے ہی ماں بنیں تو معلوم ہوا کہ بیٹا نہیں ہوا، بیٹی پیدا ہوئی، منت مانی تھی بیٹے کی... دی اللہ نے بیٹی۔ اب کیا کریں؟ منت تو پوری کرنی ہے، منت تو پوری کی جائے گی۔ مان چکی ہیں، بچی کو کپڑے میں لپیٹا، لپیٹ کر بیت المقدس پہنچیں اور چونکہ منت مانی تھی لے جا کر محرابِ عبادت میں ڈال دیا... بچی کو محرابِ عبادت میں ڈال کے گئیں۔ مَیں نے منت مانی تھی کہ تو بیٹا دیگا۔ تو نے بیٹی دے دی لیکن شکر ہے تیرا، اب کیا کروں؟ بیٹی تو محرابِ عبادت کی خدمت کر نہیں سکتی لیکن جو چیز ملی ہے تو کروں کیا؟ جو کچھ ملا ہے وہی چڑھاتی ہوں! بھئی رُک جاتیں کہ بیٹا ہوتا تو چڑھاتی... نہیں بتانا یہ ہے منت پوری کرنا ضروری ہے اگر مان لی جائے۔ اس لئے کہ نبی کا گھرانا ہے، ابراہیمؑ کا گھرانا ہے... حضرت ابراہیمؑ کا گھرانا ہے اور چھوڑ کر اللہ کے گھر میں واپس چلی آئیں... سارے راہب نکلے اور محراب کے پاس مجمع لگ گیا، سب سے بڑے عبادت گزار راہب ابرار جنابِ زکریاؑ تھے۔ سب کو انتظار ہے کہ زکریاؑ آئیں اب جو اس کپڑے کو ہٹایا، سب نے کہا یہ بچی ہے۔ کسی کی منت پوری ہوئی ہے وہ محرابِ عبادت میں رکھ گیا ہے... حالانکہ خالو ہیں جنابِ مریمؑ کے سگے خالو ہیں جنابِ زکریاؑ... زکریاؑ کی بیوی اور عمران کی بیوی سگی بہنیں ہیں۔ ہر راہب نے کہا

اسے ہم پالیں گے، اسے ہم پالیں گے، اسے ہم پالیں گے...اب ظاہر ہے کہ جب آپس میں بحث ہونے لگی...راہبوں میں، عبادت گزاروں میں، مذہبی رہنماؤں میں کہ ہم اس بچی کو پالیں گے تو زکریاؑ کے لیے مشکل ہو گئی۔ یہ سب کچھ قرآن میں بیان ہو رہا ہے...! مَیں آپ کو تاریخ نہیں سنا رہا، یہی ہے وہ سورۂ مریمؑ...سورۂ مریمؑ میں یہی سب کچھ اتارا...مریمؑ کی ولادت سے لے کر پرورش تک اور عیسیٰؑ کے پیدا ہونے تک۔ اللہ نے سب کچھ سنا دیا کہ یہ ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں آسمانی کتاب میں، اَے پیغمبرؐ تفصیل آپ کو بتا رہے ہیں۔ جناب زکریاؑ نے کہا کہ تمام راہب اپنے اپنے وہ قلم لائیں جس سے وہ توریت لکھتے ہیں...! جن قلموں سے توریت لکھی جاتی ہے وہ قلم لائیں، سب اپنے اپنے قلم لائے کہا فرات میں اپنے قلم سارے راہب ڈال دیں اور مَیں بھی اپنا قلم ڈالتا ہوں... جس کا قلم تیرتا رہے... پانی پر وہ مریمؑ کو پالے۔ سارے راہبوں نے قلم ڈال دیئے، سب کے قلم ڈوب گئے، زکریاؑ کا قلم تیرتا رہا، جناب زکریاؑ نے مریمؑ کو گود میں اٹھالیا، کہا ہم اسے پالیں گے..! خانۂ خدا میں حضرت مریمؑ کی پرورش ہوئی، اللہ کے گھر میں پلیں، منت تھی، پہلی بار اللہ کے گھر میں کوئی خاتون پرورش پا رہی ہے.. یہ پہلی مثال ہے کائنات میں...، جناب زکریاؑ نے ایک حجرہ بنایا دوسری منزل پر اور اس میں مریمؑ کو رکھ دیا۔ ایک سیڑھی بنوائی لکڑی کی، اُس سیڑھی کو ہٹا لیتے جب کھانے کا وقت ہوتا تو کھانا لے کر اس سیڑھی پر چڑھتے کہ مریمؑ کو کھانا دیں لیکن جب حجرے پر جاتے تو دیکھتے کہ مصلے پر مریمؑ بیٹھی ہوئی ہیں، سر پر چادر لپٹی ہوئی ہے...اور سامنے بہترین پھل اور کھانے رکھے ہوئے ہیں، خوشبو اٹھ رہی ہے اور پوچھ رہے ہیں زکریاؑ کھانا تو ہم لائے ہیں یہ کہاں سے آیا کھانا...! تو

مریمؑ کہتی ہیں کہ وہ بھجواتا ہے روز جس کی مَیں عبادت کرتی ہوں وہ کھانا بھجواتا ہے، یہ جنّت سے میری خاطر جبریلؑ پھل لاتے ہیں، یہ کھانا لاتے ہیں، مریمؑ کا کھانا جنّت سے آتا تھا...! ایک دن مسجد میں مولا علیؑ نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ! آج ہمارے گھر پہ آپ کھانا ہمارے ساتھ کھائیں...آ گئے رسولؐ اللہ۔ حضرت علیؑ نے کھانا کیا، کھانا کیا آلِ محمدؐ کے گھر پر تو جو کی روٹیاں اور نمک...یہی کھانا تھا، کھانا کیا کوئی دعوت..! جب چلنے لگے کھانا کھا کے شہزادیؑ نے کہا کل بابا میری طرف سے...! دوسرے دن بھی آ گئے۔ جب چلنے لگے تو حسنینؑ آگے بڑھے دونوں بچوں نے کہا نانا! کل ہماری طرف سے، تیسرے دن بھی کھانے پر آ گئے۔ اب جب تیسرے دن کھانا کھا کر چلنے لگے تو در پر فضہ پردہ اٹھائے کھڑی ہوئی تھی، کہنے لگی سرکار! کل میری طرف سے۔ رسولؐ اللہ نے کہا آئیں گے، پورا دن گزر گیا، فضہ نے کچھ پکایا نہیں۔ کوئی انتظام نہیں کیا۔ سرکار کا کھانا کیا ہے ہم نے وہ آئیں گے، اس کو معلوم ہے اور سرکار آ بھی گئے، فضہ کمرے میں گئی...دو رکعت نماز پڑھی...کہا پروردگار! مَیں زہراؑ کی کنیز ہوں۔ مَیں نادار ہوں کچھ نہیں رکھتی لیکن تیرے حبیبؐ کی دعوت کی ہے...! بس یہ دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ جنّت کے کھانے آئے، کھانا لے کر فضہ رسولؐ اللہ کے پاس آئی، جیسے ہی خوشبو آئی کہا فضہ یہ تو جنّت کے کھانے معلوم ہوتے ہیں، فضہ نے کہا مَیں نے نماز پڑھ کر دعا مانگی، سامنے یہ کھانے رکھے ہوئے تھے۔ ایک جملہ کہا مڑ کر...! فضہ سے کچھ نہیں کہا...کہا سیدہؑ تمہاری کنیز کو وہ شرف حاصل ہو گیا جو مریمؑ کو حاصل تھا۔ اب شہزادی کا کیا مرتبہ ہوگا وہ تو خاتون جنّتؑ ہیں...تو مریمؑ کی پرورش مسجد میں ہوئی...منت سے پیدا ہوئیں، پرورش منت کی تکمیل تھی بنی ہاشمؑ کے گھر میں منت

ماننا صدیوں سے چلا آ رہا تھا۔منت مان لی عبدالمطلبؑ نے... پروردگار! بارہ بیٹے عطا کر، عجیب منت ہے عبدالمطلبؑ کی...اچھا کیوں؟ کیوں؟ بارہ بیٹے کیوں عطا کر۔کیا دعا مانگی ہے الیشیع نے؟ بیٹا دے جو تیرے گھر کی خدمت کرے، یہاں بھی تو گھر کا مسئلہ ہے، بارہ بیٹے دے تا کہ تیرے گھر کی خدمت کرنے کے لئے باہر کے لوگوں سے مجھے مدد نہ لینا پڑے۔لیکن اگر تو... پھر آ گیا اگر..اب منت شروع ہوگئی، اگر بارہ بیٹے پیدا ہو گئے تو ایک تیری راہ میں قربان کر دوں گا تیری راہ میں منت آسان نہیں ہے، بڑی مشکل منت مانی ہے عبدالمطلبؑ نے..اللہ نے دے دیئے بارہ بیٹے، عطا کر دیئے۔جب بارہ پورے ہو گئے، بڑے بھی ہو گئے تو کہا اب ہم نذر پوری کریں گے، مانی ہے منت تو اب ہم پوری بھی کریں گے اور منت وہیں جا کر پوری ہوگی جہاں ابراہیمؑ نے منیٰ میں قربانی پیش کی تھی... عبدالمطلبؑ نے کہا ہم بارہ بیٹوں میں سے عبدؑاللہ کو اللہ کی راہ میں ذبح کریں گے۔نام درج کر دیا..عبداللہ...ابوطالبؑ کے سگے بھائی، ماں کا نام ہے فاطمہؑ مخزومیہ..قبیلہ بنی مخزوم کی ہیں، نام ہے فاطمہؑ۔کون بولے عبدالمطلبؑ سے منت ہے.... بس اتنا ہوا بہنیں لپٹ گئیں بھائی سے... سات بیٹیاں بھی تھیں عبدالمطلبؑ کی، سات بہنیں لپٹ گئیں کہا بابا ہم تو عبدؑاللہ کو قربان نہیں کرنے دیں گے۔کہا ہماری منت ہے اللہ سے ہمارا وعدہ ہے، ہم تمہاری بات نہیں سنیں گے۔لے کے چلے....اب وہ جو طریقہ تھا سجا کے، بنا کے...دولھا بنا کے عبدؑاللہ کو لے کے چلے، سب ساتھ میں، سارے بھائی ساتھ میں، سارے بنی ہاشم ساتھ میں، لیکن کچھ دور بڑھے تھے ابھی جو نام میں نے بتایا، قبیلہ کا نام بتایا کسی وجہ سے، اب جو سامنے بڑھے تو پورا قبیلہ بنی مخزوم... پورا عبداللہ کا ننھیال، نانا، نانی،

ماموں سب نے راستہ روک لیا، کہا بیٹے پر صرف آپ کا حق نہیں ہے، بیٹا آپ کا ہے نواسہ ہمارا ہے، اگر ننھیال اجازت نہیں دے تو آپ فِدا نہیں کر سکتے اور ہم اجازت دیتے نہیں کہ عبدؐاللہ قربان ہوں۔ عبدالمطلبؑ نے اپنی فصاحت سے، بلاغت سے سمجھایا کہ بارگاہِ الٰہی میں ہم نے منت مانی ہے، لیکن سب خالائیں، ماموں، ماموں زاد بھائی پورا ننھیال لپٹ گیا، ہمارا بھی بچہ ہے ہم عبدؐاللہ کو نہیں جانے دیں گے۔ گفتگو ہوئی معاملات یہاں تک طے ہوئے کہ جناب ابوطالبؑ کو بولنا پڑا اس لئے کہ ابوطالبؑ کے لئے نازک گھڑی تھی...ادھر باپ تھے، اُدھر پورا ننھیال تھا، سامنے نانی بھی کھڑی تھیں، نانا بھی کھڑے تھے...اب ابوطالبؑ کیا کریں؟ اور باپ کو عبدالمطلبؑ جو سردارِ مکہ ہیں اس وقت سمجھانے والا کوئی نہیں ہے اس لئے کہ سردار ہیں۔ سب سے بڑے ہیں، بولے کون؟ وہی بولے کہ جس کا نور دو حصوں میں بٹا ہے...! یہ بات ابوطالبؑ کو معلوم ہے! آدھا میرے پاس ہے، آدھا ان کے پاس ہے۔ اب سمجھو! یہ ابوطالبؑ نہیں بولے، بلکہ صلب میں علیؑ بول رہے ہیں کہ محمدؐ کا نور یہاں ہے...یہ علیؑ نے محمدؐ کو بچایا۔ محافظ تو علیؑ ہیں، محمدؐ کا محافظ...عالمِ نور میں نصرت ہو رہی ہے۔ ابوطالبؑ نے کہا! بابا ایسا کر لیں آپ کہ عرب میں منت تو پوری کی جاتی ہے اونٹوں کو ذبح کر کے۔ تو آپ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ عبدؐاللہ کی جگہ چند اونٹ ذبح کر دیجئے منت آپ کی پوری ہو جائے گی۔ عبدالمطلبؑ نے بات مان لی، کہا لیکن ہم قرعہ ڈالیں گے، ہم عبداللہ کا نام اور اونٹوں کی تعداد پر قرعہ ڈالیں گے۔ اللہ جس چیز کا اذن دے گا وہی چیز قربان کریں گے...! ابوطالبؑ نے کہا ٹھیک ہے بابا آپ ایسا کر لیجئے۔ پانچ اونٹ اور عبداللہؐ دونوں پر پرچے پڑے، ایک پرچے پر پانچ اونٹ لکھے ہیں، ایک

پر عبداللہ کا نام.... قرعہ اٹھایا گیا پرچے پر عبداللہ کا نام آیا۔ اب یہ ابو طالبؑ ہیں، دیکھتے رہے کہا ٹھیک ہے بابا عبداللہ کا نام آیا۔ آپ تو رئیس عرب ہیں دس اونٹ کر دیجئے۔ باپ نے بیٹے کا چہرہ دیکھا، یعنی کون بول رہا ہے پیشانی میں..؟ ابو طالبؑ کی پیشانی میں کوئی بول رہا ہے۔ دس اونٹ کر دیجئے، دس اونٹوں پر قرعہ ڈال دیا، عبداللہ کا نام نکلا، بابا! بیس اونٹ کر دیجئے، بابا تیس اونٹ کر دیجئے، بابا چالیس اونٹ کر دیجئے، قرعہ بڑھتا جاتا ہے نام عبداللہ کا نکلتا جاتا ہے۔ پچاس اونٹ کر دیجئے، عبداللہ کا نام، ساٹھ اونٹ کر دیجئے، ستر اونٹ کر دیجئے، اسّی اونٹ کر دیجئے.... نوّے اونٹ.... اور ایک بار ابو طالبؑ نے کہا! بابا ایک بار اور میرے کہنے سے... سو اونٹ اور عبداللہ۔ اب جو قرعہ اٹھایا تو اب عبداللہ کا نام نہیں نکلا۔ سو اونٹوں کا قرعہ نکلا۔ وہ دن آج کا دن ابو طالبؑ کی زبان سے نکلے ہوئے لفظ شریعت میں بدلے نہ جا سکے۔ ایک شخص اگر بے خطا قتل ہو جائے تو اس کے بدلے سو اونٹ ہوتے ہیں۔ نہ ایک سو ایک ہوئے نہ ننانوے ہوئے، اس طرح ابو طالبؑ نے شریعت بنائی ہے۔ مسلمانوں کو پتہ کیا کہ شریعت میں کتنی باتیں عبدالمطلبؑ کی داخل ہیں اور کتنی ابو طالبؑ کی داخل ہیں؟ عمل سب کر رہے ہیں بحث ایمان پر ہو رہی ہے... ان کی زبان سے نکلے ہوئے لفظ پر عمل کر کے اپنا ایمان ثابت کرنے والے ان کے ایمان پر بحث کرنے بیٹھے ہیں! عبدالمطلبؑ نے کہا نہیں.... ایسا نہیں ہوگا۔ ہم سو اونٹ اور عبداللہ....! وہاں سے یہاں تک جتنی بار چل کر آئے ہیں اور جتنی بار عبداللہ کا نام نکلا ہے اتنی بار پھر قرعہ ڈالیں گے اور اب اتنی ہی بار قرعہ ڈالتے گئے، ڈالتے گئے، ڈالتے گئے یہاں تک کہ ہر بار سو اونٹ نکلتے گئے۔ نہیں سمجھے...! چاہ رہے ہیں عبدالمطلبؑ کہ اچھی طرح سے میں

اپنے ربّ کو راضی کرلوں...اور جب وہ راضی ہو جائے تو میری نسل میں یہ لفظ ہی ختم ہو جائے گا۔رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ ایسا راضی کیا! اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سو اونٹ حلال ہو گئے منیٰ میں، کس نے دیئے تھے قربانی میں سو اونٹ...! کوئی عرب کا سردار ہی دے سکتا تھا سو اونٹ، عرب کے بخیل ایک اونٹ نہیں دے سکتے تھے جو قوم ایک ایک اونٹ پر برسوں لڑتی ہو سو اونٹ کیا دے سکتی ہے؟ اونٹ پر بیٹھ کر آنا اور ہے سو اونٹ دینا اور ہے۔کیا خوشی کا عالم تھا...! عبداللہؑ سے سب لپٹے ہوئے تھے، کب ہوئی یہ قربانی آپ کو پتہ ہے؟ عبداللہؑ انیس برس کے تھے۔اب جو واپس ہوئے وہاں سے تو پورا مکہ امنڈ آیا تھا یہ قربانی دیکھنے واپس ہوئے تو خوشی کے عالم میں، آنکھ میں خوشی کے آنسو تھے، ننھیال بچا کے نواسے کو لے آیا، بھائی بھائی کو بچا کے واپس لے آیا۔ پھر نہیں سمجھے آپ....بھائی بھائی کو بچا کر لے آیا...، باپ بیٹے کو بچا کر لے آیا، نانا نواسے کو بچا کر لے آیا، اب اس کا الٹ ہو جائے...تو کیا یہ آزمائش نہیں ہوگی اور آگے آگے عبدالمطلبؑ پیچھے عبداللہؑ اور عالم یہ کہ مجمع ساتھ چل رہا ہے، مجمع سے آوازیں آرہی ہیں...! میرے قبیلے کے داماد بنو، میرے قبیلے کے داماد بنو، میرے قبیلے کے داماد بنو...کیا عبداللہؑ کا رتبہ بڑھا ہے؟ جہاں سے اسمٰعیلؑ بچے تھے وہاں سے عبداللہؑ بچ کے آئے ہیں تو عرب کو معلوم ہے کہ یہ عبداللہؑ نہیں ہے یہ فخرِ اسمٰعیلؑ جا رہا ہے اور جو آگے چل رہا ہے وہ فخرِ ابراہیمؑ چل رہا ہے۔ سارے قبیلے آگئے اور اس میں قبیلہ شامیہ بھی ہیں جو اپنا اسباب لئے اونٹ پر آئی ہیں...عقد کرنا چاہتی ہوں۔ عبداللہؑ نے کہا جہاں بابا چاہیں گے۔ مَیں کچھ نہیں کہہ سکتا جہاں یہ چاہیں گے عقد ہوگا۔تو اس میں وہب بھی تھے اور وہب نے آگے بڑھ کر عبداللہ سے نہیں کہا۔ سمجھدار قبیلے کے تھے، قبیلہ

بنی زہرہ کے تھے اور رشتہ داری برابر کی تھی۔ تیسری پشت میں جا کر دونوں شجرے مل جاتے تھے، وہب اور ہاشم... قصیٰ اور زُہرہ دونوں بھائی ہیں، قصیٰ ساتویں پشت پیچھے رسولؐ کے دادا ہیں، ان کے بھائی زُہرہ ہیں زُہرہ کی نسل میں وہب ہیں، وہب کی بیٹی آمنہؑ ہیں۔ یوں برابر کے دونوں قبیلے اور شجرے ہیں کہا میری بیٹی آمنہ! آپ کو قبول ہے؟ عبدالمطلبؑ نے قبول کرلیا، جناب آمنہؑ سے جناب عبداللہؑ کا عقد ہوا۔ یہ عقد جس سے دو شجرے ملے کائنات مسکرا اُٹھی اِس عقد پر اس لئے کہ نبیؐ آخر کے نور کی آمد آمد تھی۔ کل تک جو نور عبداللہؑ کی پیشانی میں چمک رہا تھا... وہ نور آمنہؑ کی پیشانی میں چمکنے لگا اور جب آمنہؑ کی پیشانی میں وہ نور چمکنے لگا تو عبدؑاللہ باہر آئے اور جو رشتہ دے رہے تھے باری باری ان کے گھر پر پہنچے اور کہا ہم آئے ہیں، اب ہم چاہتے ہیں کہ تم نے پیغام دیا تھا ہم عقد کرنا چاہتے ہیں۔ تو کیا جواب ملا؟ کہا اس وقت ہم نے رشتہ دیا تھا، ہم عقد کرنا چاہتے تھے، آج تم آئے ہو تو ہم منع کرتے ہیں، عبدؑاللہ نے کہا کیوں؟ کیوں منع کیوں؟ عبدؑاللہ جس لئے ہم عقد کرنا چاہتے تھے وہ چیز ہم اب تمہاری پیشانی میں نہیں پاتے۔ ارے! عرب کے لوگ بھی یہ جانتے تھے کہ اس کے صلب میں نبیؐ آنے والا ہے۔ قبیلے جانتے تھے کیا بنی ہاشمؑ نہیں جانتے تھے! اس منزل پر تھے بنی ہاشمؑ .... کہ معلوم تھا کہ نبیؐ یہیں آنے والا ہے تو یہ تو سب کچھ معلوم ہے کہ نور کہاں سے چلا ہے؟ نور کا ظہور کیسے ہونے والا ہے؟ جو آمنہؑ ہیں، جو فاطمہؑ بنتِ اسد ہیں... تو اب نور کو بھی معلوم ہے کہ کیا ہونے والا ہے؟ سب کچھ پہلے سے رسولؐ اللہ نے بتا دیا علیؑ کو... اس لئے کہ عالمِ نور میں دونوں ایک تھے، جو اِن کو معلوم ہے وہی اُن کو معلوم ہے۔ تو نور نے نور سے کہا کہ علیؑ مَیں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے

صلب سے ایک بیٹا پیدا ہو رہا ہے جو میرے حسینؑ کا مددگار بن رہا ہے۔ مَیں عباسؑ کو دیکھ رہا ہوں... مَیں عباسؑ کو دیکھ رہا ہوں، نور نے نور سے کہا گویا نور نور سے جو کہہ رہا ہے تو اس نور میں عباسؑ کا نور شامل ہے۔ اب نہ کہنا عباسؑ معصوم نہیں ہیں، علیؑ کے نور میں ابو طالبؑ سے ہوتا ہوا عباسؑ کا نور بھی آ رہا ہے اور وہ نور محمدؐ دیکھ رہے تھے... عباسؑ نور ہیں۔ عباسؑ صرف سیّد نہیں، سیّد السادات ہیں... چودہ سو برس بعد ہم ان کی نسل میں سیّد بن جائیں... یہ تو علیؑ کا بیٹا ہے۔ جب آپ کتاب پڑھیں گے اُمّ البنینؑ کی تو مَیں نے وہ واقعہ لکھا ہے کہ... جہاں علیؑ سے رسولؐ اللہ نے عباسؑ کی گفتگو کی ہے۔ رسولؐ میں اور علیؑ میں عباسؑ کے موضوع پر گفتگو ہوئی ہے... یہ موضوع جو آپ سن رہے ہیں یہ موضوع بزمِ رسولؐ میں ہو چکا ہے۔ ذکرِ عباسؑ نبیؐ کر رہے تھے اور سامع علیؑ تھے۔ ذکرِ عباسؑ زبانِ رسالتؐ پر تھا سامع امامت تھی۔ تو اب کس فضل کی منزل پر ہم اور آپ ہیں، اس وقت ذکرِ عباسؑ کریں گے دسویں منزل تک۔ تمہید اس لئے کی تاکہ جب اس منزل پر آپ پہنچیں تو آپ خوش ہو جائیں کہ منت کسے کہتے ہیں؟ منت کہاں کہاں مانی گئی؟ اُمِّ البنینؑ منت سے پیدا ہوئیں؟ کچھ کہا مَیں نے...! مریمؑ پڑھ چکا مَیں۔ پرفضا مقام تھا، ایک ایسا باغ تھا جس میں حزام تھے اور حزام نے خواب میں دیکھا گھوڑے پر سوار ہیں آگے بڑھ رہے ہیں، کہ آسمان سے ایک قطرہ چلا اور حزام کے ہاتھ پر گرا۔ ابھی حزام غور سے دیکھ رہے تھے کہ وہ قطرہ موتی بن گیا، وہ دیکھ ہی رہے تھے کہ یہ موتی کہاں سے آیا؟ کہ ایسے میں ایک گھوڑے سوار سامنے سے آیا اور اس نے کہا حزام ہم کو دے دیجئے یہ موتی۔ یہ موتی ہمیں دے دیجئے۔ حزام نے کہا ہمیں اس کی قیمت ہی نہیں معلوم۔ کہا اگر قیمت آپ کو نہیں معلوم تو

ہم آپ کو بتائیں، قیمت ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں اور اس موتی کے ضامن ہم ہوتے ہیں، اور جو کچھ ہم کہیں گے ہوگا وہی۔ حزام نے کہا یہ موتی کیا ہے؟ کہا یہ موتی قدرت کا تمہیں عطیہ ہے، تمہارے یہاں ایک بیٹی ہوگی۔ وہ بیٹی ایک عظیم انسان کی زوجہ بنے گی، اس سے ایک عظیم بیٹا پیدا ہوگا وہ بیٹا قیامت تک تمہارے نام کو زندہ رکھے گا کہا آپ ضمانت دیتے ہیں اس بچّے سے میرا نام زندہ رہے گا کہا بیٹا بڑے آدمی کا ہوگا لیکن اتنا بڑا انسان ہوگا کہ اپنے نانا کا نام زندہ کردے گا۔ حزام کیا تم چاہتے ہو میں ضمانت دوں۔ حزام نے کہا آپ نے ضمانت دی کہا ہاں، کہا یہ موتی آپ کے حوالے یہ موتی تمہیں مل جائے گا، آنکھ کھل گئی حزام کی زوجہ کو خواب سنایا، کہا بیٹی ہوگی کہا تو نام کیا رکھیں گے، کہا ہم نام اس کا رکھیں گے وہ جو پیغمبر نے اپنی بیٹی کا نام رکھا تھا۔ بس یہاں سے پتہ چلا کہ قبیلہ محبِ اہلِ بیت ہے وہی نام محبِ اہلِ بیت ہے، اب علیؑ کی نظر کہاں ہے، علیؑ کی نظر کہاں ہے، قبیلہ محبِ اہلِ بیتؑ ہے۔ بیٹی ہوئی نام رکھا فاطمہ، اب خواب میں تو بشارت ہو چکی اس لئے کہ موتی دیکھا ہے موتی، دیکھئے بنین کے دو معنی ہیں، اگر آپ کہیں گے کیسے حزام کو پتہ، چار بیٹوں کی جو ماں ہوتی تھی عربی میں اسے بنین کہتے تھے، تو حزام کو کیسے پتہ اس بچی کے چار بیٹے ہوں گے، اس کو اُمِّ البنینؑ کہا جائے گا، بنین کے ایک اور معنی ہیں عربی میں بنین کے ایک معنی ہیں ''عقل'' تو اگر نہ بھی پتہ ہو حزام کو کہ یہ چار بچوں کی ماں بنے گی تو اس نے کچھ سوچ کر کہا! عقل کی ماں...ارے! عباسؑ سے بڑا بھی کوئی عقل مند ہوگا، سن اکسٹھ ہجری میں امام کو بھروسہ تھا...ارے وہ عقل جس پہ امامت نے انحصار کیا اُمّ البنینؑ، اُمّ البنینؑ جب اوپر جائیں آپ حزام عربی میں کہتے ہیں چوڑے سینے والے کو، ماں کا نام ہے ساماہ، ساماہ کہتے ہیں

وہ لمبی گھاس جو لمبائی میں بڑھتی جائے اور اوپر اس کے پھول کھلے ہوں۔ عربی میں سمامہ کے یہ معنی ہیں۔ اُمّ البنینؑ کی والدہ کا نام سمامہ والد کا نام حزام دادا کا نام وحید، پردادا کا نام اوپر جب چلے جائیں تو عامر، یعنی حضرتِ عباسؑ کے پرنانا عامر، عروۃ الرحال خطاب، ملاعب الاسنہ نیزوں سے کھیلنے والا سات پشت اوپر اور بادشاہوں کی شان عامر کی اور اس کے بعد پھر ایک اور عامر آئے جو پرنانا ہیں یعنی اُمّ البنینؑ کے والد کے والد، والد کے والد کے والد کافی عمر پائی اور بادشاہِ روم کا عالم یہ کہ اتنی شہرت ہے ان کی شجاعت کی عامر کی، کہ اگر کوئی عرب سے جاتا ہے مکّے سے جاتا ہے تو وہ پوچھتا ہے کیا تم عامر کے رشتے دار ہو، اگر وہ کہہ دے کہ رشتے دار ہیں تو بڑی آؤ بھگت ہے بھئی عامر کا رشتہ دار ہے اور اگر وہ کہہ دے نہیں ہمارا عامر سے کوئی تعلق نہیں تو پھر منہ پھیر لیتا تھا پھر کسی عرب کا احترام نہیں کرتا تھا۔ اتنی شہرت تھی کہ لوگ اپنی تلواروں پر عامر کا نام لکھتے تھے۔ عرب کی تاریخ میں یہ ہوتا تھا کہ جو عرب میں سب سے زیادہ بہادر ہوتا تھا پھر لوگ اسی کا نام اپنی تلواروں پر لکھتے تھے۔ اگر اس سے بہادر کوئی پیدا ہو جائے تو پھر اس کا نام چھوڑ کر ترک کر کے دوسرا نام لکھنے لگتے تھے۔ لیکن ہمیں یہی ملتا ہے کہ عامر کے بعد تلواروں پہ کسی کا نام نہیں لکھا گیا، بہت دن نہیں لکھا گیا، عامر کا ہی نام تلواروں پہ چلا، ہاں ایک ہجری کے بعد جب بدر کی لڑائی ہوئی تب عامر کا نام ختم ہوا۔ تلواروں پر علیؑ کا نام آیا، اب یہ جملہ لے لو تمہارے لئے تحفہ، یا تو عباسؑ کے نانا کا نام تلواروں پر تھا یا باپ کا نام آیا، اِسی جملے سے جملے دے رہا ہوں اس لئے کہا عقیلؑ ایسے بہادر قبیلے کی لڑکی تلاش کرو جس سے میں عقد کروں اور بہادر بیٹا پیدا ہو عقیلؑ نے کہا اُمّ البنینؑ فاطمہؑ سے عقد کیجئے۔ علیؑ نے عقد کیا، بتانا چاہتے تھے،

بتانا چاہتے تھے کہ عباسؑ پیدا ہو کہیں ایسا نہ ہو حسینؑ کے مقابل عباسؑ کا سر جھکے اس لئے کہ حسینؑ کا باپ بھی بہادر، نانا بھی بہادر علیؑ نے چاہا جب حسینؑ کے پاس عباسؑ کھڑے ہوں تو فخر سے کہیں باپ بھی بہادر نانا بھی بہادر، کیا فخر کا ننھیال ملا، اب میں کیا کیا بہادریاں بتاؤں! بھئی عباسؑ کے ددھیال کی بہادری آپ کو بتانے کی ضرورت نہیں جملہ آپ کے بڑے کام کا ہے، اس لئے کہ آپ عباس کے ددھیال کے ہیں، رشتہ علیؑ نے جوڑا ہے، اس لئے ددھیال والے بیٹھے عباسؑ کے ننھیال کے فضائل سن رہے ہیں، اور دے دیں جملہ، کیا کسی کے ننھیال پر بات ہوگی، تاریخِ اسلام میں جب ددھیال کا ہی پتہ نہیں ہے، یہ ہیں عباسؑ، یہ ہیں عباسؑ آئیڈیل (ideal) بنا لینا آسان ہے فلاں بنِ فلاں، فلاں بنِ فلاں، فلاں بنِ فلاں، بڑا شیر تھا، بڑا بہادر تھا، ارے! باپ دادا کا نام تو بتاؤ، ہمارا آئیڈیل عباسؑ ہے، جوانوں کا آئیڈیل عباسؑ ہے، ہم کسی ظالم کو بہادر نہیں مانتے اس لئے کہ عباسؑ سے بہادر کوئی نہیں ہے اور صرف اس لئے نہیں کہ عباسؑ بہادر تھے، نجیب تھے، عباسؑ کا شجرہ آدمؑ سے چلے اور عباسؑ پر ختم ہو تو آدمؑ فخر کریں کہ ہم ایسے بیٹے کے باپ ہیں کہ جس کا باپ میرا باپ ہے، ''ابوتراب''، آدمؑ کو فخر عباسؑ پہ آدمؑ کو فخر، عباسؑ پہ نوحؑ کو فخر، یہ نوحؑ کو فخر کیوں ہے؟ اس لئے... اس لئے یہ جملہ بہت قیمتی ہے اور شائد تقریر اب اٹھی ہے، اور آپ جاگے ہیں اور خاتمے پر ہے معاملہ، نوحؑ کو اس لئے فخر، کہ میں نے لکڑی کا سفینہ چلایا اور عباسؑ نے حسینؑ کا سفینہ چلایا، جملہ آگے سنو، آگے سنو میرا سفینہ پہاڑی میں دفن ہوا اس لئے کہ بادبان گر گیا ہے۔ عباسؑ کے چلنے والے سفینے کا بادبان اب تک کھلا ہوا ہے، کھلا ہوا ہے، ابراہیمؑ کو فخر کہ میرا بیٹا عباسؑ، یہیں سے تقریر ختم کر رہا ہوں اور یہیں سے

کل انشاء اللہ تقریر شروع ہو جائے گی۔ ابراہیمؑ کو فخر میرا بیٹا عباسؑ اور شائد فخر کے ساتھ عباسؑ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کے ابراہیمؑ نے کہا، عباسؑ تم مجھ سے آگے نکل گئے، میں بیٹا لے کر منیٰ میں گیا اور زندہ واپس لایا، تم نے اپنا بیٹا حسینؑ پر سے قربان کر دیا، ہوگئی تقریر ابراہیمؑ نے بیٹے کو سلام کیا عباسؑ تجھ پہ ابراہیمؑ کا سلام، ہاں نو برس کے تھے اسماعیلؑ جب منیٰ میں لٹا دیا، عباسؑ کا بیٹا محمد ابنِ عباسؑ نو ہی برس کا تھا، جزاک اللہ ابھی تو دوسری تقریر ہے، آٹھ دن آپ کو ذکرِ عباسؑ سننا ہے، عباسؑ نے خیمے کا پردہ الٹ کر زوجہ کو آواز دی کہاں ہے میرا بیٹا محمدؑ باپ کی پہلی آواز پر بیٹا دوڑتا آیا، بابا میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، چہرے کو دیکھا، چہرے کو دیکھا علیؑ کا پوتا ہے، علیؑ کی شبیہہ ہے نو سال میں قامت دیکھنے والی ہے۔ کہا بیٹا جنگ کرو گے ..! بابا آپ کہیں اور ہم نہ لڑیں، آپ جیسا شجاع کہے اور ہم نہ لڑیں! آؤ ہم کمر میں تلوار کو باندھ دیں، آؤ ہم تمہیں زرہ بکتر تو پہنا دیں، ابھی باپ یہ کہتا تھا کہ ماں نے کہا آؤ ہم تمہیں دولھا تو بنالیں۔ پھوپھی آگے بڑھیں بھیا عباسؑ ابھی تو جوان بھی نہیں ہوا، میرا بھتیجا ابھی جوان نہیں ہوا.... شہزادی کیا کریں... آقا پہ وقت ایسا پڑا ہے، کہ اب محمدؑ کو جانے دیجیے، سجا کر بنا کر سپاہی بنا کر عباسؑ بیٹے کو لائے، خدمت میں حسینؑ کی پیش کر دیا، سر سے پیر تک عباسؑ کو دیکھا، کہا میرے بھائی کیا ارادہ ہے، اس کا پیارا چہرہ دیکھو، اس کی کم سنی دیکھو، عباسؑ کیا ارادہ ہے؟ کہا میدانِ جنگ میں بھیجنا چاہتا ہوں، چاہتا ہوں یہ آپ کی نصرت کرے تاکہ میں دیکھوں کہ میرا بیٹا بھی باوفا ہے یا نہیں، عباسؑ ہمیں پتہ ہے بہت پیارا بیٹا ہے تمہارا، اسے جوان ہونے دو، لے جاؤ اسے خیمے میں، کیوں یہاں لائے، برستے تیروں میں بچے کو بھیجو گے، چلتی تلواروں میں

بچے کو بھیجو گے، ٹھیک ہے صبح سے نیزے چل رہے ہیں، اس میں نیزوں کے لشکر میں اس کو بھیج دو گے، آقا عباسؑ کا بیٹا ہے، میرے آقا یہ عباسؑ کا بیٹا ہے۔ اب کیا کریں حسینؑ کیسے روکیں؟ تو عجیب نفسیاتی جملہ تھا.. عباسؑ اگر تم نے اسے بھیج دیا میرے بھائی تو تمہاری نسل کیسے آگے بڑھے گی، تمہاری نسل کیسے آگے بڑھے گی؟ کہا آقا انتظام کر چکا، چھوٹے بیٹے عبدؑ اللہ کو مادرِ گرامی اُمّ البنینؑ کے پاس مدینے میں چھوڑ آیا ہوں، عباسؑ کو اس کی پرواہ نہیں ہے پوری نسل کی نسل آپؑ پر قربان ہو جائے، حسینؑ نے سر جھکا لیا دو جملے ہیں ،ور تقریر ختم ہو گئی۔ تڑپ جائیں گے آپ جب میں منبر سے کہہ لوں گا، اس لئے کہ وہ دو ہی جملے آپ کو تڑپانے کے لئے کافی ہیں تو یہ روایت ایسی ہے جو مجھے بے انتہا پسند ہے اور دو سال تین سال کے بعد پڑھتا ہوں ہر سال نہیں پڑھ پاتا، اس لئے کہ ہمت نہیں پاتا اپنے آپ میں، سر کو جھکا لیا کہا اچھا عباسؑ جیسی تمہاری مرضی اب تم جو چاہو وہ کرو بس اذن کا ملنا تھا کہ اپنے ہاتھ سے محمد ابنِ عباسؑ کو گھوڑے پر بٹھایا اور بٹھا کے کہا لڑائی میں دیکھ رہا ہوں ، لڑائی میں دیکھوں گا یاد رکھنا عباسؑ کے بیٹے ہو جنگ میں دیکھوں گا...! بیٹے کو کیا فخر ہے...؟ عباسؑ جیسا شجاع میری جنگ دیکھے گا، تلوار کھینچ کر رجز پڑھتا ہوا، کبھی میمنہ پر گیا، کبھی میسرہ پر گیا، کبھی قلبِ لشکر پر گیا اور نیزے والوں میں جا کر اُن سے لڑا تو اس بہادری سے لڑا جیسے علیؑ تلوار چلا رہے ہوں۔ کافی دیر عباسؑ لڑائی دیکھتے رہے، کچھ دیر کے بعد کانوں میں ایک آواز آئی، بابا بیٹا گھوڑے سے گر گیا، بابا ایک نیزہ میری پشت سے چلا ہے اور میرے سینے کو چیر گیا ہے، میرا اسلام بابا میرا اسلام۔ عباسؑ نے دیکھا گھوڑے پر بیٹا نظر نہیں آیا، عباسؑ نے دیکھا گھوڑے پر بیٹا نظر نہیں آیا، بس ایک بار عباسؑ کو جلال آیا۔ جلال آیا

گھوڑے کی لگام کو کھینچا اور چاہا کہ لگام کو چھوڑ کر تیز گھوڑے کو لے کر میدان کی طرف جائیں۔ اس سے پہلے کہ عباسؑ کا گھوڑا آگے بڑھتا حسینؑ نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور عباسؑ کے گھوڑے کے آگے روکا عباسؑ نے حسینؑ کو دیکھا، ایک بار حسینؑ نے اپنا ہاتھ عباسؑ کے سینے پہ رکھا کہا عباسؑ کیا ارادہ ہے، کہاں جا رہے ہو؟ کہا آقا میرا بیٹا، میرا بیٹا گھوڑے سے گر گیا، میں اس کو لینے جا رہا ہوں کہا عباسؑ بیٹے کا لاشہ باپ نہیں اٹھاتا، عباسؑ تیرے بیٹے کا لاشہ حسینؑ اُٹھائے گا، اپنا گھوڑا حسینؑ نے عباسؑ سے آگے بڑھایا۔ گھوڑے سے اُترے عباسؑ کے بیٹے کا لاشہ اُٹھایا، لے کر چلے، عباسؑ رونے لگے مگر ہائے جب عصر کا وقت آیا علی اکبرؑ کا لاشہ اٹھایا، کہا عباسؑ آؤ جوان کا لاشہ ہم اُٹھا رہے ہیں۔

یا حسینؑ، یا حسینؑ............

تیسری مجلس

حضرت اُمّ البنینؑ کی شادی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے اور درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

چودہ سوستائیس ہجری کے عشرۂ چہلم کی تیسری تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں حیاتِ حضرت ابوالفضل العباسؑ کے موضوع پر گفتگو کی جاری ہے! حضرتِ عباسؑ کی والدہ گرامی جن کی ولادت ۶ ھ میں ہوئی اور ۱۳/ جمادی الثانی ۶۴ھ میں تقریباً باون برس کی عمر میں مدینے میں انہوں نے وفات پائی اور سیّدالساجدین علی ابن الحسینؑ آپ کے چوتھے امام نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور اپنے ہاتھ سے دفن کیا جنّت البقیع میں۔ جنابِ زینبؑ اور اُمِّ البنینؑ میں صرف ایک سال کا فرق ہے، ۵ ھ میں حضرت زینبؑ کی ولادت ہوئی اور ۶ ھ میں حضرتِ اُمِّ البنینؑ کی ولادت ہوئی، انتخابِ علیؑ گویا انتخابِ خدا تھا! اس میں حیرانی نہ ہو جملے کی باریکی پہ غور کیجئے کہ ہم اور آپ آپس میں کہتے ہیں، مشہور بات ہے کہ جوڑے تو آسمانوں پہ بنتے ہیں تو عام لوگوں کے جوڑے تو آسمانوں پر بنیں اور جو آسمان عظمت ہوں تو ظاہر ہے کہ ان کے جوڑے عرشِ اعظم پہ بنے ہیں۔ اگر ہمارے آپ کے جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں، شادی آدمؑ کے وجود سے لے کر اِس دم تک اور قیامت تک سلسلہ رہے گا لیکن کوئی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ ہم شادی

کس مقصد کے تحت کر رہے ہیں، بھئی شادی کر رہے ہیں، کیں ہیں شادیاں دنیا میں شادیاں ہوتی ہیں۔ بچہ جوان ہوتا ہے۔ ماں باپ کے ارمان ہوتے ہیں، لڑکی کا انتخاب ہوتا ہے شادی ہو جاتی ہے لیکن اگر کسی انسان سے یہ پوچھا جائے اس کے پیچھے کوئی مقصد ہے تو زیادہ سے زیادہ کہے گا کہ وہی مقصد جو سب کا مقصد کہ بھئی بچے ہوں خاندان بڑھے۔ یہ تو سب ہی کا مقصد ہے تو یہاں پر چونکہ میں جو اپنی سوچ رکھتا ہوں میں اس کو ہر رخ سے سمجھاتا ہوں کہ پھر یہاں عام انسان اور سرکار کی اُمت اور سرکار کا خاندان برابر نہیں ہو سکتا۔ میں یہ فکر ہمیشہ پیش کرتا ہوں کہ اُمت کے پیمانوں پر آلِ محمدؐ کو پرکھنے کی کوشش نہ کیجئے اور کبھی ایسا بھی نہ ہو کہ جو فقہ جو قانون آپ کو دیا گیا ہے بنا کر جس پر قیامت تک مسلمانوں کو چلتے رہنا ہے وہ قانون آپ کے لئے ہے، آپ کو اِس کی پابندی کرنی ہے۔ صلوٰۃ پڑھیں۔ جو اسلامی قانون ہمارے پاس ہے۔ جو شریعت ہمیں دی گئی جس پر مسلمان عامل ہیں تو جو حکم ہم کو ہے ان احکامات پر آپ نبیؐ کو نہیں ناپ سکتے، آپ یہ نہیں کہہ سکتے ہمارے لئے یہ حکم ہے تو نبیؐ نے یہ کیوں نہیں کیا، ایسا کیوں نہیں کیا؟ امام نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ یہ گناہ ہوگا۔ جی ہاں چاند بہت اچھا لگ رہا ہے۔ چاند کا تذکرہ ہے نا قمرِ بنی ہاشم کا ذکر ہے تو قمر بالکل قندیل بن کے قریب آ گیا ہے، تو یہ گناہ شمار ہوگا، کہ ہم بعض لوگ اس مسئلے کو جانتے نہیں ہیں اس لئے تو نادانی میں سوالات کرتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے ایسا کیوں کیا؟ امام نے ایسا کیوں کیا؟ اس لئے کہ ہم اپنے آئینے میں انہیں دیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ آپ سے غلطی ہو رہی ہے، اس لئے کہ آپ اور ہیں وہ اور ہیں۔ اس لئے کہ میں نے سوال کیا تھا شروع میں کہ کیا کوئی انسان یہ بتا سکتا ہے کہ اس کی شادی کا مقصد کیا ہے؟ دنیا کے سارے انسان شادی کرتے ہیں لیکن کوئی مقصد نہیں

ہوتا، آلِ محمدؐ کے تو گھر میں جو شادی بھی ہوتی ہے اس میں کوئی مقصد پوشیدہ ہوتا ہے اور یاد رکھیئے یہ قیمتی جملہ ہے دنیا کا کوئی انسان نہیں کہہ سکتا کہ جو مقصد شادی کا ان کے ہاں ہوتا ہے نہ وہ اپنے لئے ہوتا ہے، نہ وہ بیوی کے لئے ہوتا ہے، نہ اولاد کے لئے ہوتا ہے۔ شادی کا مقصد اللہ کے لئے ہوتا ہے، اس لئے اللہ کی مرضی پیشِ نظر ہوتی ہے۔ اللہ کی مرضی پیشِ نظر ہوتی ہے جو نبی ہوگا اور جو شادی کرے گا مرضیٔ الٰہی سے کرے گا اس لئے کہ اس کا ہر عمل اللہ کی مرضی کے تابع ہے جو اللہ کی مرضی وہ اس کی مرضی، اللہ کی مرضی سے یہ طے ہوا تھا کہ آدمؑ تنہا نہ رہیں، اس لئے حوّاؑ کو خلق کیا گیا آدمؑ کے لئے، لیکن خلق کرنے کے بعد اللہ نے کہہ دیا، آدمؑ جب تک عقد نہ ہو جائے حوّاؑ کی طرف دیکھنا نہیں، عقد ہو گیا۔ اللہ نے عقد پڑھ دیا آدمؑ اور حوّاؑ کا اور پھر ارشاد ہوا اللہ نے کہا آدمؑ حوّاؑ کا مہر ادا کرو جو ابھی ابھی بنا ہو جس کے پاس نہ زمین ہو نہ مکان ہو نہ جائداد ہوا ابھی نہ سکہ ایجاد ہوا ہے نہ حکومت ایجاد ہوئی ہے بس زبانی کہہ دیا گیا۔ "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً" ابھی ارض بھی نہیں دیکھی، وہ مہر کہاں سے ادا کر دے گا، ابھی تو اللہ کو یہ بتانا پڑے گا کہ یہ مہر ہے کیا؟ ابھی تو آدمؑ کو یہ بتایا جائے گا کہ مہر دو۔ یہ تمہاری بیوی نہیں ہو سکتی اس وقت تک جب تک تم ادائیگی نہیں کرو گے مہر کی تو آدمؑ نے کہا میرے پاس کیا ہے کیا دے دوں حوّاؑ کو..؟ کہاں سے مہر لاؤں؟ اللہ نے کہا مہر ادا کرو تا کہ نکاح پورا ہو کامل ہو اور یہ تمہاری بیوی کہلائے، آدمؑ سات بار درود پڑھو محمدؐ کی آلؑ پر۔ اب میں آپ سے پوچھوں، میں کہہ چکا... آدمؑ کے پاس تھا کیا۔ اللہ نے مہر آسان کر دیا کہ اس کی ادائیگی آدمؑ کے لئے آسان ہو گی، اور جتنی انسانیت پیدا ہوئی حوّاؑ کے مہر پر درود آلِ محمدؐ پر ہوئی اب کوئی درود سے پھر جائے تو آدمؑ کی اولاد نہیں ہے پھر وہ آدمؑ کی اولاد نہیں ہے۔ آدمؑ نے یہ نہیں پوچھا کہ درود

کسے کہتے ہیں اور درود کیسے پڑھا جاتا ہے؟ آدمؑ کی فطرت میں رکھ دی تھا محبتِ آلِ محمدؐ، اور جملہ دے رہا ہوں اور اگر محبت آلِ محمدؐ نہ ہوتی، تو نبوت ہی نہ دیتے، نبوت ملی اس لئے کہ آلِ رسولؐ کے محب تھے۔ ادا کر دو مہر، اب سمجھ میں بات آئی کہ اولاد جو ہوگی وہ محبِّ آلِ محمدؐ ہوگی، محبِّ آلِ محمدؐ ہوگی اس لئے شجرے میں یہ حدیث آخر میں آئی۔ تسلسل وہی تھا کہ نہیں ہوگی علیؑ تمہاری محبت اس کے دل میں کہ جو حلال زادہ نہ ہو۔ انسانیت کے لہو میں عشقِ علیؑ دوڑا دیا۔ آدمؑ کے عہد سے اب اگر کوئی پھر گیا ہے تو اس کے معنی کسی نے خیانت کی ہے، لہو میں خیانت ہوئی اور چوری تو اللہ پسند نہیں کرتا نہ چوری کو پسند کرتا ہے نہ ہیرا پھیری کو پسند کرتا ہے، خیانت کو پسند نہیں کرتا اللہ، اس کو یہ بات پسند نہیں ہے، پریشان ہو گئے لوگ... اتنا پاکیزہ ماحول اتنا پاکیزہ ماحول، آدمؑ بھی معصوم آدمؑ بھی پاک حواؑ بھی معصومہ حواؑ بھی پاک، نکاح بھی پاک مہر بھی پاک یہ قابیل کیسے پیدا ہو گیا؟ یہ قابیل کیسے پیدا ہو گیا؟ اس دن کے لئے اللہ نے کہ آدمؑ کے ہاں قابیل پیدا نہ ہو پائے آدمؑ سے کہا تھا اِدھر جانا اِدھر جانا اِدھر جانا مگر اُدھر نہ جانا چار سمتیں ہیں تین سمتیں جانا چوتھی سمت نہ جانا اگر وہاں چلے گئے تو جو چیز دیکھو گے اس کو دیکھ کر اپنے آپ کو دیکھو گے اور دیکھ کر یہ احساس کرو گے کہ ہم ایسے کیوں نہ ہوئے! اس لئے دیکھنا نہ، نظر نہیں ٹھہرے گی وہاں، وہاں نظر نہیں ٹھہرے گی اور تم دونوں اس منظر کو دیکھنے کے بعد چاہو گے کاش یہ رتبہ ہمیں ملتا کاش یہ رتبہ ہمیں ملتا اور جب تم یہ کہو گے کاش تو دل میں رشک آئے گا جب رشک آئے گا تو ان سے موازنہ کرو گے۔ ہم نہیں چاہتے کہ آدمؑ تم نبی ہو کر بھی آلِ محمدؐ سے موازنہ کرو تمہیں ہم نے ان کے نور کا امانت دار بنایا ہے، نور کا امانت دار بنایا ہے لیکن اس طرف دیکھو گے تو وہ مجسم نظر آجائیں گے تم ان کے حُسن کو دیکھو تو پھر اپنے حُسن کو دیکھو گے، ان کے پیکر کو

دیکھو گے تو اپنے پیکر کو دیکھو گے... تم یہی سمجھ رہے ہو کہ تم سے اعلیٰ واشرف ہم نے کسی کو نہیں بنایا۔ لیکن جسے اعلیٰ واشرف بنایا ہے اسے غیب میں رکھا ہے، تا کہ تم دیکھو نہ ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ پردہ ہٹے اس لئے ابھی پردہ نہ ہٹانا، ہماری اجازت سے پردہ ہٹے گا۔ جب ہم چاہیں گے کہ اپنے خزانے کو ظاہر کریں۔ ہم نے چاہا کہ ہم ظاہر ہو جائیں چھپے ہوئے خزانے کو سامنے لائیں... آدمؑ ہم سے پہلے پردہ ہٹا کر خزانہ دیکھنے کی کوشش نہ کرنا، اگر دیکھ لیا تو دل میں رشک آئے گا، رشک آئے گا تو رشک کی حدیں حسد سے مل جائیں گی اور حسد تم میں نہیں رکھا ہم نے لیکن وہ ایک حاسد ہے جو تم سے حسد کر چکا، اب وہ یہ چاہے گا کہ کیوں کہ اس نے حسد کیا ہے تو یہ مادہ تم میں پیدا کرے اس سے بچتے رہنا اس لئے ہم نے آدمؑ کو بتا دیا تمہارا دشمن وہ ہے پہلے دشمن سے تعارف کروایا کہ پہلے دشمن سمجھ لو پھر دوستوں کو دکھائیں گے، ابھی تو کورس ختم نہیں ہوا تم دشمن کو نہیں سمجھے۔ آدمؑ نے دشمن کو سمجھنے میں کچھ دیر کر دی، دیر کر دی اور وہ سرائیت کر کے جنّت میں آ گیا۔ اس کا مقام تھا، راستے اسے معلوم تھے، اذن بھی سارے مل چکے تھے، پابندیاں ابھی لگی نہیں تھیں، عرش کے دروازے ابھی اس پر بند نہیں ہوئے تھے بزمِ الٰہی سے نکالا گیا تھا، دربارِ خاص سے نکالا گیا تھا ایسے نہیں سمجھیں گے آپ...! نبی اگر کسی کو اپنے گھر سے نکالے تو مدینے سے نہیں نکالا شہر سے نہیں نکالا، عرب سے نہیں نکالا، جنّت سے نکالا ہے اس جگہ سے جو اس کا خاص دربار ہے، شہر میں تو گھوم رہا ہے! شہر میں تو گھومتا پھر رہا ہے، گلیوں میں تو گھومتا پھر رہا ہے، آ گیا پردہ ہٹا کے۔ کچھ دیکھا، دیکھ کر واپس آئے، پیاس لگی، بھوک لگی، ساری چیزیں کھا لینا اس باغ سے نہ کھانا، آدمؑ نے کھا لیا اس کے کھانے کا اثر ہی یہ ہے کہ دو بیج ملے۔ بھئی اس سے زیادہ میں نہیں سمجھا سکتا ادھر گندم کا بیج چلا اُدھر حسد کا بیج چلا جب حسد اور گندم

کا سنگم ہوتا ہے تو قابیل پیدا ہوتا ہے، پھر بھی نہیں سمجھے آپ...! پھر سنیئے...جب حسد اور گندم ملتے ہیں تو قابیل پیدا ہوتا ہے، یعنی قاتل پیدا ہوتا ہے...! اس لئے علیؑ نے ساری زندگی گندم نہیں کھایا....! عباسؑ، عباسؑ، عباسؑ...اب عباسؑ کو سمجھئے، یہ ہیں عباسؑ، رشتہ وہ رکھا جسے سوتیلا کہتے ہیں، ہابیل قابیل کا سگا بھائی تھا، لیکن گندم اور حسد مل چکے تھے، یہاں نہ حسد تھا نہ گندم تھا، عباسؑ حسینؑ کے سوتیلے تھے، مگر سگوں سے بڑھ گئے۔ سگوں سے بڑھ گئے۔ قابیل قاتل...اب جب آئیں گے زمین پہ تو پہلا ثمر جو ہوگا وہ حسد کا کڑوا پھل ہوگا، یہ وہ نفس آدمؑ کے پیکر کی اور حواؑ کے پیکر کی صفائی تھی، کہا کہ توبہ کرو، کہا توبہ کیسے کروں، کہا وہی پانچ نام جو تمہارے پاس ہیں ان کا وسیلہ دیتے جاؤ توبہ قبول ہوتی جائے گی، اب دو چیزیں ملیں توبہ اور ذکرِ پنجتنؑ تو ہابیل پیدا ہوں۔ جہاں توبہ ہے اور ذکرِ پنجتنؑ ہے...توبہ کے معنی ہیں خوف الٰہی، جہاں خوفِ الٰہی ہے اور ذکرِ پنجتنؑ ہے...وہاں مظلوم ہوتا ہے، جہاں حسد اور شیطان ہے، وہاں قابیل قاتل ہوتا ہے۔ ہیں دونوں آدمؑ کی اولاد، آپ بھی آدمؑ کی اولاد ہیں اور جو اماموں کے روضے گرا رہا ہے وہ بھی آدم کی اولاد ہے، ہیں دونوں آدمؑ کی اولاد لیکن فرق ہے یعنی ایک بنی ہوئی چیز خوبصورت لگ رہی ہے، اچھی لگ رہی ہے، نہیں میں یہ دیکھ رہا ہوں کتنا وقت گزرا جا رہا ہے صلوٰۃ پڑھئے گا۔ یہ بڑی مشکل منزل ہے، قابیل اور ہابیل کا ذکر کوئی سمجھا نہیں پاتا، اس لئے کہ یہ دونوں نبی کے بیٹے ہیں کیوں کہ اوّل روز تھوڑا سا رُخ بدل دیا، رُکا تو کہیں سے کہیں بات اتنی سی دیر میں موقع مل گیا نا سوچنے کا ورنہ کمپیوٹر یوں مسلسل چل رہا ہوتا ہے موقع ہی کہاں ملتا ہے سوچنے کا، تو دو منٹ مل گئے اس لئے موقع مل گیا کہ کچھ اور بھی بتا دوں آپ کو اوّل روز ایک تجرباتی دنیا سے پہلے نبی کو گزارا کہ ذرا دیکھ بھال کہ چلنا، بیٹا قابیل جیسا بھی ہوتا ہے، بیٹا ہابیل جیسا بھی ہوتا ہے اور نسل

میں نبوت کو بھی جانا ہے۔اس لئے احتیاط لازم ہے۔آدمؑ اب بچوں کو بتاتے رہنا،نسل میں نبوت جانی ہے ذرا شادی دیکھ بھال کے کریں،شادی دیکھ بھال کر کریں۔یہ وہ حواؑ ہمارے جنّت کے ماحول کی پلی تھیں۔تمہاری فضا اور حواؑ کی فضا ایک ہی تھی لیکن اب فضائیں بدلیں گی ملک بدلیں گے،سمت بدلیں گے، قومیں بدلیں گی،رنگ بدلیں گے،رنگتیں بدلیں گی،نسلیں بدلیں گی،عادتیں بدلیں گی ادوار بدلیں گے۔کہیں دوریاں ہوگی کہیں قربتیں ہوں گی،کوئی کسی دریا کا پانی پیئے ہوگا،کوئی کسی دریا کا پانی پیئے ہوگا تو ذرا دیکھ بھال،کہتے ہیں نا آج ہم دیکھ بھال،دیکھ بھال۔تو دوسری منزل بھی آ گئی نوحؑ سے کہا ٹھیک ہے،ٹھیک ہے شادیاں تم نے کئی کر لی ہیں اب یہ ظاہر ہے کہ یہ تمہارے اپنے بچّے ہیں۔اعلان کرنا پڑا اللہ کو،اعلان کرنا پڑا نوحؑ کے لئے،بیوی تمہارے اہل میں سے نہیں ہے..!ارے!بھئی شادی کرنے دے اللہ،بیاہ کے لانے دے،اب گھریلو معاملات میں بھی تو بار بار بولے گا،یہ کیا ساری دنیا کے انسانوں کے شادی شدہ جوڑوں کے معاملات میں تو قیامت تک بولتا رہے گا کہا نہیں سب کے معاملے میں کیوں بولیں گے،یہ ہماری ہدایت کے گھرانے ہیں،یہاں بولیں گے بار بار بولیں گے،اتنا عتاب بیوی پر کیوں ہے؟اتنا غصّہ نوحؑ کی بیوی پر کیوں ہے؟قرآن میں لکھ کر قیامت تک کے لئے رکھ دیا کہ نوحؑ کی بیوی کافرہ تھی،سرکش تھی،آیت میں درج کر دیا،سورۂ تحریم میں لکھ دیا کئی جگہ ذکر کر دیا...کہا! اس لئے ذکر کر دیا کہ سرٹیفکیٹ عورت کو دے دیتے ہیں تا کہ پھر بچّے جو ہیں وہ کوئی دعویٰ نہ کرسکیں۔اب پتہ چلا کہ بچّے کی اچھائی اور بُرائی باپ سے نہیں ہے۔ قرآن نے بتایا ماں سے ہے،اس لئے اللہ نے ہر نبی سے کہا،ماں دیکھ بھال کر لانا۔اس لئے کہ ہمارے دین کو جیسے بچوں کی ضرورت ہے،ہم ویسے بچّے چاہتے

ہیں۔اب سمجھ میں آیا علیؑ نے کیوں کہا عقیلؑ بہادر قبیلے کی عورت، بہادر قبیلے کی عورت دیکھا نوحؑ تو نے، یہ گود کا اثر تھا جو کنعان سفینے میں نہ آیا، تو اب جملے آپ کے کام کے ہیں سمجھئے یا نہ سمجھے! کہا آلِ محمدؐ مثلِ سفینۂ نوحؑ ہیں، جو اس سفینے میں بیٹھ گیا وہ ناجی ہو گیا پھر اس کا بیڑا پار ہو گیا، اور جو نہ بیٹھا اس سفینے میں وہ غرق ہوا، یہ ہے پوری حدیث، کنعان سفینے میں نہیں بیٹھا۔غرق ہوا اللہ نے اعلان کیا! اس کی ماں سرکش، نااہل ہے نبی کی اہل نہیں نبی کی رشتے دار نہیں...کچھ بھی نہیں سمجھے آپ...اب جو قیامت تک سفینے میں نہ بیٹھیں اُن کی ماؤں کو دیکھو! یہ پوری دنیا کا مسئلہ ہے یہ کوئی آپ کے منبر کا مسئلہ نہیں ہے، قرآن کا مسئلہ نہیں ہے، یہ پوری دنیا کا بین الاقوامی مسئلہ ہے، اس لئے یوم ماں Mother Day منایا جاتا ہے، تاکہ ماں کی اہمیت پورے World میں اجاگر ہو کہ ماں کو کیسا ہونا چاہیے اگر آپ نے میری شامِ غریباں کی تقریر آج ٹی وی پہ سنی تھی تو اس کا عنوان یہی تھا...اگر ماں بہتر ہے تو گھر بہتر، گھر بہتر تو محلّہ بہتر، محلّہ بہتر تو شہر بہتر، شہر بہتر تو ملک بہتر ملک بہتر تو قوم بہتر... پورا ملک پوری قوم پوری تہذیب ایک ماں بناتی ہے۔اور اگر دیکھنا ہے تو جو ایک بیٹے اور ایک ماں کو اللہ نے مکّے کی بے آب وگیاہ زمین پہ اُتارا تھا آج دین بنا، ماں نے ملک بنایا، عرب بسا ہاجرہؑ کی وجہ سے، ماں وہ کیسی تھی کہ جس کیلئے ملک بسوایا گیا؟ ماں کیسی تھی کے جس کے لئے مکّے کا انتخاب ہوا؟ ماں کیسی تھی کہ جس کے لئے وہ شہر بنایا گیا یعنی وہ ماں ہے جو تہذیب بنا رہی ہے اور میں نے کسی تقریر میں کہا تھا تہذیبیں پہاڑوں کی چوٹیوں پر نہیں بنا کرتیں، تہذیبیں نشیب میں بنا کرتی ہیں جملہ میرا یاد ہے آپ کو کئی برس پہلے میں نے پڑھا تھا۔دنیا کی جتنی تہذیبیں ہیں سب کو اٹھا کر پڑھ لیجئے جو نشیبی علاقے ہیں تہذیب وہیں سے ابھرتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسے جیسے آپ

نشیب میں جائیں گے فضا نرم ہوتی جاتی ہے، مٹی نرم ہوتی جاتی ہے، زراعت کے لئے زمین اچھی ہوتی جاتی ہے۔ آپ اوپر جائیں گے، ماحول سخت ہوتا جائے گا، ہوا کم ہوتی جائے گی، فضا بند ہوتی جائے گی پتھر بڑھتے جائیں گے، دماغ پر پتھر پڑتے جائیں گے، پہاڑ کی چوٹی پر تہذیب نہیں بنتی۔ اور اب ایک خوبصورت سا جملہ ابھی آیا.... جو تہذیب کے دشمن ہوتے ہیں وہ بھاگ کر پہاڑ پر چڑھا کرتے ہیں! مکہ... جہاں کعبہ بنا ہے جب آپ جائیں حج کرنے، آپ چلے، خانہ کعبہ کی طرف کہیں سے آپ کو نہیں نظر آئے گا کیوں کہ وہ گہرائی میں ہے، کنویں میں ہے، گھاٹی میں ہے۔ پورا مکہ اونچا چونکہ دو پہاڑیوں کہ بیچ میں جو نالہ بہتا ہے برساتی پانی کا، اسے گھاٹی کہتے ہیں۔ اسے وادی کہتے ہیں وادی بنتی ہی اس طرح ہے کہ دو پہاڑیوں کے بیچ میں جو برساتی پانی بہتا ہے تو مٹی کو کاٹ کر گہرائی میں ایک وادی بناتا ہے۔ کعبہ وہاں بنا ہے جہاں صفا اور مروہ کے درمیان میں ایک گھاٹی اور وادی بن چکی تھی۔ وہاں اتارا ہاجرۂ کو دو پہاڑیوں کے بیچ میں، وادی میں دوڑیں، دوڑنا تہذیب کا عمل بن گیا، ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی تک منزل بنی، کیوں دو پہاڑیوں کے بیچ میں منزل کیوں بنی؟ کہ ہاجرۂ اِدھر سے اُدھر جائیں... اس لئے کہ جب آدمؑ کو اتارا تو صفا پر اتارا جب حواؑ کو اتارا تو مروہ پر اتارا عربی میں اور عبرانی میں مروہ عورت کو کہتے ہیں صفا آدمؑ کا خطاب تھا آدمؑ صفی اللہ اس لئے ایک پہاڑی آدمؑ کے نام سے ہوئی ایک حواؑ کے نام سے ہوئی۔ ہاجرۂ نے پہلا نبی اور اس کی زوجہ کے درمیان اپنے سفر کو تمام کر کے بتایا کہ نبی کی بیوی نبوت سے باہر نہیں جاتی۔ آپ نے غور نہیں کیا بہت سی باتوں میں، آپ نے غور نہیں کیا، یہ قدرت نے دکھایا کہ بیوی کو اپنے سے دور ایک وادی میں چھوڑ آؤ تاکہ ہم زمانے کو دکھائیں کہ نبی کی بیوی شوہر سے دور ہزاروں میل دور ایک

وادی میں بغیر شوہر کے بغیر خاندان کے بغیر سرپرست کے کام کیا کرتی ہے۔ اگر شوہر نہ ہو بیوی اکیلی ہو تب اس کا کام کیا ہے؟ نبی کی بیوی کا کام کیا ہے؟ یہ دکھایا قدرت نے کہ نبی کی بیوی جب بالکل اکیلی ہو اور شوہر پاس نہ ہو اور گھر سے دور ہو، گھر سے باہر ہو، گھر بھی نہ ہو لیکن صرف ایک بیٹا ہو تو وہ کرتی کیا ہے؟ تو بتایا اللہ نے نبی کی بیوی گھر سے دور ہو جائے تو ایک تہذیب بناتی ہے۔ ہمارا گھر بناتی ہے۔ ہمارے گھر کا پردہ سیتی ہے۔ ہمارے گھر کا پردہ کرتی ہے۔ وہ بے پردہ باہر نہیں آتی۔ ہمارے گھر کو پردے میں ڈھانپ دیا ہاجرہؑ نے تو ہم نے آج تک غلافِ کعبہ ہٹوایا ہی نہیں، کیونکہ ہاجرہؑ کے ہاتھ کا سیا ہوا تھا۔ تو جو اللہ کے گھر کا پردہ کردے، اللہ اس کا کتنا پردہ کرے گا اور جو اللہ کے نبی کے گھر کو بے پردہ کردے تو وہ قرآن میں وہ اس کو کب چھوڑتا ہے اب چاہے وہ نوحؑ کی بیوی ہو چاہے وہ لوطؑ کی بیوی ہو تو انتخابِ قدرت ایسا ہو۔ نظر ہو اللہ کی۔ ہاں! ہاشم ٹھیک ہے بچے ہیں لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ مدینے کے سردار اوس وخزرج کے مالک اور بڑے سرتاج بادشاہ کی بیٹی سلمٰی سے تمہارا عقد ہو...! کہاں پتہ چلا ہاشم کو، کیا وحی آرہی ہے؟ نہیں لیٹے سو رہے تھے عرفات میں جہاں حاجی ٹھہرتے ہیں ایک پہاڑی چٹان پر۔ رات میں خواب دیکھا جیسے کوئی کان میں پکار رہا ہے...! مدینے جاؤ مدینے جاؤ یہ جو تمہاری پیشانی سے نور اٹھ کر آسمان تک جاتا ہے۔ تم جو خواب میں لیٹے دیکھ رہے ہو اس نور کو آسمان تک جاتے، یہ نور پیشانی سے جدا نہیں ہوگا حالانکہ چار بیٹے ہو چکے تمہارے...! سلمٰی سے عقد کرو۔ ہاشمیوں کو بتایا، بارات چلی، ہاشم مدینے آئے سلمٰی سے عقد ہوا اور کہہ کے چلے بیٹا ہوگا! ہم شام جاتے ہیں فلسطین، تجارتی سفر پر بیٹا ہو تو دادھیال پہنچا دینا، اس بچّے کے چچاؤں کے پاس، بیٹا ہوا، ماں نے نام شیبہ رکھو یا اس لیے کہ وہ پیدا ہوئے تو کالے بالوں

میں ایک سفید بال نظر آیا، سفید بال نظر آیا۔ عربی میں شیبہ کہتے ہیں بڑھاپے کو تو کہا بیٹا تم تو پیدا ہوتے ہی بوڑھے ہو گئے۔ سفید بال پہ شیبہ نام رکھ دیا، اور کیا پورا نام رکھا؟ شیبۃ الحمد صرف شیبہ نہیں بہت عرب میں شیبہ ہوں گے، کیوں کہ بچے کا نام رکھا شیبۃ الحمد...! حمد کرنے والا شیبہ! ماں نے نام رکھا دس برس کی عمر میں بیٹا جناب مطلب کے ساتھ آیا، چونکہ مطلبؑ لائے تھے اس لئے عبد المطلبؑ مشہور ہوئے، مالک ہوئے عرب کے سرتاج، کعبے کے مالک، حکم الٰہی سے شادی ہوئی، شادیاں عبد المطلبؑ نے بھی کیں لیکن جب حکمِ الٰہی سے فاطمہ مخزومیہ سے عقد کیا تو، ابو طالبؑ اور عبد اللہؑ پیدا ہوئے۔ حکمِ الٰہی سے عبد المطلبؑ نے عبد اللہؑ کی شادی آمنہؑ سے کی تو محمدؐ پیدا ہوئے، حکمِ الٰہی سے عبد المطلبؑ نے ابو طالبؑ کی شادی فاطمہ بنتِ اسدؑ سے کی۔ اپنی بھتیجی سے عبد المطلبؑ نے شادی کی تو کون پیدا ہوا؟

جیسے ہی نصف نور ملا نصف نور سے
اپنے کو کردگار نے دیکھا غرور سے

نورِ ابو طالبؑ نورِ عبد اللہؑ اور وہ ملکِ محمود تھا جو آ رہا تھا۔ جبرئیل آ رہے تھے، میکائیل آ رہے تھے اور کہہ رہے تھے ملک کر دیجئے نور کا رشتہ نور سے، کر دیجئے نور کا رشتہ نور سے کل رات عرش پر دَل بادل کے پردے پڑے تھے کہکشاں کی محفل سجی تھی۔ چاند بھی مہمان تھا۔ شاعر ملائکہ مقربین تھے۔ منبرِ نور پر راحیل ملک نے خطبہ پڑھا، جوابیات کا خطبہ اللہ نے پڑھا۔ محفل سجی تھی رات بڑی دھوم سے عقد ہوا ہے:-

نہ ایسی شادیاں دیکھیں نہ ایسے بیاہ ہوئے
خدا نے عقد پڑھا انبیاء گواہ ہوئے

خدا نے عقد پڑھ دیا، انبیاء گواہ ہوئے ہیں آپ منبر سے علیؑ کا عقد فاطمہؑ کے ساتھ پڑھ دیجئے، وہی خطبہ جو راحیل نے عرش پر پڑھا تھا، پیغمبر نے مسجدِ نبوی میں پڑھا، کہاں اوّلین و آخرین میں ایسی شادی ہوئی۔

ایسی بیوی علیؑ کی جو فخرِ حواؑ، فخرِ سارہؑ، فخرِ ہاجرہؑ، فخرِ آسیہؑ، فخرِ صفوراؑ، فخرِ زلیخاؑ، فخرِ مریمؑ، فخرِ مادرِ موسیٰؑ، جو سیدۂ نساء العالمین، اوّلین و آخرین کی جو بتولِ عذرا، جو انسیہ حورا، جو طاہرہ جو سیدہ، جو عابدہ، جو زاہدہ، اس پر جو بیوی بیاہ کر آئے گی تو اس کا رتبہ زہراؑ سے کم ہو اوروں سے تو کچھ بلند ہو...! اس لئے علیؑ نے کہا عقیلؑ ایسی عورت ڈھونڈو... یہ ساری محنت اس جملے کے لیئے تھی... یہ تمہید تھی میرے بھائی!
ہم جلد سے جلد آپ کو اس منزل پر لانا چاہ رہے ہیں کہ اُمّ البنینؑ کی شادی تو ہو جائے۔ آج تیسری تقریر ہوگئی اگر ہم جلدی منزلیں طے نہیں کریں گے تو ابھی شادی گھر میں آنا...، ایک سال کے بعد آفتاب کے گھر میں مہتاب کا اترنا اور پھر ان کا جوان ہونا، پھر ان کی شجاعتیں، پھر ان کی وفاداریاں، پھر ان کا حُسن، ان کی وجاہت موضوع بڑھتا جائے گا۔ موضوع کھُلتا جائے گا آپ کے دل کی کلیاں کھلتی جائیں گی...! آپ اپنے دل کے ان کلیوں کے پھولوں کو عباسؑ کے قدموں میں نچھاور کرتے جائیں گے اور درود پڑھتے جائیں گے۔ ہمارا ممدوح عباسؑ...
جس کی ماں اُمّ البنینؑ، عقیلؑ کسی بہادر قبیلے میں، یا علیؑ آپ خود بہادر ہیں، آپ کا باپ بہادر، آپ کا بھائی محمدؐ بہادر، آپ کا دادا بہادر، آپ کا پردادا بہادر، کوئی ایسا بھی تھا گھر میں کہ بہادر نہ ہو بلکہ حدیثِ رسولؐ یہ ہے، سن لیجئے حدیثِ رسولؐ اور یہ بار بار حدیث آپ کو کام آتی رہے گی آنے والی تقریروں میں فرمایا کہ اگر اللہ پوری دنیا کو نسلِ ابو طالبؑ میں پیدا کر دیتا تو کائنات میں کوئی بزدل نہ ہوتا اس لئے

کہ اللہ نے ابو طالبؑ کی جتنی اولاد کو پیدا کیا قیامت تک وہ اولاد شجاع ہی رہے گی۔ ابو طالبؑ کے خون میں کبھی بزدلی نہیں آئی شجاعت ہی شجاعت، یا علیؑ آپ تو ابو طالبؑ کے بیٹے ہیں یہ آپ کو شجاع قبیلے کی تلاش کیوں ہے؟ تو میری تمہید بھول نہ جایئے گا... وہ حوّا ہیں، وہ حوّا ہیں جو لے کر جا رہی ہیں آدمؑ کو، اس سمت آیئے دیکھیں ہے کیا تھوڑی دیر کے لئے ہی سہی قابیل وجود میں آرہا ہے، وہ زوجۂ نوحؑ ہے جو نہ خود سفینے میں آئی نہ بیٹے کو آنے دیا اور کیا سنائیں آپ کو ابراہیمؑ آئے۔ ہاجرہؑ کا انتقال ہو چکا، دروازے پر آکر آواز دی، اسماعیلؑ کی بیوی دروازے پر آئی۔ ابھی پہلے عشرے میں پڑھ چکا دہرا رہا ہوں کیوں کہ ان کے موضوع پر بات آرہی ہے کہا وہ نہیں ہیں شکار پہ گئے ہیں۔ اسمٰعیلؑ نہیں ہیں لیکن اس نے نہ کھانے کو پوچھا نہ پانی کو جواب دے کے دروازہ بند کر لیا کہا، اچھا جب وہ آئیں تو کہہ دینا ایک بزرگ آیا تھا، پیغام یہ دے گیا ہے کہ اپنے گھر کی چوکھٹ بدل لو اسمٰعیلؑ آئے تو نور دیکھا کہا کوئی آیا تھا یہ نور کیسا ہے؟ کہا ایک بوڑھا آیا تھا ٹھہرا نہیں کہا تم نے اس کو اتارا نہیں، اس کا سر نہیں دھلایا، کھانے کو نہیں پوچھا پانی کا نہیں پوچھا، وہ میرا باپ تھا، کہا کچھ کہہ گئے کہا ہاں جی ایک بات کہہ گئے کہ اسمٰعیلؑ سے کہہ دینا گھر کی چوکھٹ بدل لو کہا تو پھر بس جا میں نے تجھے طلاق دی اس لئے کہ میرے باپ نے گھر کی چوکھٹ بدل لینے کو کہا ہے....!

طلاق دے دی پھر عقد کیا... اب جس سے عقد کیا اس کا نام سیّدہ تھا سردارِ مکہ کی بیٹی تھی پھر آئے ابراہیمؑ نہیں تھے اسمٰعیلؑ، دروازے پہ آواز دی۔ خاتون نے پوچھا آپ کہاں سے آئے ہیں کہا ہم فلسطین سے آئے ہیں، کہا اچھا ٹھہریئے آپ تو اسمٰعیلؑ کے والد ہیں ٹھہریئے ٹھہریئے اس پتھر پہ پیر رکھیئے، وہ ہے مقامِ ابراہیمؑ

اس پتھر پہ پیر رکھیئے گھوڑے کی رکاب سے پیر نکالئے پیر اس پہ رکھیئے میں پانی لاتی ہوں، سر کو جھکایئے میں آپ کے سر کی گرد کو دھو دوں! میں آپ کے پیر دھلا دوں! میں آپ کے ہاتھ دھلا دوں پھر میں کھانا لاتی ہوں، آپ کھانا کھایئے گا! کہا نہیں ہم اب ٹھہریں گے نہیں لیکن جب آئیں اسمٰعیلؑ آئیں کہہ دینا میری دعائیں اور کہہ دینا گھر کی چوکھٹ اچھی ہے، اب نہ بدلیں۔ گھر کی عورت اگر بزرگ کا احترام کرے، تو گھر میں رہتی ہے، اگر احترام نہ کرے تو طلاق ہو ہی جاتی ہے۔ یہ ہے انبیاء کی حیات سے جو اسباق دیئے گئے ہیں بچّے اور جوانوں اور نسلوں کے لئے، اب سمجھے انبیاء دیکھتے ہیں نسلوں کو، علیؑ بھی دیکھ رہے تھے تو کیا آپ دیکھ نہیں رہے، پھر عقیلؑ سے کیوں کہا، کہا کب سے ہمارے باپ نے عقیلؑ نام رکھا ہے، اب تو میں زمانے کو بتا دوں کہ میرا بھائی عقیلؑ کیوں کہلاتا ہے...نہیں سمجھے...! عقیل کہتے ہیں سب سے عقلمند، آج سے یہ عقیلِ عرب کہلائیں گے اور جب امام کسی سے مشورہ کرے تو اس مشورے کے معنی ہوتے ہیں کہ کوئی مشورہ دے رہا ہے مشورہ لے نہیں رہا...کچھ نہیں سمجھے آپ...! جب امام یہ کسی سے کہے یہ کام کرو میرے لئے تو وہ مشورہ نہیں کر رہا مشورہ دے رہا ہے اب یہ سمجھنے والے پر ہے، آئے ہئے ہئے کہاں سمجھے آپ...! بالکل نہیں سمجھے امت نہیں سمجھی تو آپ اتنی جلدی کیسے سمجھیں لیں گے، آپ اُمت کے ساتھ رہتے ہیں نا..! اس لئے دیر لگے گی...علیؑ مشورے دیتے تھے، دیتے تھے مشورے دیتے تھے...لیتے نہیں تھے تنبیہیں کرتے تھے غلطیاں صحیح کرو...! تو امام کا کام ہے...! عقیلؑ بہادر قبیلہ تاکہ اس سے جو بیٹا ہو وہ میرے حسینؑ کے کام آئے۔ عقیلؑ نے کچھ دیر کے لئے سوچا شادی پیغمبر کے گھر ہوئی تھی علیؑ کی تو مجھ سے کب پوچھا تھا علیؑ نے؟ حالانکہ باپ

کے بعد میں بڑا بھائی تھا، ابوطالبؑ کی جگہ تھا میں لیکن مجھ سے تو نہیں پوچھا تھا لیکن عقیلؑ یہ کہہ ہی نہیں سکتے اس لئے کہ عقیلؑ اس وقت صرف بڑے بھائی نہیں ہیں جب سیّدہ کی شادی ہوئی، بڑے بھائی تو محمدؐ ہیں عقیلؑ سے بڑے تو وہ ہیں، عقیلؑ کی مجال کیا؟ اس بڑے بھائی کے سامنے بول سکیں اور اس نے جب پالا بھی ہو مثلِ باپ کے تو وہی ہے بڑا بھائی۔ عقیلؑ کیوں بولتے لیکن اب محمد تو نہیں ہیں تو اب عقیلؑ کو معلوم ہے کہ اب سب سے بڑے ہم ہی ہیں۔ پورے خاندان میں اور واقعی سب سے بڑے عقیلؑ تھے بعدِ نبیؐ بعدِ جعفرِ طیارؑ اب تو بنی ہاشم میں سب سے بڑے عقیلؑ ہی ہیں تو کیوں پوچھا۔ عقیلؑ سوچنے لگے کیوں پوچھا بات سمجھ گئے اور بات یوں سمجھے کہ میری شادی قبیلۂ بنی کلاب میں ہوئی ہے اور میری بیوی کا خطاب بھی اُمّ البنینؑ ہے۔ اس لئے کہ اس سے بھی چار بیٹے ہوئے ہیں اور علیؑ یہ کہہ رہے ہیں کہ شجاع قبیلے کی عورت...! تو شجاع قبیلہ تو بنی کلاب ہے۔ تو یہ کیا کہا علیؑ نے کہ ایسا بیٹا کہ جو میرے حسینؑ کے کام آئے اب عقیلؑ وہاں تک پہنچ گئے... اپنے چار وں بیٹوں کی طرف دیکھا اور کہا اچھا علیؑ مجھے یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ عقیل کوئی انتظام تم نے بھی کیا حسینؑ کے لئے...؟ اب چلے جاؤ نا... مسلمؑ تک پہنچ جاؤ اور زیارت پڑھو مسلمؑ اور عباسؑ دونوں کی... تو دونوں میں یہ جملہ ساتھ ملے گا، السّلام علیک یا عبدالصالح... اللہ کے صالح بن گئے مسلمؑ بھی عباسؑ بھی زیارت دونوں کی ملتی جُلتی، دونوں کو عالم بھی کہا گیا دونوں کو فقیہ بھی کہا گیا اور دونوں میں ایک رشتہ ہے۔ رشتہ یہ ہے کہ عباسؑ نے مسلمؑ سے تلوار چلانا سیکھی۔ مسلمؑ استاد ہیں، عباسؑ شاگرد ہیں سگے چچازاد بھائی بھی ہیں اور بہنوئی بھی ہیں ایک بہن بھی حسینؑ کی رقیہؑ مسلمؑ کو بیاہی ہے... کئی کئی رشتے ہیں، پیار کے رشتے تو شائد بچوں

سے عقیلؑ نے کہا ہو کہ علیؑ تیاری کر رہے ہیں... ہماری بھی تیاری ہے تو آپ کو پتہ ہے...! علیؑ کے گیارہ بیٹے کربلا میں آئے ہیں، عقیلؑ کے بارہ بیٹے کربلا میں آئے ہیں، سب سے زیادہ قربانیاں کربلا میں اولادِ عقیلؑ کی ہیں...! عقیلؑ سمجھ گئے کہا اب آپ بات کیجئے فاطمہ کلابیہ بن حزام سے... اچھا! اب یہ بتا دیجئے کہ اب یہ صاحب ہو گئے پونے گیارہ تو پندرہ منٹ کے مصائب پڑھوں یا شادی آج پڑھ دوں اُمّ البنینؑ کی یا کل سننا چاہتے ہیں؟ تو مطلب آج شادی مکمل کر دوں یا کل دوسری قسط میں شادی پڑھوں اور آج تقریر یہیں روک دوں؟ سب لوگ کہاں بول رہے ہیں یہاں سب لوگ کہاں بول رہے ہیں، سنیں گے بیٹھیں گے آپ؟ مطلب شبنم وغیرہ زیادہ تو نہیں ہے کہ چھینکیں وغیرہ آ جائیں، موسم تو اچھا ہے؟ چاند نکلا ہوا ہے تو ایک درود پڑھیے۔ ہوا ٹھنڈی چل رہی تھی، مقام جاں فضا تھا درخت کی شاخیں ہل رہی تھیں، چودھویں کا چاند آسمان پر مسکرا رہا تھا، اُمّ البنینؑ نے نگاہ اٹھائی اور دیکھا کہ چاند چلا... چودھویں کا چاند چلا اور اُمّ البنینؑ کی گود میں آیا، اور اس کے بعد تین ستارے اور عرش سے اترے اور گود میں آئے۔ سو کر اٹھیں ماں سے کہا اماں عجیب خواب دیکھا، ایک باغ دیکھا جہاں فضا چاندنی کھلی تھی آسمان کی وسعتوں میں چودھویں کا چاند مسکرا رہا تھا اور ایسے میں چاند میری گود میں اترا پھر تین ستارے میری گود میں اُترے، ماں نے کہا برقع اوڑھو، میرے ساتھ چلو میں خاندان کے کسی بزرگ سے پوچھتی ہوں چل کے، بزرگِ خاندان کے پاس پہنچیں کہا میری بیٹی نے یہ خواب دیکھا ہے، کہا بہت جلد دنیا کے کسی عظیم انسان کا رشتہ تیری بیٹی کے لئے آنے والا ہے، جلد ہی شادی ہو گی اور چار بیٹے اسے ملیں گے ایک بیٹا چاند جیسا ہو گا۔ تین بیٹے ستارے جیسے۔ ماں بیٹی گھر میں

واپس آئیں ابھی گھر میں قدم نہیں رکھا تھا، دروازے پہ دستک ہوئی حزام نے پوچھا کون؟ کہا عقیلؑ ابن ابی طالبؑ...! سرتاجِ عرب کے بیٹے، امینِ عرب کے بیٹے ...کیسے آنا ہوا؟ کہا ہم رشتہ لائے ہیں تیری بیٹی کا، حزام! ہم رشتہ لائے ہیں۔ کس کا رشتہ؟ ہم رشتہ لائے ہیں اپنے بھائی علیؑ مرتضٰی کا رشتہ...اللہ اکبر...بس یہ سننا تھا حزام نے کہا...! کون انکار کرسکتا ہے ایسے رشتے کیلئے، اور بے اختیار کہا پیغمبر کا داماد، پیغمبر کا داماد اب میرا داماد بنے گا۔ عقیلؑ نے کہا جاؤ پہلے گھر میں گفتگو کرو اور اپنی بیٹی سے بھی پوچھو...حزام گئے سمامہ خاتون جو اُمّ البنینؑ کی والدہ ہیں ...تفصیلات سب کتابوں میں موجود ہیں میں نے بہت مختصر سا سنایا اور کتاب سے ایک چیپٹر chapter سناتے ہیں اور شادی ہم سنائیں گے آپ کو تاریخ سے نہیں، تاریخ ہم نے لکھی ہے اس میں، فارسی سے بھی عربی سے بھی ترجمہ لیکن شادی ہم آپ کو سنائیں گے جو مرزا دبیر نے لکھی ہے، اُمّ البنینؑ کی شادی اور میں شعر نہیں سناؤں گا...، میں شعر نہیں سناؤں گا میں نے ترجمہ لکھا ہے اور یہ دیکھئے گا کہ میں نے شاعری کو نثر کیسے بنایا اور یہ میں آپ کو بتا دوں کہ شاعری کو نثر بنانا سنتِ پیغمبر ہے اس لئے کہ اللہ نے قرآن میں کہا ہم نے اپنے حبیب کو شعر کا علم نہیں دیا، سورہ یٰسین میں ارشاد ہوا!

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِیْ لَهٗ

ہم نے اپنے پیغمبر کو شعر کا علم نہیں سکھایا ہم نے اپنے پیغمبر کو شاعری نہیں سکھائی تو سرکار نے کبھی زندگی میں شعر نہیں پڑھا اس لئے کہ زبان پہ شعر آ ہی نہیں سکتا تھا یہ علم اللہ نے دیا ہی نہیں لیکن جب کہتے تھے کسی سے صحابی سے یا علیؑ سے کہ فلاں فلاں شاعر جو عرب میں گزرا ہے اس کا فلاں شعر ہم کو سناؤ وہ بڑا اچھا

اخلاقی شعر تھا ہم سننا چاہتے ہیں...تو آپ کیسے بتاتے شعر تو آپ پڑھ نہیں سکتے تھے اس لئے شعر کی نثر بنا کے کہتے علیؑ یہ والا شعر سناؤ...! شعر کو نثر بنانا سنتِ پیغمبر ہے۔ اس لئے میں نے شعر بھی لکھ دیئے کہ جسے شاعری پسند ہے وہ پڑھ لے جسے نہیں پسند، نہیں سمجھ میں آتی وہ میری نثر پڑھ لے اور نثر پڑھ کے پھر انیسؔ کو اور دبیرؔ کو پڑھ لے تو سمجھ میں آجائے گا۔ عجیب بات یہ ہے کہ دبیرؔ نے یہ مرثیہ انتقال سے چھ مہینے پہلے لکھا اور جو آخری مرثیہ لکھا وہ حضرتِ عباسؑ پہ لکھا آخری مرثیہ اور ابھی مرثیہ پورا نہیں ہوا تھا مصائب تک نہیں پہنچے تھے کہ انتقال ہوگیا۔ اس لئے یہ مرثیہ مرزا دبیر کا بڑا یادگار ہے لیکن اگر آپ کہیں تو کل ہم وہ شعر سنا دیں گے لیکن جن لوگوں نے کتاب لے لی ہے ان کے لئے پھر کیا وہ تو پڑھ ہی لیں گے، ہم آپ کو نثر سناتے ہیں جو ہم نے اشعار سے بنائی ہے یہ شادی کیسے ہوئی؟ اب یہ نثر سنا رہے ہیں جو شعروں سے مَیں نے نثر بنائی ہے مرزا دبیرؔ کہتے ہیں...!

حضرت اُمّ البنینؑ کے والدِ گرامی حزام کلابی کے یہاں جب حضرت علیؑ کا پیغام پہنچا حضرت اُمّ البنینؑ کی والدہ ثمامہ کلابیہ نے خوشی کے عالم میں اپنے شوہر سے پوچھا کیا رسولؐ اللہ کا داماد اور وصی میرا داماد بنے گا...؟ حزام نے کہا مبارک ہو ہاں! علیؑ اب ہمارے داماد ہوں گے ہاں! وہ علیؑ ...بات کیسی جلدی سے ختم ہو جاتی...، ہاں وہ علیؑ جو شاہِ ہل اتیٰ ہیں خواجہ قنبر ہیں، دوشِ پیمبرؐ پہ جن کو معراج ہوئی ہے، دنیا کے عظیم شہنشاہ سلیمان، سکندر خاقان و قیصر ان کے محکوم ہیں یہ داد جو ملے گی وہ دبیر کو جائے گی ان کی روح کو اس میں میری کوئی وہ نہیں کہ آپ سمجھیں کہ میں داد لے رہا ہوں یہ روحِ دبیر کو داد جائے گی۔ نامِ علیؑ میں ایسی برکت ہے کہ گرتے ہوئے انسان بھی سنبھل جاتے ہیں۔ اب یہ حزام میاں بیوی

میں گفتگو ہورہی ہے۔ یہ رشتہ جو آیا ہے تعارف ہو رہا ہے جو داماد بننے والا ہے کسی کا ایسا داماد بھی تو ہو! سترہ رجب عقدِ اُمّ البنینؑ کی تاریخ طے پائی سامہ کلابیہ نے عالمِ مسرت میں کہا میری بیٹی ایک عظیم گھرانے میں بیاہ کر جائے گی..! یہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی امداد ہے۔ حضرت بی بی خدیجہؑ کا داماد میرا داماد ہوگا۔ جنابِ سیدۂ نساء نے جنّت میں مجھے اور میرے گھر کو یاد رکھا اِسی لئے میں شہزادی کی محبت کا دم بھرتی ہوں۔ حضرت اُمّ البنینؑ کا نام حمیدہ تھا وہ مجموعہ اوصاف حمیدہ تھیں، تقویٰ وطہارت میں انتخاب تھیں مگر دل میں درد بھرا ہوا تھا۔ اللہ نے ان کو ہاجرہؑ بی بی جیسا دل عطا کیا تھا جس میں صبر ہی صبر تھا ان کا نسب بی بی سارہؑ کے نسب کی طرح پاکیزہ تھا۔ دل میں جنابِ آمنہؑ کے ایمان کی طرح ایمان کا چراغ روشن تھا۔ یہ ساری بیبیوں کے نام آرہے ہیں جن کو میں تمہید میں پڑھ چکا زُہد و خوفِ الٰہی حضرتِ مریمؑ کی طرح تھا۔ سر کی چادر کا آنچل ایسا تھا کہ جنابِ بلقیسؑ کے سجدے کا سجادہ تھا۔ جنابِ اُمّ البنینؑ پردے کی پابند تھیں گھر کے افراد کے علاوہ کسی نے انھیں برقع اور مقنعے کے علاوہ نہیں دیکھا تھا۔ مولائے کائنات کا رشتہ کیا آیا سامۂ کلابیہ مادرِ اُمّ البنینؑ پھولے نہیں سمارہیں۔ حضرت اُمّ البنینؑ نے حجرے میں آکر بیٹی کی بلائیں لیں اور چپکے سے کہا بیٹی تمہاری نسبت فاتحِ خیبر سے ہوگئی آج ہماری قوم ہمارا قبیلہ فخرِ عرب ہوگیا عرب میں ہم فخرِ دارین پا گیے۔ عقد کی شام آئی، وہ شام مرزادِ پیر، وہ شام کہ جو دو عیدوں کی سرخی لئے ہوئے، وہ شام جس نے صبح سے خراج وصول کیا...، وہ شام کہ جس میں شبِ قدر کا جلوہ تھا...، چودھویں کے چاند والی رات کا تھا...، شبِ معراج کا حُسن تھا۔ علیؑ کی علیؑ کی بارات چلی بارات چلی، شام سے رات ہوگئی، شام سے رات ہوگئی، اُمّ البنینؑ

کے گھر پر مہمانوں کا ہجوم ستاروں کا جھرمٹ معلوم ہوتا تھا۔ دُلہن کو سجانے کے لئے سہیلیوں نے دُلہن کو اپنے حلقے میں لے لیا شادی کی شب کی رنگارنگی نرالی تھی آسمان نے شفق کا سرخ جوڑا پہنا، آسمان کے کانوں کا گوشوارہ پاؤں کی پازیب بنا ہوا تھا اور کہکشاں یوں معلوم ہورہی تھی کہ جیسے آسمانوں کے بادلوں کی چوٹی گوندھ دی گئی ہو، حضرت علیؑ دولت کدے سے برآمد ہوئے اور اس شان سے برآمد ہوئے جیسے شبِ معراج اپنے گھر سے پیمبرؐ برآمد ہوئے تھے۔ عرش کی تمام مخلوقات جنّت کے کپڑوں کے عطر لگا کر زمین کی طرف اترنے لگیں اور اللہ بھی کہتا ہوا اپنے ولی کے ساتھ تھا کہ ہم بھی باراتی ہیں۔ وہ علیؑ جو اللہ کے نور کی آیت ہیں... قبیلۂ بنی دارم کی طرف بارات لے کر گئے۔ جیسے ہی بارات کو دیکھا، قبیلۂ بنی دارم نے آنکھیں فرشِ راہ کیں اور اس طرح قدم بوسی کی جیسے سایہ قدموں سے جڑا رہتا ہے تمام باراتی رکے اور علیؑ جو بابِ شہرِ علم ہیں جنابِ اُمّ البنینؑ کے گھر میں تنہا داخل ہوئے۔ حضرت علیؑ شادی کے گھر میں رحمت کی طرح داخل ہوئے اور دولہا دُلہن رحمتوں کے سائے میں آگئے اور چاروں طرف رحمت ہی رحمت تھی حجرۂ عروسی میں چاروں طرف نور برستا دکھائی دیا۔ حضرت علیؑ کا لباس جنّت کے دھاگوں سے بنا ہوا تھا۔ تافتہ، سندس اور استبرق کا لباس حضرت علیؑ کے زیبِ بدن تھا اور اس لباس کا ہر تار دستِ قدرت نے بنا تھا کپڑوں پر آیاتِ قرآنی کی بیلیں تھی یہ لباس دیکھ کر حمیدہ خاتون کو حیرت ہوئی اور اسی عالمِ حیرت میں صدائے قدرت آئی کہ اَے علیؑ کی زوجہ یہ تم پر اللہ کی عنایت و کرم ہے دونوں طرف سے ایجاب و قبول ہوا۔ علیؑ نے اس عقد کا سبب بیان کیا اور یہ سبب بیان کرتے ہوئے علیؑ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ علیؑ نے کہا اب آپ کو پوری تقریر یاد رہنی چاہیے

کہ عقد کا سبب ہوتا ہے انبیاء کے گھر میں، اور جب عقد ہوتا ہے سبب اس ہی وقت بتا دیا جاتا ہے کہ کس لئے یہ عقد ہوا ہے۔ علیؑ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ علیؑ نے کہا اس عقد کا سبب یہ ہے کہ اللہ کی فوج مکمل ہو جائے کیوں کہ اللہ کی فوج کا سردار حسینؑ کی شکل میں تو موجود ہے لیکن عباسؑ جیسا علمدار نہیں ہے۔ ایک دن وہ آئے گا کہ میرے حسینؑ سے زمانہ برگشتہ ہو جائے گا۔ ایک دن میں سارا گھر لٹ جائے گا اور میری بیٹی زینبؑ چھ مہینے مصائب و آلام میں اس طرح دن گزارے گی کہ کبھی ظالم کے دربار میں جانا ہوگا کبھی زندان کو بسانا ہوگا۔ حضرت علیؑ جنابِ حمیدہ سے فرما رہے ہیں کہ تمہیں اللہ چار بیٹے عطا کرے گا، فاطمہؑ کے بیٹے عرش کے تارے ہیں اور تمہارے بیٹے فرش کے تارے، یہ بتاؤ کہ تم نبیؐ کے نواسوں کو زیادہ چاہو گی یا اپنے بیٹے عباسؑ کو زیادہ چاہو گی؟ فاطمہؑ زہرا کی شہادت کیا ہوئی کہ میرا گھر ہی اجڑ گیا، میرے گھر میں دو بیٹے حسنؑ اور حسینؑ اور دو بیٹیاں زینبؑ اور اُمِّ کلثومؑ..... بن ماں کے بچّے ہیں۔ میرا حسینؑ بلا اور مصیبت میں گرفتار ہوگا، اس کو لوگ نہ تو کعبہ میں رہنے دیں گے نہ مدینے میں چین لینے دیں گے، کربلا میں عاشور کی ظہر کو میرے حسینؑ پر قیامت گزر جائے گی۔ اَے حمیدہؑ اس دن تم مجھ پر یہ احسان کرنا کہ اپنے پوتوں کی خوشیوں کو فراموش کر کے میرے حسینؑ پر اپنے بیٹوں کو قربان کر دینا اور یہ اہتمام رہے کہ پہلے تمہارے بیٹوں کے سر جدا ہوں... بعد میں حسینؑ کا سرتن سے جدا ہو! کیا شادی ہو رہی ہے؟ علیؑ کے ان جملوں سے دُلہن کے حجرے میں شیون و ماتم شروع ہو گیا اور وہ شادی کا گھر تعزیہ خانہ بن گیا۔ جناب حمیدہؑ کو یہ سن کر سکتہ ہو گیا اور پھر سر کے بال کھول کے سر کو جھکا لیا اور پھر کہا! میرے والی جو کچھ بھی آپ فرمائیں مَیں اس پر راضی ہوں میرے

بیٹے حسینؑ پر سے قربان... مَیں کیا میرے بابا، میرے تمام گھر والے راضی ہیں اور خادمہ کا کام ہی یہ ہے کہ مالک کے ہر حکم کو بجا لائے...! آپ میرے مالک ہیں اور مَیں آپ کی اور آپ بچوں کی خادمہ ہوں، مولا علیؑ نے جنابِ حمیدہؑ کو دعائیں دیں کہ اس قربانی کا اجر تمہیں خدا دے گا اور اے حمیدہؑ جنّت میں رسولؐ خدا تمہارے شکرگزار ہیں۔ اور فاطمہ زہراؑ بھی اسی طرح حسینؑ کو ہر شے سے عزیز سمجھتی ہیں مجھے معلوم ہے کہ جو وعدہ تم نے کیا ہے اس کو پورا کر دو گی۔ علیؑ کی اس بات پر جنّت سے رسولؐ اللہ کی آواز آئی کہ علیؑ مَیں اُمّ البنینؑ کے اس وعدہ کا گواہ ہوں اور عرش سے اللہ نے کہا مَیں بھی اس عہد کا شاہد ہوں، اللہ نے عرش سے علیؑ اور اُمّ البنینؑ کا عقد پڑھا۔ تمام قدسی اس عقد میں موجود تھے اور معبود نے زمین و آسمان کی دولت اُمّ البنینؑ کو جہیز میں عطا کر دی ابھی شب تمام نہ ہوئی تھی کہ جناب حمیدہؑ کے رخصت کا وقت آ گیا اور وہی حجرہ جو ابھی بقعہ نور بنا ہوا تھا خزاں رسیدہ چمن کی طرح ہو گیا اور دُلہن کے ماں باپ بیٹی کی جدائی پر رونے لگے۔ دُلہن کو لینے کے لئے پالکی گھر میں بھیجی گئی اس میں دُلہن رحمت کی طرح نازل ہوئی جس طرح قرآن کے لئے رحل کھلتی ہے اس طرح کنیزوں کی قسمت بھی کھلی اور کنیزوں نے دُلہن کی پالکی کو کاندھوں پر اٹھایا تو اس وقت فرشتوں کے مرتبے کنیزوں کو حاصل ہوئے اس لئے کہ یہ پالکی نہیں تھی گویا فرش پر کنیزوں نے عرش کو اٹھایا تھا۔ غرض کہ کاندھا بدلتے ہوئے کنیزیں دُلہن کے مہافے کو در تک لائیں ایک مرتبہ ایک کنیز پکاری کہ دوسری طرف کون ہے ہٹ جائے اس لئے کہ دُلہن کے محافے کا پردہ ہٹایا جا رہا ہے تا کہ دُلہن سوار ہو... تو دوسری طرف سے آواز آئی کہ ہم جنّت کے ملائکہ اور حوریں ہیں اور ہم سب علیؑ کے حلقہ بگوشوں میں

ہیں، ہم علیؑ کے غلام ہیں، ہم جنّت سے اس پالکی کو اٹھانے کے لئے آئے ہیں اور سورۂ قل ھو اللہ پڑھ کے حوروں نے اور ملائکہ نے پالکی کو کاندھے پر اٹھالیا راستے میں مشعل کی نہیں بلکہ حور و ملائکہ کی آنکھوں کی روشنی تھی۔ جناب حمیدؑہ محافے میں رات کو حضرت بلقیس کی صورت جلوہ گر تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے قرآن کے سورۂ "وَالَّیـــــل" میں آفتاب چمک رہا ہو، ایک یہ وقت تھا اور ایک وہ وقت کہ جب مدینے میں حسینؑ بن علیؑ کے قتل کی خبر پہنچی تو یہی بی بی یعنی جناب حمیدؑہ بغیر نعلین اور چادر کے دوڑتی ہوئی اس مجمع میں پہنچیں جہاں حسینؑ ابنِ علیؑ کے قتل کی خبر سنائی جارہی تھی۔

الغرض کنیزوں نے جناب حمیدہ کی سواری کو علی شاہِ ولایتؑ کے دولت کدے میں اُتارا بی بی حمیدؑہ نے گھر کی ویرانی دیکھی بلکہ بڑھ کہ جنابِ زینبؑ کو سینے سے لگا لیا اور اس وقت جنابِ زینبؑ اور جنابِ حمیدؑہ کی گفتگو کا کیا بیان کیا جائے کہ جنابِ اُمّ البنینؑ اپنے آپ کو بی بی زینبؑ کی کنیز کہتی تھیں اور جنابِ زینبؑ جناب اُمّ البنینؑ کو ماں کہتی تھیں۔ ایک دفعہ حضرت علیؑ کی نظر جنابِ حمیدؑہ کے بازو پر پڑی تو دیکھا ایک نورانی لوح جناب حمیدؑہ کے بازو پر بندھی ہے۔ اس پہ باریک اور واضع نقشِ قدرت کے دستخط تحریر تھے۔ حضرت علیؑ نے جنابِ حمیدؑہ سے پوچھا تمہیں معلوم ہے یہ کیا ہے؟ جنابِ حمیدؑہ نے فرمایا کہ مولا جس شب یہ آپ کی کنیز پیدا ہوئی اس ہی شب میری ماں کو یہ آواز آئی کہ خبردار ہو جاؤ تمہاری یہ بیٹی علیؑ کہ گھر کا چاند بنے گی۔ یہ بیٹی حسینؑ کے علمدار کی ماں بنے گی تو حضرت علیؑ نے کہا وہ ہماری آواز تھی۔ جنابِ حمیدؑہ نے خوش ہو کے کہا یہ راز آج مجھ پہ کھلا کہ وہ آپ کی آواز تھی۔ اللہ نے ولادت کے وقت ہی ایک وعدے سے ممتاز فرمایا

اور یہ لوح میرے سرہانے سے دستیاب ہوئی اور اب میری یہ دعا ہے کہ میری پیشانی پر یہ ہی تحریر لکھی ہو کہ یہ کنیز حسینؑ ابنِ علیؑ پر اپنی اولاد کے ساتھ قربان ہو جائے گی اب وہ جملہ پڑھتا ہوں جو مصرعہ مرزا دبیرؔ نے یہاں پر کہا ہے اور شائد اسی پر میں تقریر ختم کر دوں۔ جو کتاب پڑھیں گے تو اس میں ایک مرثیہ ہے میر مونسؔ کا اور وہ مرثیہ آپ پڑھیں۔ وہ اردو ادب کا شاہکار ہے اور وہ مرثیہ ایسا مرثیہ ہے جیسے جیسے آپ پڑھتے جائیں گے آپ کو اُمّ البنینؑ کی معرفت حاصل ہوتی جائے گی اور مونسؔ نے یہ کمال کیا ہے کہ حال مدینے کا جو کتابوں میں نہیں ملتا لیکن مونسؔ نے اس طرح لکھا ہے اور ایسا مطلع دے دیا ہے کہ دنیائے ادب میں ایسا مصرعہ آج تک نہیں کہا گیا۔

جس دم جہازِ آلِ پیمبرؐ ہوا تباہ
یعنی جنابِ فاطمہؑ کا گھر ہوا تباہ

یہ مرثیہ ضرور بچوں کو پڑھائیں بیٹیوں کو پڑھائیں...!

لشکر سمیت صاحبِ لشکر ہوا تباہ
غل پڑ گیا کہ خانۂ حیدرؑ ہوا تباہ
عالم کا بادشاہ شہید آج ہو گیا
کنبہ رسولِؐ پاک کا محتاج ہو گیا

اور اسکے بعد قاصد کا مدینے پہنچنا تو اس میں ایک بات مونسؔ اور دبیرؔ دونوں نے کہی ہے اِسی کو میں چاہتا ہوں کہ دل کی گہرائیوں سے اگر سن لیں تو آج کے مصائب وہی ہو جائیں گے اور یہاں پر دبیرؔ نے جو بات کہی جس پہ میں نے تقریر کو روکا کہ جب اُمّ البنینؑ کا محافہ دُلہن کا محافہ شوہر کے گھر پہنچا تو وہ کہتے ہیں

دبیرؔ کہتے ہیں سواری سے اتریں اور اتر کر سب سے پہلے چوکھٹ پر سجدہ کیا۔ کنیزوں نے کہا بی بی یہ کیا؟ کہا یہ زہراؑ کی ڈیوڑھی ہے۔اس پہ ملک اترے ہیں۔ وحی آئی ہے کس شان سے اتریں گھر میں اور پھر سیدھے اس حجرے میں آئیں جہاں حسنؑ و حسینؑ اور زینبؑ اور اُمِ کلثومؑ تھیں۔ ہاتھ جوڑ کے کھڑی ہوگئیں اور کہا شہزادو! شہزادیو! ماں بن کر نہیں آئی بلکہ میں خدمت کروں گی کنیز بن کر آئی ہوں۔ اس شان سے اتریں اب کہتے ہیں مرزا دبیرؔ ایک یہ وقت تھا اور ایک وہ وقت کہ جب مدینے میں حسینؑ ابنِ علیؑ کے قتل کی خبر پہنچی تو کس شان سے دُلہن گھر میں اتریں۔ اس جگہ پر مونسؔ نے بھی اور دبیرؔ نے بھی اپنے مرثیوں کی جگہ کو احساس کے ساتھ اپنے سامع اور اپنے کو چاہا کہ وہ اس چیز کو محسوس کرے کہ یعنی جنابِ اُمّ البنینؑ جب گھر سے نکلیں روایت میں یہ ہے...ابھی پڑھتا ہوں میں مونسؔ کے حوالے سے کہ...جب گھر سے نکلیں تو نہ چادر کا ہوش تھا نہ نعلین کا ہوش تھا اور کہاں پہنچیں جہاں خبرِ قتلِ حسینؑ سنائی جارہی تھی۔ اب میں کچھ پڑھتا ہوں اور دو لمحے کیلئے آپ پرسہ دے لیں اور ذرا سا اس کو محسوس کریں جو میں بات مقتل کی آپ کو بتانے جارہا ہوں اور یہ قیامت کا جملہ ہے جب میں نے پہلی بار یہ پڑھا تھا تو میں گھنٹوں سوچتا رہا یہ بیٹھ کر کہ کیا...کیا ایسا بھی ہوتا ہے؟ اب یہاں آپ نے شروع سے آخر تک سنا کہ بیبیوں کا حال سنا حواؑ کا حال سنا ہاجرہؑ کا حال سنا، سارہؑ کا حال سنا قرآن میں یہ ہے، نبی کی بیویو! گھر میں بیٹھو، پردے میں بیٹھو خاص تاکید ہے قرآن میں سورۂ احزاب میں۔ یہ سب آپ کی نظر میں ہے نا...لیکن یہ عظیم جملہ...میں اُمّ البنینؑ کی سیرت میں اس سے بڑا جملہ میں اُمّ البنینؑ کی عظمت میں نہیں ہوسکتا... جملہ جو میں کہنے جارہا ہوں اور جو کتابوں میں لکھا ہے یہی مصائب ہیں بس اس ہی پر رو دیجئے گا اور سب تصور کیجئے آپ اور

سارے انبیاء کی بیویوں کو اپنی نظر میں لائیے اور جنابِ سیّدہ کے پردے کو اپنی نظر میں رکھیے کہ اس بی بی سے عظیم دنیا میں کوئی عظیم نہیں... جنابِ سیّدہ سے بڑھ کے کوئی عورت نہیں ہے۔ لیکن اُمّ البنینؑ نے اپنے کردار کو کہاں پہنچا دیا؟ معصومہ نہیں تھیں لیکن وہ شرف حاصل کیا معرفت الزہراؑ سے، پیغام اس میں یہ چھپا ہے دنیا کی مائیں اگر اُمّ البنینؑ کی سیرت پر چلیں تو فاطمہ زہراؑ کی سیرت کو پا سکتی ہیں اس لئے عباسؑ کا موضوع میں نے رکھا ہے کہ اگر ماں اچھی ہے...، اگر ماں اچھی ہے تب ہی تو بیٹا ایسا پیدا ہوگا جو عباسؑ کی سیرت پر چلے۔ اس ہی لئے حیاتِ عباسؑ سنانا چاہتا ہوں مسلمانوں کو، کہ معاشرہ اچھا ہو ماں ایسی ہو، جیسی اُمّ البنینؑ تھیں اور ایسی عظیم ماں کائنات میں حوّاؑ سے لے کر مریمؑ تک نہیں دیکھی اور جو کتاب میں یہ لکھا ہے جب سے علیؑ کی شہادت ہوئی کبھی اُمّ البنینؑ پھر اپنے گھر سے نہیں نکلیں۔ اور روایت یہ ہے کہ مدینے کے راستوں سے واقف نہیں تھیں کہ کون سی گلی کہاں جاتی ہے؟ یہی مصائب پڑھنے ہیں مجھے جب یہ خبر آئی حسینؑ مارے گئے اس وقت صغراؑ نے کہا دادی یہ خبر کیسی ہے تو بے اختیار کہا بیٹا میں تو رستے بھی نہیں جانتی۔ میں کہاں جاؤں سن لو لیکن بیٹا تو حسینؑ کی بیٹی ہے تیرے باپ کی خبر آئی ہے مجھے عباسؑ کی نہیں مجھے اپنے حسینؑ کی پرواہ ہے میں جاؤں گی.. تو جملے یہ ہیں کہ دروازہ کھول کے نکلیں۔ تیز چلیں نعلینیں گر گئیں...، چادر سر کی اور چیختی تھیں ...! ارے کوئی راہ بتاؤ قاصد کدھر آیا ہے؟ میرے حسینؑ کا قاصد کدھر ہے؟ مجھے راستہ نظر نہیں آتا! ارے میں عباسؑ کی ماں علیؑ کی زوجہ، ارے! کوئی راستہ بتاؤ ارے! بی بی تم مدینے کا راستہ ڈھونڈ رہی ہو کربلا میں زینبؑ کہہ رہی ہے میرا بھائی کدھر ہے ارے! لاشہ کدھر ہے عمرِ سعد! میرا بھائی..........

❁ ❁ ❁

چوتھی مجلس

حیاتِ عباسؑ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے اور درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

چودہ سو ستائیس ہجری عشرہ چہلم کی چوتھی مجلس آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں۔ موضوع ہے ''حیاتِ سرکارِ ابوالفضل العباس'' گفتگو تھی کل کہ انبیاؑ اوصیا کے گھر میں شادیاں اور بچّے کی ولادت کسی مقصد کے تحت ہوتی ہے۔ مقصد پیشِ نگاہ ہوتا ہے خوشنودیٔ اللہ... مشیتِ الٰہی کیوں کہ یہ گھرانے اللہ کی مرضی پر چلتے ہیں۔ اللہ کے لئے جیتے ہیں۔ اللہ کے لئے مرتے ہیں اس لئے ان کا ہر کام رب کی نگرانی میں ہوتا ہے اور اس کی مرضی شاملِ حال ہوتی ہے۔ وہ کسی شے کو اپنا نہیں کہتے بلکہ وہ ہر عبادت میں یہی کہتے ہیں یہ سب کچھ تیرے لئے ہے..! یہ ہماری سانسیں تیرے لئے..، یہ ہماری زندگی تیرے لئے ہے...، یہ ہماری خوشیاں یہ ہمارے غم تیرے لئے..، یہ ہماری اولاد تیرے لئے... کبھی کسی شے کو اپنا نہیں کہا۔ اگر یہ عقیدہ مسلمانوں کے ذہنوں میں پختہ ہو جائے، اور اس فلسفے کو سمجھ لیں تو تاریخ میں یہ نہ لکھیں کہ علیؑ نے فتوحات کیوں نہیں کیں؟ غلطی یہاں سے ہوتی ہے کیوں کہ ان کا ہر عمل اُس کے لئے ہوتا ہے اور زمینیں جیت لینا ملکوں کو فتح کر لینا کوئی ان کا اپنا ذاتی کام نہیں ہے اگر کام اللہ کے لئے ہے تو یہ کون سا کام اللہ کے لئے ہے؟ ایک ملک فتح کیا اللہ سے کہا کہ یہ ملک تیرے لئے ہے۔ کچھ

سوچا آپ نے یہ کوئی بات آپ کی سمجھ میں آئی...! یعنی ایک ملک فتح کرلیں پروردگار یہ تیرے لئے جیتا ہے! اس کے پاس ملک ہی نہیں تھا انہوں نے جیتا تو اس سے کہا یہ ملک تیرا ہے...! یہ ہم نے ایران فتح کیا ہے تیرے لئے، یہ ہم نے مصر فتح کیا ہے تیرے لئے ہے۔ بڑی شاباشی دے گا ہاں تم ہمارے ملکوں میں اضافہ کررہے ہو، تو پتہ یہ چلا کہ مسلمان اللہ کو الگ رکھنا چاہتے ہیں، انبیاؑ اور آئمہؑ کو الگ... بیچ میں کنکشن connection کو کاٹ دینا چاہتے ہیں تاکہ اللہ تو ہمارا رہے اور ہم جیسے چاہیں ان کی باتوں کو سنائیں کہ دراصل اللہ یہ نہیں یہ چاہتا ہے۔ ان کیلئے اللہ یہ چاہتا ہے یہ کہیں تو اللہ چاہے کچھ.. سمجھے آپ، یہ چاہیں یہ چاہیں تو اللہ کچھ چاہے تو ان کی مرضی اللہ کی مرضی ہوگئی، اس طرح پوری تاریخِ اسلام بن گئی۔ اپنی مرضیوں کو تاریخ میں لکھ کے کہا اللہ کی یہی مرضی تھی، یہ تھی اللہ کی مرضی کہ یزید برسرِ اقتدار اسلامی تاجدار بن کے آئے یہ تھی اللہ کی مرضی ہسٹری(history) کا حصہ ہوگیا اور اگر ایسا نہیں تو کہئے کہ یزید کو اللہ نے نہیں بنایا یہ تو میں نے ایک یزید کا نام لے دیا بھئی یزید تو سمبل(symbol) ہے نا...! اللہ کی مرضی سے بن گیا اللہ یہ چاہتا تھا، تو اللہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ حسینؑ بادشاہ بنیں اب سمجھ میں آیا ہسٹری میں اپنی مرضیاں لکھی ہیں اللہ کی بنا کے، کیوں؟...! اس لئے معلوم ہے کہ کوئی قرآن کو پڑھ کے ہسٹری ملائے گا ہی نہیں۔ سب الگ الگ، الگ الگ رہے گا، کہیں گے قرآن کو الگ رکھو...، حدیث کو الگ رکھو...، تاریخ کو الگ رکھو...، قوم کو الگ رکھو..، اُمت کو الگ رکھو..، فرقوں کو الگ رکھو..، سب مل جائیں گے تو مسئلہ ہی حل ہوجائے گا۔ یہ ہیں پریشانیاں یہ ہیں الجھنیں سمجھے کہ اللہ کو الجھن میں ڈال دیا، اللہ کیوں الجھے...! الجھ گئے خود، ایسے الجھے کے اب سلجھائے نہیں سلجھتے اب تو مسائل اور الجھتے چلے جارہے ہیں۔ ایسے الجھے ہوئے مسئلوں میں

سلجھے ہوئے ذہن فرش پہ بیٹھ کر ان عظیم ہستیوں کی حیات سن کر اپنے نفس کی گرہوں کو کھول رہے ہوتے ہیں، کسی کو کیا معلوم ہم حیاتِ عباسؑ کیوں پڑھ رہے ہیں...! تو اس بات کو اس راز کو کیسے سمجھے...حیاتِ عباسؑ...اس لئے حیاتِ عباسؑ کہ نہ نبی تھے نہ امام لیکن کیا تھے کہ دس دن کا موضوع بنے ہوئے ہیں، نہ نبی تھے نہ امام وصی بھی نہیں تھے نبی بھی نہیں رسولؐ بھی نہیں امام بھی نہیں۔ کیا تھے عباسؑ؟ کیا تھے عباسؑ؟ عجیب بات یہ ہے اور خوشی کی بات ہے کہ انبیاء کی تاریخ کے راوی معاشرے کے لوگ ہیں...بہت قیمتی جملہ آیا ہے موضوع کو شروع کرنے کیلئے کچھ باتیں پہلے کہنا پڑتی ہیں جب آپ آمادہ ہوتے ہیں تو موضوع کھلتا ہے...انبیاء کی تعریف لکھتے ہوئے انبیاء کے حالات سنانے والے راوی عوام میں سے ہوتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ عباسؑ نہ نبی ہیں نہ رسولؐ ہیں بہت قیمتی جملہ ہے... دیکھیں انبیاء کے حالات راوی سناتا ہے سرکارِ دو عالم کے حالات تاریخ میں پڑھ لیجئے کون سنا رہا ہے...؟ ابو ہریرہ سنا رہے ہیں، انس بن مالک سنا رہے ہیں، ابوذرؓ سنا رہے، سلمانؓ سنا رہے ہیں، عمارؓ سنا رہے ہیں یہ سنا رہے وہ سنا رہے ہیں اور یہ سنا رہے ہیں، سب سنا رہے ہیں ان میں کوئی، ان میں کوئی ایسا بھی ہے جو معاشرے کا حصہ نہ ہو؟ سب معاشرے کا حصہ ہیں اُسی طرح ہر نبی کے حالات، جو دیکھا وہ سنایا عباسؑ نہ نبی نہ امام نہ رسول لیکن عباسؑ کی زندگی کے حالات سنانے والے معاشرے کے لوگ نہیں تھے سب معصومؑ تھے۔ یا علیؑ راوی، یا حسنؑ راوی یا حسینؑ راوی یا سیدِ سجادؑ راوی یا محمد باقرؑ یا جعفرِ صادقؑ یا امامِ رضاؑ...! کتنی حیرت کی بات ہے یہ، نہ نبی نہ رسول نہ امام لیکن حالات سنانے والے سب معصوم سب امام۔ کیسی ہے وہ ہستی جس کے حالات کے راوی امام بن گئے؟ اور صرف امام نہیں بنے بلکہ کہا امام جعفرِ صادقؑ نے میرے ماں باپ عباسؑ پر قربان میرے

ماں باپ فدا اور جس عقیدت سے آپ موضوع سننے بیٹھے ہیں اور خصوصاً بچے اور جوان خوشی اس بات کی کہ چھوٹے حضرتؑ سے عقیدت کا یہ عالم ہے کہ ہم ایک ایک لفظ کو محفوظ کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کی حیات کا ایک ایک لمحہ بہت قیمتی ہے، عباسؑ کی زندگی کا اک اک لمحہ بہت قیمتی ہے یعنی آپ کو بھرتی کا واقعہ نہیں ملے گا، یعنی جو واقعہ ملے گا با مقصد، اس لئے کہ سنانے والے معصوم، ارے! اتنی احتیاط کہ ایک ہی واقعہ ایک ہی وقت میں قنبرؓ بھی دیکھ رہا ہے۔ حسنؑ بھی دیکھ رہے ہیں۔ علیؑ بھی دیکھ رہے ہیں لیکن قنبرؓ چپ ہے واقعہ دیکھا قنبرؓ راوی نہیں بنا، اس لئے کہ جب قنبرؓ کا مولا سنا رہا ہے، احتیاط احتیاط سے دیکھو... پھر ایک قیمتی جملہ دے دوں تا کہ کل کی تقریر سے ربط مل جائے... علیؑ نے خود عقیلؓ سے کہا کہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں علیؑ نے بیچ میں راوی کو آنے ہی نہیں دیا۔ عقیلؓ شادی کے راوی خود بن گئے اس لئے کہ مسئلہ عباسؑ کی ماں کا تھا۔ عباسؑ کی ماں کا مسئلہ تھا۔ کیا طہارت ہے کیا پاکیزگی ہے اور موّدت کی فضاؤں میں پلی تھیں اُمّ البنینؑ، کل آپ سن چکے اور ایسی موّدت کے اجداد جو تھے اُمّ البنینؑ کے باپ دادا ان کو رسولؐ سے موّدت تھی ابھی نیا نیا معاملہ تھا کہ لوگ کلمہ پڑھنے آرہے تھے۔ معرفت کی منزلوں پر پہنچے ہوئے تھے اُمّ البنینؑ کے دادا عامر شاہوں کی شان تھی، حُسن میں وہ لاجواب تھے، شجاعت کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ ساتھ چلتے تو کئی ہزار آدمی باڈی گارڈ (body-guard) اِدھر اُدھر چلتے تھے، جدھر سے گزر جاتے لوگوں پہ تھر تھری طاری ہو جاتی، سرکارِ دو عالم کی خدمت میں آ گئے اب یہ حضرتِ عباسؑ کے پرنانا کی بات سنا رہا ہوں میں کہ جو حضورؐ کی خدمت میں آئے، تاریخ میں یہ ہے جو ایک بار حضورؐ کو دیکھ لے وہ صحابی ہوتا ہے۔ یہی تاریخ لکھی ہے بخاری اور مسلم میں، جس نے ایک بار دیکھ لیا صحابی ہو گیا دیکھ لیا... بس ہو گیا صحابی، عامر آ کے

بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے مسکرا کے ان کو دیکھا، اپنے قبیلے کے سردار ہیں، مسکرا کے دیکھا اور ایک بار مخاطب ہوئے عامر پڑھ بھی لو کلمہ...، عامر اب کلمہ پڑھ لو، کہا سرکار ایک شرط پر کلمہ پڑھوں گا...! اب یہ وہ منزل ہے کہ جہاں عباسؑ کے پرنانا کے نکتے کو اگر آپ سمجھ نہیں سکے اور یہ ہم کہیں گے نہیں کہ آپ سمجھیں گے نہیں لیکن ہم صرف توجہ دلانا چاہ رہے ہیں بات کی طرف کہ کہیں عامر کے جملے کو آپ تاریخ کا کوئی چھوٹا سا حصہ نہ سمجھ لیجئے گا، کہا کلمہ پڑھوں گا ایک شرط پر پڑھوں گا، کہا کیا شرط ہے عامر تمہاری؟ کہا شرط یہ ہے کہ آپ ابھی سے اعلان کر دیجئے کہ آپ کے بعد آپ کا جانشین عامر بنے گا! مَیں آپ کا خلیفہ بنوں گا، یہ اعلان کر دیجئے، کاغذ پر لکھ کر دے دیجئے... مَیں کلمہ پڑھ لوں گا۔ یہ کون سی منزل آ گئی؟ یہ ننھیال ہے عباسؑ کی، کہا عامر اگر میری جانشینی کا اختیار میرے پاس ہوتا تو مَیں ابھی اعلان کر دیتا، اختیار اللہ کے پاس ہے۔ اختیار اس کے پاس ہے! پیغمبروں کے جانشینوں کو اللہ چنتا ہے لکھ گئی نا بات تاریخ میں..! جب لکھ گئی تو آپ نے ہسٹری میں کیسے لکھا کہ پیغمبر اپنے بعد کسی کو خلیفہ بنا کر نہیں گئے تھے۔ یہ پیغمبر نے نہیں بنایا یہ اللہ نے انعام دیا ہے۔ اللہ اور پیغمبر کو الگ کر دیا نبیؐ کہہ رہے ہیں اللہ بناتا ہے تو کیوں نہیں بنایا اللہ نے..؟ اور اگر آپ نے بنایا تھا تو پھر آپ ہی کے والے کو اللہ نے کیوں نہیں بنایا...؟ اب تک تو چودہ سو سال گزر گئے آپ ثابت نہ کر سکے کہ ہم نے جسے بنایا اللہ بھی اسے ہی کو بنانا چاہتا تھا۔ چودہ صدیاں گزر گئیں، عامر نے وہ جملہ کہلوایا... کیوں؟ اس لئے کہ یہ بڑے لوگ تھے انہیں معلوم تھا کہ میرا جیسا بڈھا نبی کا جانشین کیا بنے گا؟ لیکن عامر کو معلوم تھا کہ میرے قبیلے کا داماد اس کا جانشین بننے والا ہے۔ اعلان کروایا نبیؐ کی زبان سے کہ وہ اللہ کا بنایا ہوا ہوگا... اللہ کا بنایا، روحانیت ....! اسد نقوی نے کہا روحانیت۔ مَیں کیا بتاؤں آپ کو

روحانیت؟ یاد رکھئے کہ عرب کے وہ قبیلے جو بنی ہاشم سے منسلک تھے ان میں روحانیت بھی تھی، ایمان بھی تھا، اسلام بھی تھا، جو ان سے کٹے ہوئے تھے وہ آج تک کٹے ہوئے ہیں۔ جو منسلک تھے وہ چاہے جناب خدیجہؑ کا قبیلہ بنی اسد ہو یا اُمّ البنینؑ کا قبیلہ بنی کلاب ہو۔ مَیں ان کی معرفتیں کیا بتاؤں؟ سنئے روحانیت کی بات آگئی تو سن ہی لیجئے... جنگِ حنین آخری جنگ ہے اسلام کی، حنین کے بعد پھر کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور حنین میں عرب کے جتنے بڑے قبیلے تھے عرب کے سب آپس میں مل گئے اور دو بڑے قبیلے تھے اوس و خزرج یہ دو بڑے قبیلے تھے مدینے کے، اس کے علاوہ بنی کلاب جنگ میں بڑا قبیلہ کہلاتا تھا...اور کلاب کے اوپر جتنے لوگ گزرے ان میں شاخیں ہو جاتی تھیں قبیلوں کی شاخیں ہو جاتی تھیں۔ شرجیل بھی الگ ہو گیا، بنی عامر الگ ہو گئے، آئیں گے سب بنی کلاب میں ہی لیکن شاخیں سب الگ الگ ہو جاتی تھیں، جیسے آپ ہاشم سے اوپر اگر آپ چلے جائیں تو ہاشم سے ہاشمی شروع ہو جائیں گے لیکن جب ہاشم کے اوپر جائیں گے تو قبیلے الگ الگ ہوتے جائیں گے۔ مُرّہ کا قبیلہ الگ چلا جائے گا، خُزیمہ کا قبیلہ الگ چلا جائے گا، قصیٰ کا قبیلہ الگ چلا جائے گا، بنی مدرکہ الگ ہو جائیں گے، اب قصیٰ کے بھائی زُہرہ ہیں ان کا قبیلہ بنی زُہرہ ہو جائے گا، یہ الگ الگ ہو جائیں گے۔ اسی طرح کلاب میں اوپر کی شاخوں میں جیسے جیسے خاندان بڑھ رہے ہیں قبیلے الگ الگ ہو رہے ہیں لیکن سب بہادر ہیں میدانِ جنگ میں سب کود جاتے تھے۔ سارے قبیلے جمع ہو گئے حنین میں حضورؐ کے خلاف... جنگ چھڑنے والی ہے۔ جب جنگ چھڑتی تو ان کا دستور یہ تھا کہ جو سب سے بوڑھا ہوتا تھا تو اسے بلا کر پوچھتے تھے کہ آپ پیشین گوئی کیجئے کہ ہم جنگ جیتیں گے یا جنگ ہاریں گے۔ اس وقت نوے برس کا جو بوڑھا قبیلے کا تھا وہ دُرید بن اُلصمّہ جشمی اس کا نام ہے،

وہ اندھا ہو چکا تھا آنکھوں کی روشنی جا چکی تھی نوے برس میں، اس کو ہاتھ پکڑ کر لائے...اب حنین چھڑنے والی ہے، سب نے اسے گھیر لیا، کہا بھئی سارے قبیلے جمع ہو گئے ہیں اور محمدؐ سے جنگ ہے ہم جیتیں گے یا ہاریں گے؟ اس نے کہا بھئی جیت اور ہار کی بات نہ کرو جو بات مَیں پوچھتا ہوں اس کا جواب دو...سب نے کہا کیا پوچھتے ہو؟ کہا یہ بتاؤ قبیلۂ بنی کلاب شامل ہے یا نہیں؟ سب نے کہا نہیں وہ قبیلہ تو شامل نہیں ہے۔ کہا بدبختی ہے تمہاری تم جنگ ہار گئے.. حنین ہار گئے علیؑ کے ہاتھوں سب تہہ تیغ ہوئے علیؑ نے میدان فتح کر لیا ارے! روحانیت ایسی تھی بنی کلاب کی کہ وہ جنگ کرنے آیا ہے کہ جو قبیلہ کا داماد بننے والا ہے....کلاب ہٹ گئے، نہیں سمجھے...اگر حنین میں قبیلۂ بنی کلاب حضورؐ کے مقابل آجاتا ساری زندگی عباسؑ کو طعنے ملتے تمہارا ننھیال حضورؐ کے مقابل آیا تھا۔ یہ تھی قبیلے میں روحانیت! یہ تھی قبیلے میں روحانیت...! تو خاندان کی نظر تھی ایمان تھا سرکار پر، عقیدت تھی، اور جب بیٹی بیاہ کر آئی تو اب آپ خود سوچئے کہ جہاں یہ عقیدتیں ہوں اور محبتیں یہ کہہ دینا آسان ہے مؤرخ کی شرارت....شرارتیں سفر کرتی ہیں، پروپیگنڈہ چونکہ شیطان کی ایجاد ہے، سب سے پہلے آدمؑ کے خلاف پروپیگنڈہ کیا، اس کو مٹی سے بنایا یہاں سے پروپیگنڈہ چلا آدمؑ کے خلاف، اس کے بعد کوئی نبی چھوڑا نہیں شیطان نے، آج تک آج تک آپ کے معاشرے میں پرپگنڈہ ایک طاقت ور چیز ہے اس میں کبھی کبھی صاحبانِ ایمان اور عقلمند بھی، مبتلا ہو جاتے ہیں چیز ہی ایسی ہے اور شباب پر اس کو بنی اُمیہ نے پہنچا دیا، گویا شیطان کے کام کو مکمل کیا بنو اُمیہ نے، تکمیل تک پہنچایا اب جو کسی نیک کام کے خلاف پروپیگنڈہ کرے، ذکرِ حسینؑ کے خلاف کرے، مجلس کے خلاف کرے، ماتم کے خلاف کرے، علم کے خلاف کرے، شخصیات کے خلاف کرے حضرت عباسؑ کے بارے میں کوئی جملہ پروپیگنڈے کا

کہے، سمجھ جایئے شیطان سے تسلسل ہے۔ نطفہ بنوامیہ کا ہے، اس ٹسل (tussle) میں نہ آیئے گا اس ٹسل (tussle) میں نہ آیئے گا کہ شیعہ ہے کہ سنی سمجھ جایئے گا کہ بولنے والا کون ہے، اس لئے کہ پروپیگنڈہ ایک ایسی چیز ہے لیکن جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے بہت جلدی قتل ہو جاتا ہے، زیادہ دور چل نہیں پاتا۔ پروپیگنڈہ تھا یہ کہ شمر اُمّ البنینؑ کا رشتہ دار ہے کیوں کہ پاک صاف خاندان تھا، کہیں سے گھس نہیں پا رہے تھے بنوامیہ... کچھ بھی نہیں سمجھے آپ! کیوں کہ عباسؑ کی ننھیال کا کردار تاریخ میں آفتاب کی طرح چمک رہا تھا، کہاں سے تہمتیں لگائیں، کچھ بھی نہیں سمجھ رہے آپ... خدیجہؑ عظیم تھیں جلدی سے پیوند لگایا، بیوہ تھیں، شادیاں کیں، تین بیٹیاں اور تھیں، تہمتیں لگنا شروع ہوئیں...! پیوند لگے، داماد علی داماد اور پیوند لگے، اور بھی داماد تھے۔ علیؑ شہرِ علم کا در تھے پیوند لگے کھڑکی، پرنالہ، چھت پیوند لگے۔ پیوند لگے زہراؑ نبی کی اکلوتی بیٹی پیوند لگے..! پیوند... حسنؑ خلقِ محمدی کا نمونہ بہت شادیاں کیں پیوند لگے... حسینؑ اپنے اجداد کا شاہکار، حاکمِ وقت اولی الامر کے خلاف اُٹھنا، دو شاہزادوں کی جنگ پیوند لگے، چھوٹے چھوٹے ٹکڑے تاریخ میں لگا دو، تاکہ اُلجھ کر آفتاب جیسے کردار کو بچے پڑھ نہ پائیں...! اس ہی میں اُلجھ جائیں ایک دوسرے سے پوچھیں، اچھا شادیاں کیں، اچھا دو شہزادے تھے، جو ان چکروں میں پھنس جاتے ہیں، وہ شیطان کے گورکھ دھندے میں پھنس جاتے ہیں یہ مجلسیں کھینچ کر نکال لیتی ہیں اِدھر آؤ کدھر جا رہا ہے، کہاں جا رہا ہے؟ پھنس جائے گا گورکھ دھندے میں، آ اپنے ذہن کو صاف کر، آ عقل کے زنگ کو دھو لے یہ مجلسیں بتائیں گی یہ مجلسیں بتائیں گی، پروپیگنڈے میں نہ آنا، اُلجھاوے میں نہ آنا بظاہر یہ آپ کو لگے گا اپنا ہے! لگے گا اپنا... اپنا ہی تو سارا کام کرتا ہے، اپنا بنے بغیر غیر کیسے کام کرے گا؟ پہلے اپنے بن لئے پھر کام شروع کیا، اس لئے اپنے پن

یہ نہ جایئے لفظ دیکھئے لفظ، لفظوں کو تولیے چہرہ نہ دیکھئے نام ونشان نہ دیکھئے، لفظوں کو تولیے ترازو ساتھ لے کر گھومیئے، کون سا ترازو جس میں ہیروں کو تولتے ہیں! جس میں مٹی ایک ذرا بھی پڑے تو وزن میں فرق ہو جاتا ہے، بس وہ ترازو پاس رکھیئے دل کے اندر اور کوئی بولے ترازو میں تولئے، بس چل ہٹ چل جا، سچا ہیرا چاہیئے، اِمیٹیشن (immitation) لے کے آیا شیشہ لے کر آیا، پتھر لے کر آیا، ہم جوہری ہیں ہم جواہرات کی پرکھ رکھتے ہیں۔ ہم ان روایتوں کو پہچانتے ہیں کہ ان میں کیا رکھا ہے؟ یہ روشن لوگ، اندھیروں کی باتیں یہاں کیا کام آئیں گی؟ کیا ڈال دیں اس میں کیا ملا دیں اس میں، شمر رشتہ دار تھا، شمر رشتہ دار تھا بڑھتے بڑھتے بڑھتے ماموں عباسؑ کا، ماموں... یہ موضوع ہے تقریر کا جو چیز چھوڑ دوں سمجھ لیجئے آگے کی تقریر میں مکمل ہوگی، چیپٹر (chapter) پورا لکھ دیا ہے شمر پر، شجرہ پورا لکھ دیا ہے شمر کا، اور لکھ کر پوچھا ہے کہاں سے شاخ مل رہی ہے اُمّ البنینؑ کے باپ دادا سے، لکھ دیا ہے اور سنا بھی دیں گے کسی مجلس میں اور سارا حشر اور انجام شمر کا بتا دیں گے ہے کون؟ رشتہ دار کہاں سے بن رہا ہے؟ بات صرف اتنی سی تھی کہ چار پانچ یا تین پشت پہلے اُمّ البنینؑ کا رشتہ دار کوفے میں تھا۔ ابن زیاد حاکم آیا، ابن زیاد کے پاس پہنچا... کہا! کربلا میں میرے قبیلے کی بیٹی اُمّ البنینؑ کے بیٹے چار آئے ہیں امان نامہ لکھ دے۔ رئیس تھا ابنِ زیاد نے امان نامہ لکھ کے دے دیا، وہ امان نامہ اس نے شمر کے ہاتھ میں دیا کہا تم کربلا جا رہے ہو، تو تم یہ خط پہنچا دینا اُمّ البنینؑ کے بیٹوں کو، شمر نے آ کے کہا کدھر ہیں میرے بھانجے؟ تو اپنی زبان تھوڑی بولا وہ جس نے امان نامہ دیا تھا، اس کی زبان بولا، لیکن جواب ایسا ملا کہ عباسؑ نے وہیں پروپیگنڈے کا گلا گھونٹ دیا۔ عباسؑ نے کہا دور ہو جا! شیطان میرے لئے امان ہے اور زہراؑ کے بیٹے کے لئے امان نہیں، خدا

تجھ پر تیرے حاکم پر تجھ پر لعنت کرے۔ عباس... کاش آپ سمجھ سکتے کچھ اور قریب آسکتے تو میں آکے کان میں ایک بات کہتا صرف عباسؑ کی حاضری کھانے سے پہلے اس لئے کہ کربلا میں عباسؑ نے کہا لعنت، سب سے پہلے عباسؑ نے کہا تجھ پر تیرے حاکم پر لعنت، اور آگے جملہ کہا تھا کہ اگر اس کے آگے تو کچھ بولا گدی سے تیری زبان کھینچ لے گا عباسؑ، تھرتھرا کر پیچھے ہٹ گیا لشکر، یہ کس کا بیٹا ہے یہ اس کا بیٹا ہے جو عَمر ابنِ عبدِ وَد کے مقابل کُلِ ایمان بنا ہوا خندق میں ہے اور عَمر کہہ رہا ہے تمہارے باپ سے میری دوستی تھی۔ ابو طالبؑ میرے دوست تھے او کُلِ ایمان کہہ رہا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ کفر اور ایمان میں کبھی دوستی نہیں ہوسکتی۔ وہ علیؑ تھے یہ عباسؑ تھے وہ علیؑ تھے یہ عباسؑ تھے... کیا شان تھی اس دن جب چاند اُمِّ البنینؑ کی گود میں آیا یاد رکھیے ان کے خواب سچے ہوتے ہیں۔ یوسفؑ نے خواب دیکھا تھا کہ چاند ستارے اترے ہیں... اُمِّ البنینؑ نے بھی خواب دیکھا میری گود میں چاند آیا۔ میری گود میں ستارے آئے۔ تعبیر ایک سال کے اندر ظاہر ہوئی۔ فلکِ ہاشمی کا چاند اُمِّ البنینؑ کی گود میں آیا، علیؑ اس وقت مسجد میں تھے۔ خبر پہنچی کہا بیٹا ہوا ہے آپ کے یہاں، سنتے ہی سجدے میں علیؑ جھک گئے شُکر ہے مالک تیرا تمنائے علیؑ کا ثمر ظاہر ہوا۔ جملے یاد رکھئے گا ان کا ہر کام اللہ کے لئے ہوتا ہے، شادی کی تھی اس کے لئے بیٹا ہوا اس کے لئے شکر کیا اس کا، چاہا تھا کہ ایک بیٹا ہو تو اس نے ایک بیٹا دیا۔ علیؑ نے خواہش کی تھی، سال کے اندر بیٹا ہوا، اب دیکھئے کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اچانک کہہ دوں تو آپ کو اتنا لطف نہیں آئے گا۔ بچہ اُمِّ البنینؑ کی گود میں آگیا آپ نے سُن لیا، اس میں داد تھی نہیں، خوشی تھی، اگر اس کو ہم ذرا دیر میں کہتے تو ہم داد لے لیتے، اب سن لیجئے سیدھا سیدھا بول دیا تو آپ چپ تھے ابھی آپ بولئے گا تھوڑی دیر کے بعد دو منٹ کے بعد آپ بولنے لگیں گے اس

ہی جملے پہ یہ ہے فنِ خطابت۔ تھوڑا فنِ خطابت بھی بچے سمجھا کریں کیوں کہ آگے یہ سارے کام ان ہی کو کرنے ہیں، اِسی فرش سے ہی تو بچے اٹھیں گے خطیب بن کے، فرش سے ہی خطیب اٹھتا ہے، مجلسِ عزا سے ملتا ہے خطیب...! تو دیکھئے کیا ہے فنِ خطابت، سیدھی سیدھی بات میں نے کہہ دی، عباسؑ کی ولادت مدینے میں ہوگئی ماں کی گود میں بچہ آ گیا، آپ نے بات سن لی لیکن ذرا سا میرے ساتھ ایک سفر کیجئے تو ات سمجھ میں آجائے گی۔ اب ایک ایسا تجزیہ آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں، کہ جو آپ کے شعور و لاشعور میں کہیں بھی نہیں موجود لیکن جب میں بتاؤں گا تو آپ حیران ہو جائیں گے۔ جتنے انبیاء پیدا ہوئے جتنے انبیاؑ پیدا ہوئے سب ہنگامی حالات میں، پریشان ہو گئے...! جی...یہی تو پھر یہی تو ہے جملہ، ابھی جملہ کھلے گا، داد ملے گی۔ ہنگامی حالات مصیبت زدہ ماحول میں آدمؑ پیدا ہوئے، یعنی خلق ہوئے، پتلا بنا، ماں سے تو نہیں پیدا ہوئے نا، لیکن کبھی تو اٹھے نا، پیدا ہوئے یعنی خلق ہوئے، بے جان پڑے تھے نا اور جیسے ہی بیچارے کی پیدائش کا دور شروع ہوا ہنگامہ شروع سورہ فجر میں، سورہ اعراف میں سورہ بقرہ میں اللہ نے کہا! اے میرے حبیبؐ آپ کو معلوم ہے ملاءِ اعلیٰ میں کیا جھگڑا تھا جب ہم نے آدمؑ کو بنایا، آدمؑ پیدا کیا، جھگڑے کا لفظ قرآن میں ہے، جھگڑا ہو رہا تھا ملاءِ اعلیٰ میں۔ فرشتے کہہ رہے تھے کیوں اس کو بنا رہا ہے؟ یہ خونریزی کرے گا، شیطان اکڑا ہوا تھا، سجدہ نہیں کریں گے...یہ پیدا ہوتے ہی جھگڑا شروع...ارے! یہ تو پہلا جھگڑا ہے، ابراہیمؑ پیدا ہونے والے ہیں نمرود کہہ رہا ہے مارو! بچہ پیدا ہونے نہ پائے، سب چھپ رہے ہیں، بھاگ رہے ہیں۔ عورتیں کہیں جا رہی ہیں، مرد کہیں جا رہے ہیں، جس ماں کے شکم میں بچہ ہو قتل کر دو۔ ابراہیمؑ پیدا نہ ہونے پائیں قتلِ عام، اب کیا کریں تارخ کیا کریں اور مثّی کیا کریں؟ اس لیے کہ

ابراہیمؑ کو تو پیدا ہونا ہے۔ دُور نکل گئے شہر سے دور بابل سے دور نینوا سے دور پہاڑی چٹانوں میں اور ایک پہاڑی گُپھا میں ابراہیمؑ پیدا ہوئے تا کہ نمرود کو پتہ نہ چلے۔ ابرہیم ابوالآئمہ، وہ ابوالبشر یہ ابوالانبیاء، شیخ الانبیاء وہ بھی ہنگامی حالات میں یہ بھی ہنگامی حالات میں پرسکون ماحول نہیں ہے جب ابراہیمؑ پیدا ہو رہے ہیں۔ بچہ کو چھپانا ہے، ماں نے گُپھا میں رکھ کے پتھر بند کر دیا، گھر واپس آ گئیں باپ اپنے کام پر تارخ چلے گئے ماں اپنے گھر واپس آ گئیں، اب پریشان ہیں چٹان گرم، گرمی ہوگی، بچّے کو دودھ نہیں ملے گا... مَیں کیا کروں...، کیسے جاؤں...، جاتی ہوں تو پیچھا کریں گے لوگ... کہاں جارہی ہو جنگل میں؟ صحرا میں وہ جگہ... جہاں ابراہیمؑ پیدا ہوئے ہم نے دیکھی ہے... اندر اتر کر غار میں، اندر اتر کر اس پتھر کو بھی دیکھا ہے، جو لوگ زیارت کر آئے ہیں وہ مقام جو پیدائشِ ابراہیمؑ ہے۔ جو کربلا جاتے ہیں تو بابل جاتے ہیں وہ زیارت کرتے ہیں وہ نیچے زینے اُتر کر جانا پڑتا ہے، جہاں ماں نے چھپایا تھا اب پہنچیں، موقع ملا دوسرے دن تیسرے دن بچہ بھوکا ہوگا، پتہ نہیں مر گیا کہ زندہ ہے۔ پتھر ہٹایا دیکھا دونوں انگوٹھے، کبھی یہ انگوٹھا منہ میں کبھی یہ انگوٹھا منہ میں ایک سے دودھ جاری ہے ایک سے شہد جاری ہے۔ بھئی پیدائش اس کے لئے ہے، اِن کا اپنا مسئلہ نہیں ہے بچّے کی ولادت لیکن چھپانا ہے، نمرود کو پتہ نہ چلے، ہنگامی حالات، لیجئے موسیٰ پیدا ہونے والے ہیں، فرعون نے کہا ماؤں کو قتل کرو، موسیٰ نہ پیدا ہونے پائیں، قید خانوں میں ڈال دو۔ عورتوں کو الگ ڈالو مردوں کو الگ ڈالو، بچّے پیدا نہ ہوں۔ چالیس ہزار بچوں کو قتل کرایا مصر میں فرعون نے کہ کہیں اس میں موسیٰ نہ ہو، ہنگامی حالات، موسیٰ جیسا نبی چھپا کے پردے میں، لکڑی کا صندوق بنوا کے اس میں بند کر کے سورۂ قصص میں سورہ انبیاء میں قصہ بیان ہوا کہ ہم نے ہی مادرِ موسیٰؑ سے
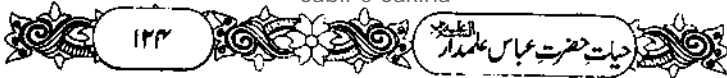
کہا گھبرانا نہیں اس کو تابوت میں ڈال دو، دریا میں بہا دو پتہ نہ چلے فرعون کو...
ہنگامی حالات... بچہ بہایا جارہا ہے، پھینکا جارہا ہے ہنگامی حالات ماں پریشان
ہے اب میں کہاں تک سناؤں؟ آپ سنتے رہیے گا، نکتہ آنے دیجئے ورنہ آپ
مزے لے لے کر سنتے رہئے گا، اچھا چلئے یہاں تک سن لیجئے، مریمؑ... ہنگامی
حالات... نکلو جاؤ یہ خانۂ خدا ہے باہر جاؤ، ہنگامی حالات مصیبت پریشانی ہے،
کدھر جائیں؟ کہاں جائیں کیا کریں؟، بچہ کہاں ہو؟ لے کر آرہی ہیں یہودی
کہہ رہے ہیں یہ کہاں سے لائیں بچہ؟ ہنگامی حالات اب جملہ پھر دُہراؤں کہ
جتنے نبی پیدا ہوئے ہنگامی حالات...، ایک ہمارے سرکار، سرتاجِ انبیاء ظہور قریب
عبداللہ مدینے جارہے ہیں، خبر آتی ہے آمنہ رو رو کر برا حال، بچہ ابھی ظہور پذیر
نہیں ہوا، باپ مرگیا، دنیا میں آئے یتیم ہنگامی حالات، ابھی ظاہر ہوئے، دودھ
ماں پلا رہی تھی کہ ڈھائی سال کے بعد ماں بھی مرگئیں... ایسے ہنگامی حالات کہ
دُرِّ یتیم ہوگئے ماں بھی مرگئی باپ بھی مرگئے... ہنگامی حالات۔ آدمؑ سے سرکار
تک جتنے انبیاءؑ پیدا ہوئے ہنگامی حالات میں، اب مجھ سے پوچھو کیوں...! اس ہی
میں نکتہ ہے، اللہ کی جس عظیم ہستی کا انجام بخیر ہونے والا ہوتا ہے اس کی ابتدائی
زندگی میں پریشانیاں ہوتی ہیں، کہ بعد کا دور ہم تمہیں پرسکون دیں گے اب یہاں
پر رک جایئے جملہ بھولئے گا نہیں... آدمؑ کا انجام پرسکون کوئی شہادت نہیں کوئی قتل
نہیں کرے گا آدمؑ کو...، ابراہیمؑ کا دور پرسکون...، اپنی موت سے مریں گے کوئی
شہید نہیں کرے گا، کوئی لڑائی نہیں کرنی پڑے گی، کوئی گھر نہیں لٹے گا، کوئی پریشانی
نہیں ہوگی موسیٰؑ...! پرسکون موت آئے گی۔ قبر میں لیٹ جائیں گے۔ روح قبض
کرلی جائے گی، عیسیٰؑ پرسکون آسمان پر اٹھالیا جائے گا۔ سرکار کو کوئی قتل نہیں کرے
گا غدیر کے میدان میں وعدہ ہوگیا ہے، شہادت نہیں ہوگی، پرسکون، انبیاء کا انجام

پر سکون، ابتدائی زندگی سے پریشانیاں شروع ہوں، لیکن آخر میں سکون مل جائے۔ اس کے بعد جو دور شروع ہوگا تو ابتدا میں سکون اور انجام میں شہادت۔ اس لئے اماموں کی ولادت میں جشن ہوگا، ہنگامی حالت نہیں ہوگی، ارے! یہی تو نکتہ تھا... یہی تو نکتہ تھا... ارے! پہلا امام کعبے میں ظاہر ہو تو اللہ جشن منائے، حسنؑ ظہور پذیر ہوں تو نبیؐ کی گود میں آئیں، حسینؑ ظہور پذیر ہوں تو فرشتے آئیں، عباسؑ پیدا ہوں تو جشن ہو۔ بھئی اب پیدا ہوں عباسؑ، لے لی داد میں نے، لے لی داد... وعدہ کیا تھا میں نے داد لے کر دکھاؤں گا، ولادتِ عباسؑ پہ داد لوں گا.. جشن اس لئے ہو کہ انجام شہادت پہ ہے، اس لئے پیدائش سے لے کر جوانی اور انجام تک سکون ہے۔ ہم سکون کی زندگی امام کو عطا کرتے ہیں، ماں کی گودیں..... چمن زارِ جنّت بن جاتی ہیں۔ کوئی پریشانی نہیں ہوتی اس لئے حسنؑ اور حسینؑ پھولوں کی طرح پلے یہ امامِ رضاؑ کی حدیث سنائی ہے آپ کو کہ جنّت سے کپڑے کیوں آرہے ہیں؟ منبر پہ کھیل کیوں رہے ہیں؟ نبیؐ کی پشت پہ چڑھ کیوں رہے ہیں؟، نانا کو نبی کو ناقہ بنا کیوں رہے ہیں؟ نماز میں دوش پہ آ کیوں رہے ہیں؟ یہ سب اس لئے ہے کہ ارے! کھیل لو، سکون کہ دن گزار لو، یہاں کوئی مصیبت نہیں ہے۔ انبیاء کے لئے یہ کھیل نہ ہو سکے، جو حسنؑ اور حسینؑ کے لئے ہوئے۔ اس لئے کہ اللہ نے کہا کہ ناز ابھی اٹھائیں گے کیوں کہ تمہیں کام بڑے کرنے ہیں۔ جب ناز اٹھائے جائیں تو وہی مولود آخر میں کام بڑا کرنے والا ہے، عباسؑ کو معصوموں کی چھاؤں میں اس لئے پالا جا رہا ہے اللہ کام بڑا لے گا عباسؑ کام بڑا کرے گا، یہ کام بڑا کریں گے اس لئے ذرا سی بھی تکلیف نہ ہو جشن ہو جشن...! کہاں ہیں حسینؑ بلاؤ! آئے.. اُمّ البنینؑ نے علیؑ کو دیکھا۔ کہا جب سے پیدا ہوئے ہیں آنکھیں ہی نہیں کھولتے۔ اُمّ البنینؑ تمہیں کیا معلوم ہم نے کعبے میں کب

آنکھیں کھولی تھیں فاطمہ بنتِ اسدؑ کی گود میں ...، جب تک محمدؐ نہ آلیے میں نے آنکھیں نہ کھولیں، جب تک حسینؑ نہ آلیں گے عباسؑ آنکھیں نہیں کھولیں گے، بلاؤ حسینؑ کو حسینؑ آئے اُمّ البنینؑ کی گود سے بچّے کو اٹھایا حسینؑ کی گود میں دیا۔ اب جو گود میں لیا تو یوں دیکھا، خوشبو پائی، ریحانِ گلِ نبیؐ کی خوشبو پائی آنکھیں کھولیں، آنکھیں ملیں، آنکھیں چار ہوئیں انہوں نے اِن کو دیکھا، اِنہوں نے اُن کو دیکھا دیکھنے میں اتنے مصروف ہوئے، دیکھنے میں اتنے مصروف ہوئے کہ علیؑ کو کہنا پڑا نام بھی رکھا بھائی کا! نبیؐ کہہ چکے تھے علیؑ ایک بیٹا ہوگا تمہارے یہاں اس کا نام لوح میں لکھا میں معراج میں دیکھ چکا ہوں، عباسؑ لکھا ہے، خود اپنی ذمہ داری نہیں لی کہ میں نام رکھ رہا ہوں، کہا لوح میں اللہ نے اس بیٹے کا نام عباسؑ رکھا ہے! کیا سمجھے آپ، اب ہمیں پھر سے پڑھنا پڑے گا، حسنؑ ظہور پذیر ہوئے۔ گود میں آئے نبی کے علیؑ آئے رسولؐ نے کہا علیؑ بیٹے کا کیا نام رکھا کہا میں آپ پہ جسارت کیسے کرسکتا ہوں ...! کہا علیؑ تم مجھ پہ جسارت نہیں کرسکتے میں اللہ پہ جسارت نہیں کرسکتا! یعنی امام اور نبیؐ نے بتادیا کہ بچّے کا نام نہ رسولؐ رکھے گا نہ امام رکھے گا، وہ رکھے گا جبریل آگئے کہا حسنؑ نام رکھ دیجیے۔ حسینؑ دنیا میں تشریف لائے رسولؐ نے علیؑ سے کہا کیا نام رکھا؟ کہا میں آپ پہ جسارت کیسے کرسکتا ہوں، کہا علیؑ تم مجھ پہ جسارت نہیں کرسکتے میں اللہ پہ جسارت نہیں کرسکتا، جبریل آگئے کہا بچّے کا نام حسینؑ نام رکھ دیجیے، رسولؐ کے بعد اب وحی آئے گی ہی نہیں تو نام اوپر سے آئے گا کیسے؟ حسنؑ اور حسینؑ تو جبریل نام لے کر آئے اس لئے نبیؐ نے پہلے کہا! میں معراج میں اللہ کا لکھا ہوا نام ...عباسؑ، میں دیکھ چکا ہوں میں دیکھ چکا ہوں، یہاں علیؑ کہتے، حدیث سناتے کہ حسنؑ حسینؑ مجھ سے تمہارے نانا نے یہ بتایا تھا۔ بھئی بہت قیمتی باتیں آرہی ہیں، مجھے بتایا تھا کہ لوح پر میں نے شبِ معراج

میں اس بچے کا نام لکھا ہوا دیکھا عباسؑ بن علیؑ۔ حدیث تو نہیں سنائی، بلکہ یہ کہا حسینؑ بھائی کا کچھ نام رکھا... نہیں پہنچے ابھی پہنچا دوں ''صواعق محرقہ'' میں حجرِ مکی نے یہ روایت لکھی ہے کہ چھوٹے سے تھے حسنؑ حسینؑ گود میں بیٹھے تھے نبیؐ کے ایک بار مخاطب کیا اور کہا سنو اگر یہ دونوں بچے جھولے میں بھی ہوں تو لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں، حسینؑ کچھ نام رکھا...! علیؑ نے بتایا کہ شبِ معراج جو لوحِ محفوظ نبیؐ نے دیکھی وہی نواسہ دیکھ رہا ہے۔ بے اختیار کہا ہم نے ان کا نام عباسؑ رکھا ہے، ہم نے ان کا نام عباسؑ رکھا ہے بنی ہاشم بچوں کے نام شیر ہی رکھتے تھے، عباسؑ میں راز یہ ہے کہ یہ لفظ اپنے اصل منبع کے ساتھ آیا ہے سورۂ دہر میں۔ عبوساً قمطریراً، قیامت کا دن ایسا ہوگا، کیسا ہوگا اللہ کو تشبیہ بھی ملی ڈرانے کے لئے سورۂ دہر میں اللہ نے ڈرایا...! عبوساً قمطریراً، قیامت کا دن ایسا ہوگا جیسے عباسؑ کا جلال، بھئی کیا مجلس سن رہے ہیں آپ! جزاک اللہ بھئی سلامت رہو، تم سب سلامت رہو... ایک بار یہ لفظ قرآن میں آیا ہے اِسی عبوساً سے ''عبوس'' سے عباسؑ بنا ہے۔ اب یہ بھی بتا دوں عبوس سے عباس کیوں بنا؟ عبوس چھوٹا لفظ ہے، عباس بڑا لفظ ہے، کیسے؟ جب تشدید لگ جائے تو شدّت بڑھ جاتی ہے لفظ کی، لفظ احمدؐ بھی ہے اور لفظ محمدؐ بھی ہے، جب حمد کی شدّت بتائی تو کہا محمدؐ...! محمدؐ اور یاد رکھئے گا کہ جب بڑا لفظ بنے گا عربی میں تو اس کی پہچان بتا دوں بچوں کو، جب بہت بڑا تو انا لفظ عربی میں آتا ہے جو سب سے آخری گریڈ (grade) ہو اس ہی روٹ (root) کے لفظ میں ایک پہچان بتا دوں اور پہیلی بجھا دوں سودا کی پہیلی ہے، محمد رفیع سودا کی پہیلی ہے، اور پہیلی یہ ہے کہ اگر آپ نے بوجھ لیا تو آپ سمجھ جائیں گے، بجھاتا ہوں میں، اللہ سے نہ ملے محمدؐ سے مل جائے، پہیلی ہے، گھبرا نہ جانا... ہاں جب آپ نے کہا اللہ ہونٹ دور چلے گئے، جب آپ نے کہا

محمدؐ..ہونٹوں نے دو بار ایک دوسرے کا بوسہ لیا...محمدؐ۔ ہونٹ ہیں ہونٹ، اللہ سے نہیں ملتے اور دور چلے جاتے ہیں۔ اب اس کو یوں سمجھ لیں اللہ سے نہ ملے، محمدؐ سے ملے، یوں مانو یا یوں مانو اس لئے کہ جب وسیلہ ان کو بنایا ہے ڈائریکٹ(direct) ہمارے پاس آنا نہیں، شفاعت بھی ملے گی تو ان ہی سے ملے گی۔ ہم نہیں دیں گے تو جب آپ نے کہا عبّاسؑ، عبّاسؑ...! تشدید ہے، عبّاس...یہ ''ب'' جو ہے رابطہ ہے ''ع'' اور ''ا'' کے درمیان اس ہی ''ب'' کو ہر جگہ اللہ نے رابطہ رکھا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ عدد رکھے سات، ''ع'' کے ستر ''ب'' کے دو، الف کا ایک، ''س'' کے ساٹھ، مجموعہ ہوا سات، عربی میں سات کہتے ہیں سابع کو....عبّاسؑ ادھر سے پڑھئے...! س، ا، ب، ع سابع، ہر طریقے سے عدد سات رہے گا! یہ عباسؑ کا عدد اس نے سات کیوں رکھا اس لئے کہ پہلے دن آواز آئی ''کُن'' کُن کے عدد ہیں سات، عباسؑ کہہ دیں ہو جائے، کُن ...یہ کُن...پہلی جنگ چھڑی اسلام کی... بدر، کتنے تھے سپاہی۔ تین سو تیرہ، تین اور تین چھ اور ایک سات، ارے پورا بدر ایک طرف...عباسؑ! ایک طرف۔ عباسؑ قرآن کو ہم نے اتارا سات حروف پر، ارے! سات آئیں تو قرآن پھیلے، سمٹے تو عدد سات، ہم نے آیتیں رکھیں سورۂ الحمد میں سات، قرآن سمجھنا ہے تو سورۂ الحمد کو سمجھو، سورۂ الحمد سمجھنا ہے تو کہو عباسؑ...! کیا ہے سورۂ الحمد خلاصہ کیا سورۂ الحمد کا، آپ ابھی دلیل مانگو گے نا کہ یہ نئی باتیں کہاں سے آ گئیں؟ قرآن سمجھنا ہے تو سات آیتیں سورۂ الحمد کی سمجھو، یہ تو حدیث ہے، ابنِ عباس سے یہی تو علیؑ نے کہا پورا قرآن سورۂ الحمد میں ہے، ہم نے جملہ بڑھا دیا کیا بڑھا دیا؟ کہ سورۂ الحمد کی سات آیتیں سمجھنا ہے تو کہو عباسؑ سورۂ توحید پڑھو قُلِ اللّٰهُ اَحَد تو کہو عباسؑ آپ نے کہا دلیل کیا ہے، لو دلیل! چار سال کے ہیں عباسؑ علیؑ کی گود میں بیٹھے

ہیں۔ عباسؑ کو اگر نہیں سمجھو گے، تو سورۂ توحید کیسے سمجھو گے کا پیغام ہے اللہ ایک، اللہ ایک بھئی یہی تو ہے سورۂ الحمد، اللہ ایک وہ ایک...وہ تنہا..، اس کی شرط یہ لگائی جب تک وفا نہیں ہوگی، ایک کہہ نہیں سکو گے، توحید کے ساتھ وفا ہے، عباسؑ علیؑ کی گود میں تھے اوّلین و آخرین میں مختصر ترین توحید کا خطبہ عباسؑ کے علاوہ کسی نے نہیں دیا۔ علیؑ نے بیٹے سے کہا! کہو ایک، عباسؑ نے کہا بابا ایک...علیؑ نے کہا دو کہو جس زبان سے کہا ایک دو کیسے کہوں، وفا...توحید سے وفا، بس بابا ایک کہہ دیا اور سورۂ الحمد کو سمجھو تو توحید سمجھو بغیر وفا کے قرآن نہیں ہے۔ پڑھے جاؤ... پڑھے جاؤ... جہاں وفا نہیں ہوتی سب کچھ کھونا پڑتا ہے، عباسؑ نے بتایا وفا ہے... بغیر وفا کہ ایک نہیں، یہی میری اللہ سے وفا، بس کہہ دیا ایک تو اب دو نہیں کہوں گا... عباسؑ نے بچپن میں بتا دیا کہ جب ایک بار زبان سے کہہ دیا تو بدلوں گا نہیں، بس جو بچپن سے کہا آقا... تو بھائی نہیں کہا وہ وفا یہ وفا، توحید سے وفا ہے تو ایمان سے وفا ہے، یہ عباسؑ نے بتایا، یہ عباسؑ نے بتایا... بس کہہ دیا آقا، کہہ دیا آقا، تقریر ختم ہوئی اور آپ کی محبتوں کی وجہ سے کل بھی پونے گیارہ بجے، ہم رکے تھے آوازیں آئی تھیں اور...! لیکن صرف اس لئے روکی تقریر چار بند میر انیسؔ کے سناتا ہوں، اور ضرور سنیں اسی منزل کے ہیں اور اگر، یہ بند آپ نے نہیں سنے تو آپ کو آج کی تقریر کا لطف نہیں آئے گا، میں چاہتا تو روایت سنا دیتا، اور نکل جاتا تقریر ختم ہو جاتی، دل چاہا کہ جیسے انیسؔ نے اسے نظم کر دیا، تو ہم چاہتے ہیں کہ بچوں کے کان میں لفظ پڑیں اور منزل کیا ہے؟ منزل یہ ہے کہ امام حسینؑ ایک دن اُمّ البنینؑ کے پاس بیٹھے تھے تو اُمّ البنینؑ امام حسینؑ سے حضرت عباسؑ کی باتیں کرنے لگیں... چھوٹے سے تھے سات برس کے تھے اس وقت حضرت عباسؑ، تو جو باتیں ماں بیٹے کے درمیان ہوئی تھیں وہ باتیں امام

حسینؑ کو سنانے لگیں اُمّ البنینؑ ...کُل اتنی سی بات ہے اور اسے میر انیسؔ نے نظم کیا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے ..آپ دوبارہ سن لیجئے، کچھ باتیں ماں بیٹے میں ہوئی تھیں۔ عباسؑ سات برس کے تھے۔ ماں سے اور سات برس کے بچّے سے کچھ باتیں ہوئیں، جو باتیں ہوئیں حسینؑ جب آئے تو ماں نے وہ باتیں عباسؑ کی حسینؑ کو سنائیں، بس یہ اتنی سی باتیں جو وہ سنا رہی ہیں امام حسینؑ کو، عباسؑ کے بچپن کی بات وہ میر انیسؔ کی زبانی میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں، چند بند ہیں بڑی دل کی گہرائیوں سے بڑے پیار سے یہ سنیئے اور ذرا انیسؔ کا پیار دیکھئے، کہ وہ زبان میں کیسے پیار بھر دیتے ہیں، ایک صلواۃ پڑھے گا حالانکہ ولادتِ حضرتِ عباسؑ پر بھی کچھ بند اس میں ہیں...اُمِّ البنینؑ اور امامِ حسینؑ کی گفتگو...!

لکھے کوئی کیا اُلفتِ سردار و علمدار

ایک ایک مصرعہ ایسا ہے کہ دل چاہتا ہے کہ پھولوں میں تولیں ان مصرعوں کو جواہرات میں تولیں۔

لکھے کوئی کیا اُلفتِ سردار و علمدار — دیکھا نہ کبھی عاشق و معشوق میں یہ پیار
بُلبل کو بھی یہ گُل کی محبت نہیں زنہار — قُمری بھی نہیں سَرو کی اس طرح طلبگار
اِک آن فراق ان میں شب و روز نہیں ہے
پروانہ بھی یوں شمع کا دلسوز نہیں ہے

فخر اپنا سمجھتے تھے یہ نعلین اٹھانا
معراج تھی رومال کھڑے ہو کے ہلانا
ساتھ آنا سدا شاہؑ کے اور ساتھ ہی جانا

ایک مصرعے میں کیا کیا کہہ دیا....! کہ گھر میں حسینؑ آئے عباسؑ ساتھ آئے، حسینؑ باہر گئے عباسؑ ساتھ گئے ایک مصرعے میں پوری تاریخ بھر دی!

تھی عینِ تمنا قدم آنکھوں سے لگانا
شہ سوتے تو تکیے پہ نہ سر دھرتے تھے عباسؑ
مانند قمر پھر کے سحر کرتے تھے عباسؑ

یہ قمر کا استعمال دیکھئے اور آسمان پہ رات بھر چاند کا چلنا دیکھئے...ادھر چاند نے منزل تمام کی ادھر صبح ہوگئی۔

شہ سوتے تو تکیے پہ نہ سر رکھتے تھے عباسؑ
مانند قمر پھر کے سحر کرتے تھے عباسؑ

فرماتے تھے شبیرؑ کہ اے میرے گل اندام تم نے کوئی ساعت نہ کیا رات کو آرام
کہتے تھے غلاموں کو ہے آرام سے کیا کام! راحت ہے جو خدمت میں بسر ہو سحر و شام
لازم ہے اگر آپ ہیں سردار ہمارے
جاگے تو زہے طالع بیدار ہمارے

فرماتے تھے شہ مادرِ عباسؑ سے اکثر عباسِ علیؑ ہے مرا شیدا مرا یاور
پیارا نہ ہو کیوں کر یہ مجھے آپ کا دلبر جب سامنے آتا ہے تو یاد آتے ہیں حیدرؑ
اس بھائی میں خوبو ہے شہہِ عقدہ کشا کی
گھر میں مرے تصویر ہے یہ شیرِ خدا کی

اب حسینؑ جیسا معصوم راوی ہے...عباسؑ! شروع کی تقریر یاد ہے نا آپ کو... امامِ حسینؑ فرما رہے ہیں!

ساری وہی صورت وہی شوکت ہے وہی شان طینت میں وہی خلق وہی طبع میں احسان
عباسِؑ دلاور پہ تصدق ہے میری جان منظور یہ ہے، ز حسینؑ اس پہ ہو قربان
اس کو بھی تو بچپن سے مرا عشقِ دلی ہے
صفدر ہے بہادر ہے سعید ازلی ہے

وہ کہتی تھیں اے احمدِ مختار کے پیارے خادم ہیں یہ سب، آپ ہیں سردار ہمارے
زیبندہ وصدقے ہوں اگر چاند ستارے فخر اُس کا ہے عباسؑ جو سر قدموں پہ وارے

منہ اس نے صدا پائے مبارک پہ مَلا ہے
بیٹوں کی طرح آپ کی گودی میں پلا ہے

اور جواب میں اُمّ البنینؑ نے...!

عباسؑ کی خاطر سے مَیں کہتی نہیں واری

کیا انداز ہے...!

عباسؑ کی خاطر سے مَیں کہتی نہیں واری ہے اس کو نہ اولاد نہ جان آپ سے پیاری
سوتے میں بھی رہتا ہے زباں پر یہی جاری فرزندِ پیمبرؐ پہ فدا جان ہماری

ہے عشقِ دلی اس کو شہِ کون و مکاں سے
لیتا نہیں بے صلّی علیٰ نام زباں سے

اب یہ اُمّ البنینؑ کہہ رہی ہیں امامِ حسینؑ سے!

اک روز کہا مَیں نے کہ عباسِؑ وفادار

ماں نے جو بیٹے سے باتیں کیں تو وہ بتا رہی ہیں..!

اِک روز کہا مَیں نے کہ عباسِؑ وفادار
تم اِن کا غلام آپ کو کیوں کہتے ہو ہر بار
صدقے گئی یہ طرفہ محبت ہے نیا پیار

ماں نے عباسؑ سے کہا!

جو تم ہو سو وہ ہیں خلفِ حیدرؑ کرار
مرتے ہوئے حیدرؑ نے سپرد ان کے کیا ہے
کچھ خطِ غلامی تو نہیں لکھ کے دیا ہے

اتنا مِرا کہنا تھا کہ بس آنکھ پھرالی

قیامت کردی ہے میر انیسؔ نے....!

اتنا مِرا کہنا تھا کہ بس آنکھ پھرالی
تھرا کے کہا بات یہ کیا منہ سے نکالی

توبہ کرو یکساں ہوا مَیں اور شہِ عالی!
میں بندۂ ناچیز وہ کونین کے والی

قطرہ کبھی دریا کے برابر نہیں ہوتا
ذرّہ کبھی خورشید کے ہمسر نہیں ہوتا

نسبت مجھے کیا ان سے کہاں نور کہاں خاک
میں گردِ قدم اور وہ تاجِ سرِ افلاک

عباسؑ کے نانا بھی ہیں کیا سیدِ لولاکؐ
میرے لئے آئی ہے کبھی خلد سے پوشاک

سویا ہوں کبھی مَیں بھی محمدؐ کی عبا میں
میری بھی ثنا ہے کہیں قرآنِ خدا میں

ہائے ہائے...کیا دلیلیں عباسؑ نے دی ہیں!

زہراؑ نے مجھے دودھ پلایا ہوتو کہہ دو
کاندھے پہ محمدؐ نے بٹھایا ہوتو کہہ دو

جبریلؑ نے جھولا جو جھلایا ہوتو کہہ دو
ان رتبوں میں رتبہ کوئی پایا ہوتو کہہ دو

وہ فخرِ دو عالم ہیں امامِ دوجہاں ہیں
اسرارِ لدنّی مِرے سینے میں کہاں ہیں

اک مور ہو کس طرح سلیماں کے برابر
رتبے میں صحیفہ نہیں قرآں کے برابر

ہر باغ نہیں روضۂ رضواں کے برابر
کیوں کر ہو سُہا نیرِ تاباں کے برابر

سر قامۂ عرش تلک جا نہیں سکتا
کعبے کا شرف کوئی مکاں پا نہیں سکتا

خوش ہوں...خوش ہوں....یعنی کس بات پہ خوش ہوں...!

خوش ہوں جو غلام علی اکبرؑ مجھے سمجھیں

مَیں یہ نہیں کہتا کہ برادر مجھے سمجھیں
وہ خادمِ اولادِ پیمبرؐ مجھے سمجھیں

ہائے چوتھا مصرعہ قیامت کر دیا ہے میر انیس نے...! تین مصرعے پھر سن لیجئے

خوش ہوں جو غلامِ علی اکبرؑ مجھے سمجھیں — مَیں یہ نہیں کہتا کہ برادر مجھے سمجھیں
وہ خادمِ اولادِ پیمبرؐ مجھے سمجھیں — رتبہ مرا بڑھ جائے جو قنبر مجھے سمجھیں

نعلین اٹھاؤں مری معراج یہی ہے
شاہی بھی یہی تخت یہی تاج یہی ہے

یکساں ہے تو ہے مرتبۂ شبرؑ و شبیرؑ
بیٹوں میں علیؑ کے یہ کسی کی نہیں توقیر
مَیں پاؤں پہ سر رکھتا ہوں اَے مادرِ دلگیر
مجھ سے نہ سُنی جائے گی اس طرح کی تقریر

انجام کیا ہوا گفتگو کا ذرا دیکھو....!

مجھ سے نہ سُنی جائے گی اس طرح کی تقریر
اب آپ کو صورت بھی نہ دکھلائے گا عباسؑ
باتیں جو یہی ہونگی تو مر جائے گا عباسؑ

اللہ...! دیکھا بھائیوں کا پیار...بیٹا ماں سے باتیں کر رہا ہے..!

کیا بھول گئیں واقعۂ رحلتِ حیدرؑ — تھا آپ کے زانو پہ سرِ فاتحِ خیبر
اِس پہلو میں شبیرؑ تھے اُس پہلو میں شبرؑ — زینبؑ بسرِ خاک تڑپتی تھیں کھلے سر

صحت ہو پدر کو یہ دعا کرتا تھا مَیں بھی
لپٹا ہوا قدموں سے بُکا کرتا تھا مَیں بھی

یاد ہے آپ کو...!

پاس اپنے بلا کر مجھے بابا نے کیا پیار
اور ہاتھ مرا ہاتھ میں شہ کے دیا اک بار

فرمایا حسنؑ ہے مرے نو بیٹوں کا مختار
عباسؑ رہا اِک تو حسینؑ اس کا ہے سردار

فرمایا تھا مجھ سے کہ امام اپنا سمجھنا
آقا سے کہا تھا کہ غلام اپنا سمجھنا

دیکھئے کیوں کہ بچہ چھوٹا ہے ناتو پیار کی باتیں ہیں...اُمِّ البنینؑ بتا رہی ہیں کہ جب ہم نے عباسؑ کی سب باتیں سن لیں، چھ سات برس کے سِن میں یہ باتیں تو اب امامِ حسینؑ سے کہتی ہیں عباسؑ کی یہ باتیں...!

ہنس ہنس کے مَیں سنتی رہی تقریر یہ ساری
اُس کو تو یہ غصہ تھا کہ آنسو ہوئے جاری

ماں نے کیا کیا؟

لے لے کہ بلائیں کہا تھا مَیں نے کہ واری

چوتھے مصرعے پہ کیا قیامت کی میر انیسؔ نے ذرا گفتگو کا کلائمیکس climax دیکھئے!

لے لے کہ بلائیں کہا تھا مَیں نے کہ واری
حاصل ہوئی واللہ مراد آج ہماری

ماں نے بیٹے سے کس طرح کہلوالیا...!

وہ دن ہو کہ حق تجھ سے غلامی کا ادا ہو
تو قبلۂ کونین کے قدموں پہ فدا ہو

فرمانے لگے اَشک بہا کر شہ ابرار
ہاں والدہ اَیسا ہی ہے وہ بھائی وفادار

عباسؑ مرا اور مرے سب گھر کا ہے مختار
رکھتا ہے حسینؑ اک یہی مادر یہی غمخوار

لناں اسی بازو سے قوی ہاتھ ہیں میرے

کہاں پہ بات ختم ہوئی ہے کیا کہا حسینؑ نے اُمّ البنینؑ سے!

لناں اسی بازو سے قوی ہاتھ ہیں میرے

عباسؑ نہیں ساتھ علیؑ ساتھ ہیں میرے

عباسؑ نہیں ساتھ علیؑ کا ہے، علیؑ ساتھ ہیں میرے...کیا چوڑا تھا سینہ حسینؑ کا... عباسؑ میرے ساتھ، کیا اطمینان تھا حسینؑ کو کیا اطمینان تھا کہ سب کچھ عباسؑ کے ذمے تھا، کبھی عباسؑ کو بلا کر یہ نہیں پوچھا کہ عباسؑ یہ کام کردو یہ میں آپ کو بتاؤں گا...جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں عباسؑ کو حسینؑ روکتے تھے یا ٹوکتے تھے۔نہیں کل اختیار عباسؑ کو دیا تھا...جو تمہاری مرضی وہ میری مرضی اس لئے کہ عباسؑ نفسِ حسینؑ تھے جیسے علی نفسِ محمدؐ تھے اور نفس اختیار میں ہوتا ہے امام کے...کہیں پر یہ نہیں کہا عباسؑ یہ کام کرو...بس عباسؑ تمہارے ذمے...یہ فہرست تم بنالو کون جائے گا تم جانو...!مردوں میں کون جائے گا یہ تم جانو...!سواریاں کیسے تیار ہوں گی تم جانو...!قافلہ کیسے چلے گا تم جانو...! کچھ حسینؑ نے بتایا نہیں سب عباسؑ کے ذمے ہے مکّے میں کیا ہوگا حسینؑ کو کچھ نہیں کہنا...! کیسے عباسؑ کو سواریاں تیار کرنی ہیں...! کیسے عرفات میں دعائیں مانگنی ہیں...! کیسے عمرہ کرنا ہے...! جدھر عباسؑ قافلے کو موڑ دیں حسینؑ چلتے جائیں، حسینؑ چلتے جائیں۔ دو محرّم کو عباسؑ، عباسؑ آجاؤ، یہاں خیمے لگا دو سر جھکا دیا۔جلتی ریت پر خیمے لگ گئے۔ خیمے جیسے تم چاہو لگاؤ، ترتیب کیا ہوگی تم جانو طلایہ کون پھرے گا، رات کو پہرے کون دے گا تم جانو...، علم دے دیا لشکر تم ترتیب دو، میمنہ تم جانو میسرہ تم جانو...، قلبِ لشکر تم جانو...، علمدار تمہیں بنا دیا ہے...، بابا کی وصیت تھی، زینبؑ نے علم سجایا ہے، ہاتھ میں علم

دے دیا ہاں بس ایک جگہ عباسؑ نے پوچھا...! ایک منزل ایک جگہ پوچھا عباسؑ تمہیں کیسے جانے دیں تم تو میرے لشکر کے علمدار... ہو بس یہاں تک اس جگہ پر دائیں جانب دیکھا بائیں جانب دیکھا کون سا لشکر؟ کون سا لشکر! صبح جس لشکر کا علمدار بنایا تھا آقا وہ لشکر کہاں ہے؟... بالکل ایک نئی چیز آپ کے لئے پڑھنے جا رہا ہوں آپ کی سماعت کے لئے یہ ہدیہ ہے اور اسے تحفتاً رکھ لیں۔ میں نے کبھی نہیں پڑھا لیکن آج ہی میں کتاب دیکھ رہا تھا تو مقتل میں یہ چیز نظر آئی اس لئے دل چاہا کہ یہ تحفہ آپ کو دے دیں۔ تقریر کو ختم کرتے ہوئے دو لمحے کی تقریر رہ گئی ہے ایک نئی چیز پیش کر رہا ہوں یہ تو آپ نے ہم سے سنا ہے کہ جب عباسؑ چلے تھے اور پتہ چلا بیبیوں کو کہ عباسؑ جا رہے ہیں تو... یہ آپ سن چکے ہیں کہ کیا ہوا جتنے خیام تھے سب عباسؑ کے ہاتھ کے لگائے ہوئے تھے اور ہر خیمے کے در پر پردہ پڑا ہوا تھا لیکن جیسے ہی خیموں میں شور ہوا عباسؑ جا رہے ہیں۔ ایک خیمے سے دوسرے خیمے ایک دوڑ شروع ہوئی، عباسؑ جا رہے ہیں، کنیزیں دوڑ رہی تھیں کہ عباسؑ جا رہے ہیں، بیبیاں پکار رہی تھیں کہ عباسؑ جا رہے ہیں میری طرف دیکھ رہے ہیں نا ایک شور تھا تو عالم یہ تھا راوی کہتا ہے کہ سارے خیمے اور ان کی طنابیں ہل رہی تھیں اور ایسا لگتا تھا، خیمے میں لوگ دوڑ رہے ہیں، ایک خیمے سے دوسرے خیمے میں بیبیاں آئیں۔ عباسؑ جا رہے ہیں۔ اس کے بعد راوی کہتا ہے ایک ساتھ یہ ہوا کہ سارے خیموں کے پردے اٹھ گئے...، پردے اٹھے ساری بیبیاں باہر آئیں برقعے میں، چادریں اوڑھے ہوئے، بیچ میں عباسؑ کا گھوڑا مرتجز، چاروں طرف بیبیاں اور ان کے ہاتھ بلند تھے۔ بس اتنا تھا کہ اشارہ یہ تھا کہ عباسؑ تم نہ جاؤ، عباسؑ تم نہ جاؤ سن لیا یہ تو آٹھ محرم کو بھی یہاں پڑھا تھا۔

لیکن یہ پڑھنا نہیں تھا، یہ بار بار پڑھ چکا ہوں پڑھنا کچھ اور ہے، پڑھنا کچھ اور ہے۔ کیسے رخصت ہوئے بتانے کے لئے بہت وقت چاہئے، کیسے چلے عباسؑ، کیسے چلے عباسؑ؟ آپ نے یہی سنا ہے نا کہ مشک وعلم لے کر فرات کی طرف چلے بتانا یہ ہے آج آپ کو کہ فرات کی طرف فوراً نہیں گئے۔ یہیں پہ تقریر ختم کر رہا ہوں جملہ یاد ہے جملہ یاد ہے تقریر کا آخری جملہ ادا کر رہا ہوں اور آپ کے لئے ساری عمر اگر یاد کریں تو ماتم کے لئے کافی ہے جو جملہ کہنے جا رہا ہوں اس لئے کہ جب تک آپ یہ جملہ اپنے دل کی گہرائیوں میں لکھ نہیں لیں گے آپ عباسؑ کی محبت کو نہیں سمجھ سکتے اور ہمیشہ یاد رکھئے گا جو لشکر کا علمدار ہوتا ہے سردار ہوتا ہے ایک ایک سپاہی سے محبت کرتا ہے۔ لیکن اگر فوج علمدار سے پیار نہ کرے اور علمدار فوج سے پیار نہ کرے تو کبھی میدانِ جنگ میں تعاون نہیں ہو سکتا، اس فوج کو بہت پیارا علمدار ملا تھا، اور علمدار کو اوّلین و آخرین کی فوج ملی تھی۔ جیسی فوج عباسؑ کو ملی علیؑ کو نہیں ملی تھی، محمدؐ کو نہیں ملی تھی، حسنؑ کو نہیں ملی، کسی نبی کو نہیں ملی، عباسؑ کو کون سی فوج ملی تھی! معلوم ہے جس فوج کے لئے امامِ زمانہ نے کہا اس فوج پر یعنی اصحاب و انصارِ حسینؑ پر میرے ماں باپ قربان ایسی فوج عباسؑ کو ملی تھی۔ کون کون ہے عباسؑ کی فوج میں، کیا مجھ سے سننا چاہتے ہیں کون کون ہے عباسؑ کی فوج میں تو نظر ڈالو عباسؑ کی فوج کیسی ہے؟ تو عباسؑ کی فوج میں کون ہے، اچھا یہ مسلمؑ کے بچّے ہیں...، اچھا یہ زینبؑ کے راج دلارے ہیں...، اچھا یہ حسنؑ کا یتیم قاسمؑ ہے اچھا یہ لیلیٰؑ کا چاند علی اکبرؑ ہے...اب سمجھے نہیں...ابھی کہاں سمجھے ارے! یہ مسلمؑ کے بچّے، آخری جملہ تو سن لو... یہ مسلمؑ کے بچّے ہیں یہ عباسؑ کی فوج ہے، یہ عونؑ و محمدؑ ہیں یہ عباسؑ کی فوج ہے، یہ قاسمؑ ہیں یہ عباسؑ کی فوج ہے، یہ علی اکبرؑ ہیں

یہ عباسؑ کی فوج ہے، ارے! یہ علی اصغرؑ ہے یہ عباسؑ کی فوج ہے... نہیں ابھی نہیں یہ حسینؑ ہے، یہ عباسؑ کی فوج ہے یہ عباسؑ کی فوج ہے، سن لیا عباسؑ کی فوج تو فوج عباسؑ سے پیار کرے گی نا تو علمدار بھی تو فوج سے پیار کرے گا تو جو آج مقتل میں جملہ پڑھا ہے وہ سن لو مشک وعلم لے کر سیدھے فرات نہیں گئے۔ پہلے گھوڑے کو تیز دوڑایا اور دوڑاتے ہوئے مقتل میں گئے۔ ایک ایک شہید کے سرہانے گئے یہی پڑھنا تھا آواز دی کہا... علی اکبرؑ قاسمؑ، عونؑ و محمدؑ الوداع! الوداع! الوداع! اے میرے علمدارؑ کی فوج... الوداع!۔

❁ ❁ ❁

پانچویں مجلس

اہلِ بیتؑ کے محافظ عباسؑ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے اور درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

ایک سورہ فاتحہ آپ حضرات سید سہیل عباس ابنِ سیّد محمد شاہ کے لئے پڑھ دیں، چودہ سوستائیس ہجری کے عشرۂ چہلم کی پانچویں تقریر آپ حضرات سماعت فرمارہے ہیں، حیاتِ حضرت ابوالفضل العباسؑ کے موضوع پر مسلسل ہم چار دن سے گفتگو کر رہے ہیں، عرض کیا گیا کہ عباسِؑ علمدار نبی نہیں ہیں، رسولؐ نہیں ہیں، امام نہیں ہیں، لیکن ایک ایسی ہستی ہیں کہ جن کا ذکر معصومینؑ نے کیا جن کے مداح نبی ہیں اور آئمہؑ ہیں۔ وہ کون سی خصوصیت تھی کہ اتنا عظیم موضوع بن گئے عباسؑ، ایک ایسی شخصیت کہ جس کا نام زبان پر آئے تو اس سے پیار ہو جائے، محبت ہو جائے۔ کردار کی خوبیاں ایسی لاجواب شخصیت میں خدا نے اتنی فضیلتیں عطا کر دیں کہ علیؑ نے جب کنیت رکھی، جب نام کا اعلان ہوا اور بھائی سے پوچھا علیؑ نے کیا نام رکھا اور جب بھائی نے لوح میں لکھا ہوا نام عباسؑ کو عطا کیا، تو حضرت زینبؑ آگے بڑھیں تیئس برس کی تھیں حضرتِ زینبؑ اور اس وقت عباسؑ پیدا ہوئے ہیں تو حضرتِ زینبؑ کے بڑے فرزند علی زینبیؑ پیدا ہو چکے ہیں اور عمر میں عباسؑ سے بڑے ہیں یعنی حضرتِ زینبؑ کو اللہ اولاد عطا کر چکا ہے اس

لئے کہ آپ کی شادی ۷۵ھ میں چودہ برس کی عمر میں ہوئی، تو اب شادی کو بھی کافی عرصہ گزر چکا ہے بھائی کو حضرتِ زینبؑ نے بیٹے کی طرح، بیٹے کی محبت دیتے ہوئے ماں کی نظر سے دیکھا جیسے حسینؑ نے باپ کی نظر سے دیکھا تو حضرتِ زینبؑ آگے بڑھیں اور کہا بابا نام تو بھیا نے رکھ دیا کنیت کیا ہے اس بچّے کی کہا کنیت ہم نے ابوالفضل رکھ دی۔ اب ابو کہ معنی آپ کو معلوم ہیں کہ ہوتے تو باپ ہیں معنی لیکن عرب میں اُم اور ابو مرکز کے لئے بھی آتا ہے بے پناہ مقدار اور ذخیرے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ فضل کہتے ہیں فضیلتوں کو، یعنی اتنی فضیلتیں تھیں عباسؑ میں کہ علیؑ جیسا فضیلتوں کا مالک عباسؑ کو کہے ''ابوالفضل'' اور یہ فضل کا لفظ قرآن میں اللہ نے حضرتِ سلیمانؑ کے لئے بیان کیا ہے، ہم نے سلیمانؑ کو فضل عطا کیا اور ہم نے سلیمانؑ کو پرندوں کی بولیاں سکھائیں، ہر چیز ان کے ہاتھ پر مُسخر کر دی تو اللہ جسے خود عطا کرتا ہے اسے ملکِ عظیم دے دیتا ہے۔ ملکِ عظیم زمین نہیں ہے بلکہ علمِ غیب ہے اور تمام علماء نے لکھا کہ عباسؑ کو اللہ نے علمِ غیب عطا کیا تھا۔ عباسؑ علمِ لدنی کے مالک تھے، یعنی جو لفظ حضرتِ زینبؑ کے لئے معصوم نے استعمال کیا عالمہ غیرِ معلّمہ، یعنی ایسی عالمہ جسے کسی نے نہیں سکھایا۔ ایسی عالمہ جس نے کسی سے علم سیکھا نہیں۔ قدرت نے عطا کیا یہی لفظ حضرتِ عباسؑ کے لئے معصومؑ نے استعمال کئے۔ عالمِ غیرِ مُعلّم، عباسؑ وہ عالمؑ تھے کہ جسے کسی نے پڑھایا سکھایا نہیں ایسے عالم تھے۔ کلباسی نے المرجانی نے یہ سب آیت اللہ ہیں اور ان کے ترجمے کرتے ہوئے مولانا ذیشان حیدر جوادی نے جو سوانح حیات اردو میں لکھی نجم الحسن کراروی نے العباسؑ لکھی ان سب نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ نجف کے ایک عالم کو یہ غرور ہو گیا تھا کہ مجھ سے زیادہ عالم کوئی نہیں۔ ایک دن

تقریر میں یہ کہہ دیا کہ عباسؑ بہادر ضرور تھے لیکن علمی حیثیت مشکوک ہے عباسؑ کی، یہ سب نے واقعہ لکھا ہے حضرتِ عباسؑ کی سوانح میں، تمام آیت اللہ جتنے سوانح نگار ہیں حضرت عباسؑ کے سب لکھتے ہیں کہ نجف میں یہ واقعہ ہوا۔ رات کو خواب میں عباسؑ خود آئے اب وہ عالم خود ہی تو بیان کریں گے جب ہی تو سب کو پتہ چلے گا کہ میں نے یہ خواب دیکھا اور عباسؑ نے کہا یہ بتاؤ کہ کتنی پشتوں سے تم علم کو لیتے ہوئے اب عالم بنے ہو تو یہ کس کا علم تم تک پہنچا کہ تم عالم بن گئے۔ کہا علیؑ کا علم، کہا چودہ سو برس کے بعد علیؑ کا علم کئی ہزار پشتوں سے تم تک پہنچا تو تم عالم بن گئے اور جس نے علیؑ کی گود میں علیؑ کی زبان چوسی ہے! اس کی وجہ کیا؟ دیکھیں اس کی وجہ یہ ہے کہ عباسؑ کی وفاؤں کا چرچا ہوا، عباس کی بہادری کا چرچا ہوا لیکن منبر پر آنے والوں نے عباسؑ کے علمی کارنامے نہیں سنائے حوالے نہیں دیئے، اس لئے کہ امام نے فرمایا کہ عباسؑ اپنے دور کے فقیہ ترین انسان تھے۔ اتنا فقہ پر عبور تھا عباسؑ کو، علم پر اتنا عبور تھا عباسؑ کو اور جو کچھ ہونے والا تھا دنیا میں سب کچھ معلوم تھا عباسؑ کو۔ تو اب یہاں پر میں رُک کر میں ایک جملہ کہوں جو میرا ذاتی جملہ ہے اور اس کے علاوہ یہاں پر کچھ ہو نہیں سکتا۔ جملہ کہہ دوں کہ عباسؑ کے پاس اتنا علم تھا کہ علم غیب بھی تھا علمِ لدّنی بھی تھا، علم فقہ بھی تھا، علمِ قرآن بھی تھا، علمِ تفسیر بھی تھا لیکن عباسؑ نے ظاہر کیوں نہیں ہونے دیا اِس لئے کہ عباسؑ نے چاہا کہ حسنؑ اور حسینؑ کی موجودگی میں کوئی مجھے عالم نہ کہے...! یہ ہے وفا، یہ ہے امامت سے وفا، یہ امامت سے وفا ہے، ایسا کوئی ایثار تو کرے۔ (داد و تحسین کا شور بلند ہے) عباسؑ کا ایثار مشہور ہے، ایسا کوئی ایثار تو کرے اس لئے کہ ایثار کرنا مشکل ہے کسی کے پاس کوئی علم ہو اور وہ چھپا جائے آسان نہیں ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں محمدِ حنفیہؒ کو،

عالمِ وقت تھے، عالمِ وقت تھے، شجاع ترین انسان، شجاع ترین انسان تھے لیکن یہ لکھا ہے کہ جس محفل میں حسینؑ ہوتے تھے کبھی محمدِ حنفیہؒ نے زبان نہیں کھولی، اتنا رعب تھا حسینؑ کا محمدِ حنفیہؒ پر کہ کبھی حسینؑ کے سامنے نظر نہیں اُٹھائی، اگر بیٹھے تو دو زانو تو حسینؑ کے سامنے نگاہ نیچی رکھتے تھے محمد حنفیہؒ، اتنا رعب تھا حسینؑ کے عِلم کا محمد حنفیہؒ پر...! روایت ختم نہیں ہوئی، اور جس محفل میں حسنؑ ہوتے تھے کبھی حسینؑ نے زبان نہیں کھولی، اتنا رعب تھا حسنؑ کے علم کا حسینؑ پر، تو کیا حسنؑ کا رعب حسینؑ پر ہو، حسینؑ کا رعب محمدِ حنفیہؒ پر ہو تو عباسؑ کیسے زبان کھولتے؟ کہتے ہیں عباسؑ ہم نے باب العلم کی زبان چوسی ہے اب بھی تمہیں شک ہے، یہ کیا ہے زبان، زبان چوسنا اور ہے اور زبان کا ذرا سا شیر ایک ذرا سا قطرہ دہنِ معصوم کا ابوالہاشم محمدِ حنفیہؒ کے پردتے ہیں، اور دسویں امام، امام علی نقیؑ کے صحابی ہیں۔ محفل میں بیٹھے ہیں، بزم میں بیٹھے ہیں امام کی، ہندوستان سے ایک ہندی آیا، سلام کیا، بیٹھ گیا۔ امام سے ملاقات کے لئے آیا ہے، ہندوستان سے آیا ہے ہندی، امام اس کی طرف مخاطب ہوئے اور ہندی زبان میں اس سے باتیں کرنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد وہ چلا گیا، ابولہاشم نے پوچھا معصومؑ سے آقا! یہ آپ کون سی زبان بول رہے تھے کہا یہ ہندی زبان ہے کہا آپ کو یہ زبان بھی آتی ہے، کہا صرف یہ زبان ہی نہیں، ایک یہ زبان نہیں اس وقت پوری کائنات میں بہتر ۷۲ زبانیں رائج تھیں۔ امام نے فرمایا دنیا کی بہتر زبانیں بول سکتا ہوں، کہا مولا کیا ہم نہیں سیکھ سکتے، دیکھئے زبان سیکھنے کا شوق اس وقت بھی تھا لوگوں میں، آج بھی ہے ایک سے زیادہ زبانیں لوگ سیکھتے ہیں، کہا کیوں نہیں سیکھ سکتے؟ یہ سامنے جو ٹھیکری پڑی ہے، یہ اٹھاؤ۔ چھوٹی سی ایک ٹھیکری پڑی تھی، مٹی کی، کہا اُٹھاؤ، ابوالہاشم نے اٹھائی، امام نے اپنی زبان

سے مس کیا کہا اسے اپنی زبان پہ رکھ لو۔ وہ ٹھیکری ابوالہاشم نے اپنی زبان پہ رکھ لی کہتے ہیں اس دن سے دنیا کی بہتر زبانیں بولنے لگے۔ جب ٹھیکری معصوم کی زبان سے لگ کر غیرِ معصوم کی زبان پہ لگے تو دنیا کی بہتر زبانیں بولنے لگے عباسؑ کہہ رہے ہیں نے علیؑ کی زبان چوسی ہے روایت میں ہے کتاب میں مَیں نے لکھا ہے جیسے اوّل غذا علیؑ کی! رسولؐ اللہ نے سب سے پہلے اپنی زبان چسائی، اسی طرح جب عباسؑ پیدا ہوئے تو علیؑ نے پہلی غذا عباسؑ کی اپنی زبان چسائی...آ ہا ہا ہا...! پھر ایک نکتہ آیا۔ تو آگے بڑھوں... حسنؑ اور حسینؑ کو رسولؐ نے زبان چسائی علیؑ نے نہیں، یعنی حسنؑ و حسینؑ کو جو علم ملا ہے وہ علمِ نبوت ہے اور اب علیؑ اپنا نمائندہ تیار کر رہے ہیں یہ علمِ امامت ہے، اب علیؑ سے جو علم عباسؑ نے سیکھا اس لئے چپ رہے کہ وہ نبوت کا علم لئے دونوں بیٹھے ہیں۔

حضرت عباسؑ کی کنیت ''ابوالفضل'' ہے۔ عام طور عرب میں کنیت بیٹوں کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ حضرت عباسؑ کے سب سے چھوٹے بیٹے فضل ہیں اس لئے حضرت عباسؑ کو ابوالفضل کہتے ہیں جس طرح امام حسینؑ کے سب سے چھوٹے بیٹے علی اصغرؑ کا ایک نام عبداللہ بھی ہے اس لئے امام حسینؑ کو ابوعبداللہ کہتے ہیں۔ حالانکہ حضرت عباسؑ کو یہ کنیت مولا علیؑ نے عطا فرمائی تھی ''ہذا ابوالفضل''، یہ فضیلتوں کا باپ ہے، یعنی فضیلتوں میں اِسے بزرگی حاصل ہے۔

حسنؑ اور حسینؑ عرش کے دو گوشوارے ہیں تو عباسؑ عرش کا جھومر ہیں، یہی حضرات مخفی خزانہ ہیں، یہ خزانہ نورِ سیّدہؑ میں چھپا ہوا تھا اس لئے جنابِ فاطمہ زہراؑ کو ''حجاب اللہ'' کہتے ہیں۔ اس عظیم المرتبت بی بی نے عباسؑ کو اپنا بیٹا کہا ہے۔

تاریخی اعتبار سے یہ بات ثابت ہے کہ فرشتے جنّت کے جوانوں کے

سرداروں حسنؑ اور حسینؑ کا جھولا جھلانے آتے تھے، جناب سیدہؑ اگر کسی وقت آرام فرما رہی ہوتی تھیں تو اللہ کے مقرب ملائکہ اُن کی چکی پیسنے آتے تھے۔ حسن بصری اور ابنِ اسحاق نے میمونہ کی روایت بیان کی ہے کہ وہ کہتی ہیں ''میں نے دیکھا کہ حضرت فاطمہ زہراؑ آرام فرما رہی ہیں اور چکی چل رہی ہے۔ میں نے یہ واقعہ حضرت رسولؐ خدا کے سامنے بیان کیا، تو آپ نے فرمایا کہ مالکِ کائنات نے وحی کے ذریعے سے چکی کو حکم دیا تو وہ چلنے لگی، حضرت ابوذر غفاری نے اس واقعے کو یوں بیان کیا ہے کہ ''میں ایک دن حضرت علیؑ کے گھر گیا، آپ پر سلام کیا تو کوئی جواب نہیں آیا، البتہ چکی کے چلنے کی آواز آئی، مجھے تعجب ہوا کہ وہاں کوئی بھی موجود نہیں ہے اور چکی چل رہی ہے۔ میں نے رسولِ خداؐ کے پاس جا کر یہ پورا واقعہ بیان کیا کہ مولا علیؑ کے گھر میں یہ حیرت کی بات دیکھی کہ چکی چلنے کی آواز آ رہی ہے مگر وہاں کوئی موجود نہیں ہے۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا اے ابوذر سنو ''میری بیٹی فاطمہ زہراؑ کے قلب و جوارح کو اللہ نے ایمان و یقین سے مالا مال کر رکھا ہے اور وہ میری بیٹی کی ناتوانی کو بھی جانتا ہے، ہمیشہ اللہ اُن کی مدد کرتا ہے، کیا تم نہیں جانتے کہ :-

''اللہ کے کچھ فرشتوں پر یہ ذمے داری رکھی گئی ہے کہ وہ آلِ محمدؐ کے امور میں تعاون کرتے رہیں''۔

یہی وجہ ہے کہ جب جنابِ سیدہؑ آرام فرماتی تھیں تو امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے جھولے کو جبریلؑ امیں جھلایا کرتے تھے۔

اب صاحبانِ عقل و فہم حضرات عباسؑ کی فضیلت کا اندازہ کریں اور اُن کے مرتبے کو سمجھیں کہ انھیں ''ابوالفضل'' کیوں کہتے ہیں۔

اللہ کے فرشتے جن شہزادوں کے جھولے کو جھلاتے ہیں وہ جنّت کے سردار حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔

اور حضرت عباسؑ کا جھولا جو جھلاتے تھے وہ جنّت کے سردار حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔

علامہ غلام حسین کنتوری نے اپنی کتاب "مائتین فی مقتل الحسین" میں لکھا ہے کہ "حضرت عباسؑ سے بڑھ کر امام حسینؑ کے اہلِ بیتؑ کے لئے کون اتنا وفادار ہوسکتا تھا، حضرت عباسؑ ہی سب سے زیادہ وفادار تھے" امام حسینؑ سے بڑھ کر عباسؑ کا کوئی دوسرا قدر دان بھی نہیں تھا۔ میر انیسؔ کے بھائی میر مونسؔ کا مصرعہ ہے۔

"عباسؑ کی وفا کوئی پوچھے حسینؑ سے"

جس طرح امام حسنؑ اور امام حسینؑ مولا علیؑ کے علم کے وارث ہیں، حضرت عباسؑ بھی اپنے پدرِ گرامی کے علم کے وارث ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

إِنَّ الْعَبَّاسَ بْنَ عَلِيٍّ زُقَّ الْعِلْمَ زَقّاً

عباسؑ بن علی کو علم اس انداز سے دیا گیا جیسے پرندہ اپنے بچے کو دانہ دیتا ہے"

حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا:۔

"اللہ کے رسولؐ نے مجھے علم اس طریقے سے عطا فرمایا جیسے پرندہ اپنے بچے کو دانہ دیتا ہے"

رسولؐ اللہ نے اللہ سے علم لیا اور علیؑ کو عطا کیا، علیؑ نے رسولؐ اللہ سے علم لیا اور عباسِ علمدار کو عطا کیا۔

آیت اللہ مامقانی نے اپنی کتابِ رجال میں لکھا ہے کتاب کا نام ہے "تنقیح المقال" یہ کتاب تین جلدوں میں ہے اس کے "باب العین" میں لکھا ہے کہ:۔

''حضرت عباسؑ علیؑ کے فقیہ بیٹوں میں سے تھے، بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ:-

''عباسؑ عادل، ثقہ، متقی، پرہیزگار، شریف طینت، پاک سرشت شخصیت کے مالک تھے''۔

اُن کے لفظ ہیں:-

کَانَ عَدلاً ثِقۃً تقیۃً نقاً

حضرت عباسؑ بہت شجاع تھے، عباسؑ کی شجاعت کے لئے اس سے بڑی مثال اور کیا ہوسکتی ہے کہ کربلا میں جب آپ امام حسینؑ سے اجازت لے کر فرات کی طرف تشریف لے گئے ہیں اُس وقت تقریباً تیس ہزار یزیدی فوجیں گھاٹ پر پہرہ دے رہی تھیں، لیکن جب آپ نے گھوڑا بڑھایا تو دشمن کی فوجیں اس طرح بھاگیں جیسے شیر کو دیکھ کر بھیڑ بکریاں بھاگنے لگتی ہیں، میر انیسؔ کے چھوٹے بھائی میر مونسؔ نے کربلا کے میدان میں حضرت عباسؑ کی آمد کا نقشہ اس طرح پیش کیا ہے:-

فوجِ اعدا میں تلاطم ہے کہ شیر آتا ہے — نام عباسؑ ہے جس کا وہ دلیر آتا ہے

زندگی سے غمِ نوشاہ میں سیر آتا ہے — شیر کے آنے میں اب کچھ نہیں دیر آتا ہے

غازیو صف شکنو نہر سے ہشیار رہو

آج ہے معرکہ خیبر کا خبردار رہو

قوتِ بازوے سلطانِ زماں آتا ہے — رُستمِ لشکرِ شاہِ دو جہاں آتا ہے

مشک کاندھے پہ دھرے تشنہ دہاں آتا ہے — زور ہے جس میں علیؑ کا وہ جواں آتا ہے

فوج پر فوج رسالے پہ رسالا ہوگا

یہ زمیں کیا ہے زمانہ تہہ و بالا ہوگا

ان کی تلوار کبھی جن و بشر سے نہ رُکی عمرو کے خود سے مرحب کی سپر سے نہ رُکی
گرز سے جوشن و بکتر سے تبر سے نہ رُکی ان کا کیا ذکر ہے جبریل کے پر سے نہ رُکی
جسم سے اُڑ کے بہت فرق سے سر ملتے ہیں
ضرب وہ ہے کہ پہاڑوں کے جگر ہلتے ہیں

یہ وہ صفدر ہے کہ فوجیں تہہ و بالا کر دے پاؤں گاڑے تو قیامت ابھی برپا کر دے
قہرِ خالق کی طرح شہر کو صحرا کر دے جوش میں آبِ دمِ تیغ کو دریا کر دے
آستیں غیظ میں اُلٹے تو خدائی اُلٹے
نہر ہٹ جائے، اُڑے خاک، ترائی اُلٹے

اب ترائی ہے جدھر شیر اُدھر جاتا ہے غیظ میں ضیغم دریائے ظفر جاتا ہے
نہر کے گھاٹ پہ حیدرؑ کا پسر جاتا ہے مشک بھرنے کے لئے تشنہ جگر جاتا ہے
دل جو بھر آتا ہے دریا کی ہوا کھانے پر
رخش سمٹا ہوا طیار ہے اُڑ جانے پر

لڑتے بھڑتے لبِ دریا جو علمدار گئے تا کمر نہر میں بھاگے ہوئے اسوار گئے
کچھ ادھر چھپ گئے کچھ خوف سے جی ہار گئے کچھ شقی پیر کے اِس پار سے اُس پار گئے
تھی جہاں فوج قدم شیر نے واں گاڑ دیا
مورچے چھین کے ساحل پہ نشاں گاڑ دیا

یہ کیوں دیکھ رہے ہو کہ نبیؐ کو کیا نہیں ملا، بہت سی چیزیں نبیؐ کو نہیں ملیں، بہت سی چیزیں نبیؐ کو نہیں ملیں، سرکارِ دو عالمؐ کو نہیں ملیں تو کیا کمی ہو گئی نہیں ملیں گی، یہ نہیں ہو سکتا، ارے نظر ہی نہیں جا رہی آپ کی، جو اہم ترین بات ہے وہ تو آپ کہہ ہی نہیں رہے ہیں، کہ نبیؐ کو کیا نہیں ملا، نبیؐ کو بیٹا نہیں ملا، اب نہیں ملا تو کیا بیٹا

نہیں ہے اس لئے کہا "اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَاءَ کُم" اور کیا کیا نبیؐ کو نہیں ملا، ارے حسینؑ سے پوچھیں نبیؐ کو کیا نہیں ملا ارے موضوع بڑا اچھا بن گیا ہے چھوڑنے کو دل نہیں چاہ رہا، ارے حسینؑ سے پوچھیں نبیؐ کو کیا کیا نہیں ملا، ابھی تو بیٹے تک بات رہ گئی، آ کے گود میں بیٹھ گئے جیسے ہی گود میں بیٹھے نبیؐ نے کہا حسینؑ! میں افضل ہوں یا تم، یہ بچّے سے ایسا سوال آپؐ کیوں کر رہے ہیں۔ آپ نبیؐ ہیں، وہ تو ابھی بچہ ہے، امام بنے گا۔ یہ تو آپؐ نے کہہ دیا کے جھولے میں بھی امام ہوتے ہیں لیکن ابھی تو امامت کا دور شروع نہیں ہوا یہ کیسا سوال آپ کر رہے ہیں؟ کہا نانا کچھ فضیلتیں ہمیں ایسی ملی ہیں، جو آپ کو نہیں ملیں۔ ارے کوئی فضیلت ایسی بھی ہے جو اللہ نے نبیؐ کو نہیں دی یہ حسینؑ کیا کہہ رہے ہیں؟ مسکرا کے کہا حسینؑ! وہ کون سی فضیلتیں ہیں جو اللہ نے ہم کو نہیں دیں تمہیں دے دیں تو سنیئے میرا نانا نبیؐ ہے، آپ کا نانا نبیؐ ہے؟ سنیئے میرا باپ امام ہے آپ کا باپ امام ہے؟ میری ماں معصومہ فاطمہؑ ہے، یہ حسینؑ کو حق ہے کہ وہ کہیں کہ جیسا ناناؐ مجھ کو ملا آپ کو ویسا نانا نہیں ملا، جیسا باپ مجھ کو ملا ویسا آپ کو نہیں ملا، جیسی ماں مجھ کو ملی آپ کو ویسی ماں نہیں ملی، تو کیا کیا نبیؐ کو نہیں ملا، نہیں سب ملا، جو کچھ حسینؑ کا ہے وہ سب کچھ نبی کا "حسینٌ مِنّی وانا من الحسینؑ" اب سمجھ میں آیا نبیؐ کو کیا کیا نہیں ملا، تو اگر نہیں ملا ایسا جملہ آیا ہے بس یہاں سے اٹھالو آج کی تقریر ورنہ آج کی تقریر تمہیں ملے گی نہیں یہ تو تمہارے اوپر ہے۔ جو جو نبیؐ کو نہیں ملا تو کیا یہ مان لوں کہ فضیلت میں کوئی کمی ہوگئی، کیا اگر عباسؑ کو نبوت نہیں ملی، رسالت نہیں ملی، امامت نہیں ملی، کیا عباسؑ میں کوئی کمی ہوگئی، کیا عباسؑ میں کوئی کمی ہوگئی؟ نہیں بھئی نہیں نہ ملے یہ اللہ کی مصلحت ہے۔ کسے کیا ملتا ہے شائد یہ بتانا چاہتا تھا دنیا کو، ہم نے کچھ ایسے

بھی بنائے، ہیں جنھیں نہ ہم نبوت دیتے ہیں، نہ رسالت دیتے ہیں، نہ امامت دیتے ہیں۔ انھیں لا کے ایک لاکھ میں کھڑے کر دیتے ہیں پھر پوچھتے ہیں انسانیت سے بتاؤ ان میں، ان میں کوئی فرق ہے! یہ ہماری قدرت ہے ہم محتاج نہیں کسی چیز کے، یہ ہماری قدرت ہے کہ کچھ ایسے بھی بنائے، کچھ ایسے بھی بنائے، کچھ شاہکار ایسے بنائے، اس میں ایک عباسؑ بھی ہے، ایک عباسؑ بھی ہے۔ آٹھ برس کے، نو برس کے، ہاں عباسؑ چلاؤ تو تلوار میں دیکھوں اور عباسؑ نے تلوار چلانا شروع کر دی، علیؑ دیکھ رہے ہیں۔ بھئی خوب، بھئی خوب مسلمؑ نے تمہیں سکھایا، صبح ہوتی حضرت مسلمؑ بہت سویرے پہنچ جاتے تھے بنوع میدان میں، جب بچے پہنچتے تو حضرت مسلمؑ موجود ہوتے اور جیسے ہی بچے پہنچتے تو ایک ایک تلوار اٹھاتے، اور مسلمؑ بتانا شروع کرتے۔ بھئی دیکھو بچو! مسلمؑ کہتے بس میں نے جو اپنے چچا سے سیکھا، آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ طول کا وار کیا ہے؟ آؤ بتاؤں عرض کا وار کیا ہے؟ آؤ بتاؤں سیفی کا وار کیا ہے؟ تلوار چلتی اور بچے مسلم کی تاسی میں تلوار چلاتے ہوئے آگے بڑھتے جاتے۔ مسلمؑ چاروں طرف سے بچوں کو لے کر آگے بڑھتے جاتے میدان میں میمنے کی طرف کیسے جاؤ گے؟ کس طرف سے مڑو گے؟ ادھر سے مڑو گے یا ادھر سے مڑو گے۔ میسرے کی طرف جاؤ گے تو دائیں سے مڑو گے یا بائیں سے۔ قلب لشکر میں کدھر سے جایا جاتا ہے دائیں سے یا بائیں سے یا سامنے سے آپ کیا سمجھ رہے ہیں؟ صرف تلوار چلانا ایک فن ہے جب تلوار کا سلسلہ ختم ہوتا تو مسلمؑ کہتے نیزہ اٹھاؤ۔ پھر سب کو لائن سے بٹھاتے ایک قطار میں تیر کمان دیتے کہتے کمان کو رکھو اپنے گھٹنے پر تیر پھینکو دیکھیں کس کا تیر کہاں تک جاتا ہے، یہ مسلمؑ ہیں، بچے، کون ہیں یہ بچے خود مسلمؑ کے بچے،

زینبؑ کے بچے، قاسمؑ ان کے بھائی علی اکبرؑ، کہاں لڑنا ہے آپ لوگوں کو، کون سی لڑائی ہونے والی ہے، لڑائیاں تو ہو رہی ہیں۔ ایران فتح ہو رہا ہے، مصر فتح ہو رہا ہے۔ حسینؑ کہہ رہے آپ ان بچوں کو ان لڑائیوں میں نہیں بھیجیں گے نہیں ان لڑائیوں سے انکا کیا کام یہاں نہ داد دینے والے، نہ یہ علم جاننے والے، یہ تو بس گھوڑے دوڑاتے ہیں ظلمات میں۔ یہاں فن کہاں ہے؟ یہ اس میدان کے لئے لڑ رہے ہیں، تیاری کر رہے ہیں جہاں داد دینے والا انہیں دنیا کے بندوں سے داد نہیں ملنی، اس لئے کہ انہیں ملک و مال کے لئے نہیں لڑنا، انہیں اس کے ملکِ عظیم کے لئے لڑنا ہے تو عباسؑ نیزہ کا وار بتایا تمہیں مسلمؑ نے، ہاں بابا، چلاؤ نیزہ دیکھیں کتنی دور جاتا ہے تمہارا نیزہ؟ علیؑ دیکھ رہے ہیں۔ نو سال کا بچہ نیزے کو پھینکتا ہے، کہا عباسؑ سپر کے ساتھ تلوار چلا کے دکھاؤ۔ مسکرائے، کہا ٹھیک ہے عباسؑ، ہم نے دیکھ لیا کون کہہ رہا، بدر و اُحد و خندق و خیبر و حنین کا فاتح کہہ رہا ہے، بھئی عباسؑ دیکھ لیا لیکن ابھی ہم دیکھیں گے، بیٹا کچھ سمجھ تو گیا نو برس کا بیٹا سمجھ گیا، رات آتی علیؑ پہرہ دیتے، باغوں کی پہرہ داری تلوار ہاتھ میں لے کر آٹھ محرم کو سنا چکا، موضوع ہے اس لئے سنا رہا ہوں۔ اُمّ البنینؑ نے کہا بیٹا جاؤ رات آدھی گزری، بابا کی نمازوں کا وقت شروع ہو گیا اب تم جاؤ، پہرے پہ تم جاؤ باپ کو بھیج دو مصلّے کے لئے۔ عباسؑ آئے گھوڑے پہ سوار کہا بابا جایئے امّاں نے بھیجا ہے، پہرہ ہم دیں گے باغ کا، کہا ٹھیک ہے۔ نو سال کے ہیں عباسؑ علیؑ نے کہا اچھا پہرہ تم دو میں تو چلا لیکن عباسؑ ایک بات یاد رکھنا پہرہ داری اس بات کی ہے کہ کوئی باغ میں نہ جائے، باغ کے دروازے میں کوئی داخل نہ ہو بس اس کی ہی تو پہرہ داری ہے کہا نہیں بابا کوئی نہیں جا سکتا، اور اگر کوئی ایسا آ گیا کہ جو تم سے یہ

کہے کہ ہم تو باغ میں داخل ہوں گے تو کیا کرو گے، کہا پھر بابا ہم تلوار نکال لیں گے۔ ہم اس سے کہیں گے تو تلوار چلا اگر تو جیت جائے تو باغ میں جا، میں جیت جاؤں تو تو واپس جا کہا ہاں بھئی عباسؑ خوب فیصلہ کیا تم نے، بس اس ہی پہ قائم رہنا۔ اگر کوئی آئے اور باغ میں جانا چاہے تو جانے نہ دینا اور اجازت میری ہے کہ تلوار نکال لینا۔ امامت اجازت دے رہی ہے عباسؑ کو کہ تلوار نکال لینا، ایک ایک نکتے کے لفظ کو اپنے دماغ میں محفوظ کرنا ہے۔ اذن دے دیا علیؑ نے کہ تلوار نکال لینا۔ علیؑ چلے گئے، عباسؑ نے علیؑ کے انداز میں پہرہ دینا شروع کر دیا، تلوار کو علم کیئے ہوئے کبھی کمر میں حمائل کرتے کبھی ہاتھ میں اٹھا لیتے اور گھوڑے کو تیز دوڑاتے اور باغ کے چاروں طرف، کبھی اِدھر آتے کبھی اُدھر جاتے، چند طواف کر کے جو آئے تو سامنے سے ایک سوار تیز گھوڑے کو دوڑاتا ہوا، لجامِ فرس کو ڈالے ہوئے، گھوڑے کو اٹھائے ہوئے، اس کی گردن کو تیز چلا آتا ہے اور عباسؑ کی طرف نہیں دیکھتا، پاس سے گزر جاتا ہے اور باغ کے دروازے کی طرف جا رہا ہے، عباسؑ نے دیکھا کدھر جاتا ہے لیکن یہ دیکھا عباسؑ نے کہ آنے والے نے پورا منہ اپنا، پورے عمامے سے اپنے منہ کو باندھا ہوا ہے، سیدھا دروازے کی طرف، ایک دفعہ عباسؑ نے گھوڑے کو ایڑھ دی لجام کو کھینچا فرس کی آگے آئے اور بالکل اس کے گھوڑے کے سامنے آئے۔ کدھر کا ارادہ ہے؟ کہا باغ میں جاتا ہوں۔ کہا بابا نے منع کیا ہے خبردار تو باغ میں نہیں جا سکتا۔ میرے بابا نے منع کیا ہے کوئی باغ میں نہ جائے، اگر میں جاؤں گا تو تم کیا کرو گے؟ بابا نے اذن دیا ہے میں تلوار کھینچ لوں گا، اگر تجھے تلوار چلانا آتی ہے تو مجھ سے مقابلہ کر، مجھے زیر کر دے تو باغ میں چلا جا، میں تجھے زیر کر دوں تو تجھے واپس جانا ہوگا۔ اس نے

تلوار کھینچ لی، عباسؑ نے دیکھا اس نے تلوار کھینچ لی، عباسؑ نے بھی تلوار کھینچ لی، اس نے وار کیا عباسؑ نے اس کے وار کو روکا، وار کو روکا، عباسؑ نے وار کو روکا نو سال کے علیؑ کے بیٹے نے وار کو روکا۔ اس نے تلوار ہٹائی دوسرا وار کیا، اب عباسؑ وار نہیں کر رہے حالانکہ جواب میں دوسرا مخالف وار کرتا ہے لیکن عباسؑ صرف ایک فن استعمال کر رہے ہیں کہ وار وہ کرتا عباسؑ وار کو روک لیتے ہیں دیکھیں وار کو روکنا آسان کام نہیں اس لئے کہ پورے زور سے تلوار جب آتی ہے تو گھوڑے کی کمر جھک جاتی ہے، یہ عباسؑ کی شجاعت ہے کے اس طرح وار روکتے ہیں عباسؑ کہ جسم کو جنبش بھی نہیں ہوتی۔ تلوار زور سے آتی ہے عباسؑ وار کو روکتے ہیں گھوڑا پیچھے ہٹنے لگا عباسؑ آگے بڑھنے لگے کچھ دیر کے بعد عباسؑ پیچھے ہٹنے لگے سوار آگے بڑھنے لگا تلواریں چمکنے لگیں یہاں تک کہ تیز گھوڑے دوڑنے لگے سموں سے چنگاریاں اٹھنے لگیں قرآن نے آواز دی...! "وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا"۔ (سورہ عادیات آیت ۱ تا ۲)

سموں سے اٹھتی ہوئی چنگاریوں کی قسم وہ گھوڑے تھے کہ گرم نعلوں کے ساتھ چنگاریاں نکلتیں۔ جب زمین سے نعلیں ٹکراتیں اور ٹاپوں کی آواز آتی اور تلوار کی جھنکاریں گونج رہی تھیں۔ صبح قریب تھی، عرب کا دستور تھا کہ جب سپاہی میدان میں جاتے تو ان کے گھر کی عورتیں آٹا لے کر، تنور پہ آٹا گوندھ کے لے جاتیں، روٹی لگوا کے لاتیں۔ کھانا کھا کے شوہر سب کے روانہ ہوتے لشکر کی طرف۔ ایک شوہر نے بیوی کو اٹھایا کہا آٹا لے جا گوندھ کے صبح مجھے لشکر میں جانا ہے، روٹی لگوا کے تنور سے جلدی آجا۔ روز کا اس کا معمول تھا آٹا لے کے چلی تنور تک جانے کے لئے اس باغ سے ہو کے گزرنا تھا جیسے ہی باغ کے سامنے پہنچی دیکھا دو سوار

لڑتے ہیں۔ گھبرا کے ٹھٹک گئی دیکھنے لگی اس اندھیرے میں آدھی رات کو دو سوار لڑ رہے ہیں۔ وجہ پتہ نہیں یہ وار کرتے ہیں وہ وار کو دفاعی انداز میں تلوار کو اٹھا کے وار کو روکتے ہیں گھوڑے ہیں کہ مچل رہے ہیں تلواریں ہیں کے جھنکار کی آوازیں آرہی ہیں دو سوار برابر کے لڑتے جاتے ہیں نہ یہ زیر ہوتے ہیں نہ وہ زیر ہوتا ہے نہ وہ اس کو پیچھے ہٹا سکتا ہے نہ یہ اس کو پیچھے ہٹاتا ہے، دیکھتی رہی، دیر گزر گئی لڑائی ختم ہونے کا نام نہیں، نہ یہ ہارا نہ وہ ہارا نہ اس کو شکست ہوئی نہ اس کو شکست ہوئی یہاں تک کہ صبح نمودار ہوئی گھبرا کے یاد آیا گھنٹوں گزر گئے، اب تو تنور بھی ٹھنڈے ہوئے، تنور بند ہوئے، روٹیاں لگنا بند ہوگئیں، آگ بجھ گئی اب کیا کروں گھر واپس جاؤں اب تو تنور میں آگ بھی نہ ہوگی گھر جاؤں ڈانٹ کھاؤں گی۔ کیا جواب دوں گی لیکن سر کو جھکائے واپس گئی کہ شوہر پریشان ہوگا۔ واپس آئی جیسے ہی گھر میں آئی اور گھر کے دالان میں داخل ہوئی شوہر نے پوچھا روٹیاں لے آئی کہاں نہیں بھوک تو بڑھ ہی گئی تھی بھوکا شوہر ہو اور بیوی کہے نہیں تو یہ بھوکا شوہر تھوڑی ہے یہ تو بھوکا شیر ہے، نہیں پتہ ہائے ہائے ہائے، ایسے تو کم ہی ہونگے کہ بیوی کے سامنے شیر کا اپوزٹ opposite بن جائیں ہوسکتا ہے اکثریت ہو لیکن جب میں شیر جیسے چہرے دیکھ رہا ہوں شیر ہی ہوں گے وہ تو بالکل شیرِ درندہ بن گیا۔ روٹیاں نہیں لائی کہاں نہیں لائی غصہ میں جا کے اس نے دوڑ کہ اپنی تلوار اُٹھائی اسلحہ تو سارا سامنے رکھا تھا تیار ہو کے جانا تھا زرہ بکتر پہن کے تلوار اٹھا کے سپاہی تھا بھائی، سپاہی تھا میدان جنگ کا دوڑ کے اپنی تلوار اٹھائی کہا میں تجھے جان سے مار دوں گا، میں بھوکا بیٹھا ہوں، تھی کہاں مسئلہ یہ ہے۔ روٹی کے ساتھ دوسرا مسئلہ پیدا ہوا اتنی دیر تھی کہاں اور روٹیاں بھی نہیں لائی، اس نے کوئی جواب ہی

نہیں دیا۔ اس نے تلوار اٹھا کے چاہا کہ مارے۔ وہ دوڑی دالان میں تو تھی، سامنے تھی دوسری تلوار دیوار پہ جلدی سے دوسری تلوار اٹھالی اس نے وار کیا اس نے وار کو روکا۔ اس نے دوسرا وار کیا اس نے پھر وار کو روکا یہاں تک کہ لڑتے ہوئے دونوں صحن میں آ گئے۔ اب وہ مارنا چاہتا ہے اس کو اور یہ ہے کہ تلوار پہ وار کو روکتی ہے اور زیر بھی نہیں ہو رہی، گرتی بھی نہیں تلوار پہ اس کے تلوار کے وار کو روکے جاتی ہے جھنکار پیدا ہوئی یہاں تک کہ جب کافی دیر ہو گئی اور کسی طرح شوہر بیوی کو زیر نہ کر سکا تلوار پھینک دی اور کہا پسینہ پونچھ کے کہا نیک بخت! یہ تو بتا ساری زندگی میرے ساتھ گزر گئی یہ تلوار چلانا سیکھی کب؟ یہ کہاں سے سیکھا؟ ارے جیسے میدانِ جنگ میں ایک سپاہی تلوار نکال کے دفاع کرتا ہے تو اس طرح مجھ سے لڑ رہی ہے یہ تلوار چلانا کہاں سے سیکھا کہا میں نے کبھی تلوار اٹھائی نہیں میں نے تو پہلی بار تلوار اٹھائی کہا، اٹھائی کیوں؟ کہا میں نے تھوڑی اٹھائی جب تو نے تلوار کا وار کیا تو میری نگاہ تلوار پہ گئی میرے ہاتھ نے اشارہ کیا اٹھا میں نے اٹھالی۔ میں نہیں چلا رہی تھی یہ میں نہیں چلا رہی تھی یہ میرے ذہن میں جو خاکہ تھا وہ مجھے حکم دیتا تھا یوں چلا یوں چلا اب کون سمجھائے اس وقت کہ کمپیوٹر کیا چیز ہے، اور اگر کوئی چیز فیڈ (feed) ہو جائے تو کمپیوٹر وہی کام کرے گا جو اس میں فیڈ ہو جائے۔ اس کے کمپیوٹر میں تلوار کے وار فیڈ ہو چکے تھے ہاتھ وہی کام کرے گا جو یہاں فیڈ ہے۔ کمپیوٹر نہیں سمجھ میں آیا یہی ہے کمپیوٹر کی تھیوری (theory)۔ اس نے کہا، کہاں سیکھا؟ کہاں سیکھا؟ کہا میں تو آٹا لے کے گئی تھی تنور پہ روٹیاں لگوانے، میں نے دیکھا دو سوار لڑتے تھے میں نے آج تک لڑائی نہیں دیکھی ان کے وار ایسے تھے کہ ایک ایک وار میری نگاہ میں بستا گیا بستا گیا اور جب میں نے

تلوار دیکھی اور وہی وار دیکھا کہ میری طرف تلوار اٹھ رہی ہے، تو میں نے دوڑ کے تلوار اٹھالی جو کچھ دیکھا تھا اس ہی طرح میرا ہاتھ چلنے لگا کہا کدھر لڑتے ہیں وہ سوار کہا چل اگر وہ ہوں گے تو چل میرے ساتھ دونوں میاں بیوی آئے دیکھا تو وہ سوار لڑ رہے تھے۔ عورت نے کہا اس ہی حالت میں اوّل وقت میں نے ان دونوں کو دیکھا تھا، کوئی فرق اب تک میں نے نہیں پایا نہ یہ تھک رہا ہے نہ وہ تھک رہا ہے۔ اب شوہر بھی حیرت سے اس لڑائی کو دیکھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ صبح صادق نمودار ہوئی جیسے ہی سفید لکیر چاند کے قریب آئی، جس کے منہ پر عمامہ تھا، اس نے عمامہ ہٹایا کہا! عباسؑ ...بس میں علیؑ ہوں، میں علیؑ ہوں، میں علیؑ ہوں آؤ عباسؑ چلو نماز کی تیاری کریں۔ عباسؑ آج مجھے یقین آگیا کہ واقعی عباسؑ آج علیؑ کو یقین آگیا تمھیں کوئی زیر نہیں کر سکتا۔ اگر مقابل میں کوئی تلوار چلانے والا ہے، اطمینان تھا مگر زمانے کو دکھانا چاہتے تھے۔ واقعہ ہو جاتا باغ کے سناٹے میں راوی کہاں سے آتا، قدرت نے راوی بھیجا تا کہ زمانے کو پتہ چلے باپ نے عباسؑ کو تیار کیسے کیا تھا کربلا کے لئے اور صرف کربلا کے لئے نہیں عباسؑ کو تیار کیا حسنؑ اور حسینؑ کے لیے، علیؑ کی تیاری تو دیکھیے، اس لئے کہ جب صلح حسنؑ ہوئی اور کاغذ لکھ کر آگیا اور حسنؑ نے شرائط اس پر لکھ دیں اور کاغذ کو پھینک دیا اس کی طرف، مدائن کے میدان میں لوٹ ہوئی۔ امامِ حسنؑ کا خیمہ جلا دیا گیا۔ وقت نہیں ورنہ یہ جزیات بھی بتا دیتا کہ جب مدائن کی جنگ چھڑی امامِ حسنؑ کی، تو جن جن کو کربلا میں لڑنا تھا امامِ حسنؑ کبھی ان کو میدانِ جنگ میں لے کر نہیں جاتے تھے۔ یہ تھا تحفظ، آپ کو میں بتاؤں گا آنے والی تقریروں میں کہ علی اکبرؑ عونؑ و محمدؑ، اور قاسمؑ اور عباسؑ کی اتنی حفاظت کی جاتی تھی کہ آپ سوچ نہیں سکتے کتنی حفاظت ہوتی

تھی؟، علیؑ، علیؑ نے حفاظت کی حسنؑ وحسینؑ کی، حسینؑ کی بے انتہا حفاظت ہوتی، کیا حفاظت، یہ حفاظت لڑنے نہ پائیں، میدان میں جانے نہ پائیں مالکِ اشتر دیکھتے رہنا کہیں حسینؑ نکل نہ جائیں، کہیں تلوار نہ نکال لیں، نظر رہے اس لئے بیٹا مانگا تھا کہ ایسا بیٹا مانگا جس کی نظر حسینؑ سے نہ ہٹے، اس جملے کی کوئی قیمت آپ نہیں دے سکتے جو میں نے کہا ایسا بیٹا مانگا جس کی نظر حسینؑ سے نہ ہٹے حسینؑ کدھر گئے، حسینؑ کی طرف کون آیا، ادھر سے کون گزرا، کون گزر گیا حسینؑ کے قریب سے۔ صفین کی لڑائی میں سترہ اٹھارہ برس کے ہیں اس وقت تک اپنی عمر کے سترہ سترہ برس کے نوجوان، عباسؑ تیس جوانوں کو تیار کر چکے تھے ٹریننگ (training) دے کے جو حسینؑ کا باڈی گارڈ bodyguard دستہ کہلاتا تھا۔ تحفظِ حسینی کا دستہ عباسؑ نے بنایا تھا اور خود سردار، جب حسینؑ نکلنا چاہتے تو یہ تیس جوان اپنے اپنے گھوڑے پہ حسینؑ کے اِدھر اُدھر، کئی مناظر ہیں جو آپ کے سامنے پیش کریں گے ابھی ایک منظر آپ کے سامنے عرض کرتے ہیں۔ مدائن عباسؑ نہیں گئے اور ہوا یہ کہ جب گفتگو ہوئی، تو ایک کم بخت نے اپنی چھڑی کی نوک کو زہر میں بجھایا تھا اور بات کرتے کرتے اس چھڑی کی نوک کو امامِ حسنؑ کے انگوٹھے پہ رکھ کے زور سے دبایا، اتنا گہرا زخم ہوا اور کیوں کہ اس میں زہر تھا تڑپ گئے امامِ حسنؑ، جس وقت مدینے لایا گیا امامِ حسنؑ کو جنابِ مختار کے والد امامِ حسنؑ کو اپنے ہاں لے گئے کوفے اور وہاں کوفے میں علاج ہوا اس زخم کا اور جب ٹھیک ہو کر مدینے آئے اور یہ بات مدینے میں عام ہوئی، بس اتنا پوچھا عباسؑ نے کسی صحابیِ حسنؑ سے! نام معلوم ہے، نام معلوم ہے؟ اٹھارہ سال کے ہیں عباسؑ اس وقت کسی صحابی نے نام بتا دیا، بس عباسؑ نکلے تیار ہو کے زِرہ بکتر پہنا سر پہ خود رکھا، کمر میں تلوار لگائی،

مرتجز پہ سوار ہوئے، مڑ کے نہیں دیکھا پھر مدینے کو۔ اتنی تیز گھوڑا چلا کہ کوفے کے دارالامارہ کے دروازے پر جا کے عباسؑ نے تنہا مرتجز کو روکا۔ دائیں دیکھا بائیں دیکھا، گزرنے والوں سے پوچھا فلاں شخص کو جانتے ہو۔ لوگوں نے کہا یہ اس وقت آپ کو فلاں بازار میں ملے گا۔ عباسؑ نے رخ کیا پہنچے، للکارا، آواز دی کہا تو نے میرے بھائی کو زخمی کیا، اگر دل میں حسرت ہے تو عباسؑ پہ وار کر، سمجھ گیا اس لئے کہ صفین میں عباسؑ کو دیکھ چکا تھا۔ جسم لرزنے لگا جان بچانے کے لئے تلوار نکال کہ عباسؑ پہ وار کیا، عباسؑ نے وار کو رد کیا اور اب دوسرا وار عباسؑ کا تھا، دور سر گرا، گھوڑے سے اترے، لاش کی طرف نہیں دیکھا، سر کو اٹھایا گھوڑے پہ سوار ہوئے۔ دوسرے ہاتھ میں دوسرے ہاتھ میں تلوار ہے، جس تیزی سے آئے تھے مدینے سے کوفے، اس ہی تیزی سے واپس ہوئے اور آکر امامِ حسنؑ کے دروازے پر گھوڑے کو روکا، دروازہ کھلا عباسؑ غیظ کے عالم میں بھائی کے سامنے آئے اور آتے ہی امامِ حسنؑ کے قدموں میں سر ڈال دیا اور سر جھکا کہ کھڑے ہو گئے، اٹھارہ سال کا جوان بھائی سر کو ڈال کے، سر سے پیر تک عباسؑ کو دیکھا پتہ ہے کیا کیا حسنؑ نے آپ کو پتہ ہے کیا کیا حسنؑ نے، دوڑے، دوڑ کے دونوں باہیں عباسؑ کے گلے میں ڈالیں اور پیشانی کو چوم کر کہنے لگے عباسؑ یونہی، یونہی حسینؑ کی نصرت کرو گے نا...! ابھی مصائب پہ نہیں آیا ہوں یونہی میرے بھائی حسینؑ کی نصرت کرو گے نا، دو قطرے عباسؑ کی آنکھ سے ٹپکے، کوئی جواب نہیں دیا، کوئی جواب نہیں، پیار تھا کہ چھلکا پڑتا تھا کیسے بتاؤں میں آپ کو؟ میں دل نکال کے آپ کو نہیں دکھا سکتا اس وقت جو موضوع ہے اس کے لئے مجھے پورا وقت چاہئے تھا نہیں ملا، لیکن موضوع آج ہی کامل ہو جائے گا اس لئے کہ اب

میری ہمت نہیں کہ اب میں پھر اس کو چھیڑوں کل کے لئے مدینے جو حسنؑ آئے بنواُمیہ نے اتنا عاجز کیا، آپ کے امام کو، کہ گھر سے نکلے چاروں طرف سے ایسی باتیں ہوں کہ دل حسنؑ کا چھلنی ہو جائے، تاریخوں میں لکھا علماء عُرفاء نے کہ دس سال میں حسنؑ کا جگر چھلنی ہو گیا صرف باتوں سے، دس سال خونِ جگر پیا ہے حسنؑ نے، وہ ٹکڑے بعد میں جگر کے ہوئے، چاروں طرف سے چھتوں پہ چڑھ کہ بنواُمیہ حسنؑ کے گھر میں پتھر پھینکتے تھے واہ رے صبر حسنؑ کا اس لئے مشہور ہے صبرِ حسنؑ خُلقِ حسنؑ اور جب بہت پریشان ہو جاتے اس لمحے کے لئے یہ چند جملے آپ کو سنائے ہیں، اس منزل تک آپ کے ذہن کو لانے کے لئے، جب بہت پریشان حسنؑ ہو جاتے، حُجرے سے نکل کر صدر دروازے پر آتے، آواز دیتے، کون ہے باہر، آواز آتی مولا میں ہوں قنبر، قنبر ذرا جلدی جاؤ میرے عباسؑ کو بلاؤ، حسنؑ تمہارے بھائی کی مجلس ہے نا! میں دو بھائیوں کی مجلس سنا رہا ہوں اوّلین و آخرین میں ایسی محبت نہیں ملے گی، حسینؑ اور عباسؑ کی محبت تو سنی ہے نا آپ نے، میں کچھ اور سنا رہا ہوں، ایک بھائی اور بھی تو ہے نا عباسؑ کا عباسؑ کو بلاؤ قنبر کی آواز بھائی بلاتے ہیں، اس طرح آتے عباسؑ جیسے ہوا کے پر لگ گئے ہیں عباسؑ کے، بھائی نے مجھے بلایا، امام نے مجھے بلایا اور آ کے ایک شیر چوڑے سینے والا اور بس عباسؑ کی نظر پڑتی، سر جھکائے حسنؑ خاموش بیٹھے ہیں۔ عباسؑ کا دل کٹ کے رہ جاتا، اس لئے کہ اذن نہیں تھا، کچھ سمجھ رہے ہو، اذن نہیں تھا جیسے ہی حسنؑ کو احساس ہوتا عباسؑ آ گئے۔ اٹھتے دوڑ کے سینے سے لپٹاتے پیشانی کو بوسہ دیتے اور بس اتنا کہتے! آ گئے عباسؑ اچھا بیٹھو میرے سامنے بیٹھو عباسؑ بیٹھ جاتے، کچھ دیر عباسؑ کو دیکھتے رہتے اور اس کے بعد کہتے، عباسؑ پتہ ہے میں نے

کیوں بلایا ہے؟ معلوم ہے میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے۔ عباسؑ جب تم آجاتے ہو تو میں سارے غموں کو بھول جاتا ہوں تم آگئے، حسنؑ خوش ہو گئے، عباسؑ! ہم تمہیں دیکھ کے خوش ہو جاتے ہیں۔ ہم سارے غموں کو بھول جاتے ہیں عباسؑ!۔ ہمارا دل بڑا ہو جاتا ہے تمہارے آنے سے ہمارے دل کی کلی کھل جاتی ہے تمہارے آنے سے، تم آگئے کچھ دیر میرے پاس بیٹھو۔ اس پورے بیان میں، اس پورے بیان میں ایک طرفہ محبت دیکھی نا تم نے صرف حسنؑ کا اظہارِ محبت دیکھا ابھی تک عباسؑ کو بولتے دیکھا ہے! جب حسنؑ کی محبت کا یہ عالم ہوگا تو ذرا سوچو کہ عباسؑ کیا یہ نہیں چاہیں گے کہ میں اپنا کلیجہ نکال کے حسنؑ کے لئے رکھ دوں، شائد ان جملوں کی قدر کر سکو، شائد قدر کر سکو، ابھی جنازہ قبرِ نبیؐ تک پہنچا نہیں تھا، تیر چلے کہ عباسؑ نے ایک بار تلوار نکالی، اور جنازے کے، بھائی کے سامنے آئے اور کہا کس کی مجال ہے، کوئی ہے جو علیؑ کے شیر کو روک سکے! کیا عباسؑ کو حسنؑ کی ساری محبتیں نہیں یاد آ رہی ہوں گی مگر ہائے کسی کا ہاتھ عباسؑ کے سینے پر آیا، عباسؑ عباسؑ میں حسینؑ ہوں، تلوار نیام میں چلی گئی تلوار نیام میں، اور تھوڑا سا ذرا سا معرفت کے دریا میں تھوڑا سا اور اپنے سر کو معرفت کے پانی میں ڈبو دیجئے اگلا جملہ سننے کے لئے ہائے حسنؑ کے لئے عباسؑ سپر ہیں، اچھا حسینؑ کے لئے عباسؑ سپر ہیں، حسنؑ سا بہادر کون ہے؟ فاتح جمل ہیں، حسینؑ سا بہادر کون ہے، اتنے بڑے بڑے جرار، اتنے بڑے بڑے فاتح، عباسؑ کو اپنی سپر سمجھتے ہیں، تو پھر زینبؑ کے لئے عباسؑ کتنا بڑا سہارا ہیں، کچھ یاد ہے شروع تقریر میں کیا کہا تھا؟ جب عباسؑ پیدا ہوئے، زینبؑ تیئس برس کی تھیں۔ گود میں کھلایا، ہاتھ کا جھولا بنایا۔ وہ دن زینبؑ کے لئے کتنا بڑا عید کا ہوگا جب عباسؑ اٹھارہ برس کے جوان

ہو نگے۔ یہی اصل مصائب ہیں اور یہی عباسؑ کے فضائل بھی ہیں۔ کہتے ہیں جب بھائی جوان ہوتا ہے یا بیٹا جوان ہوتا ہے تو ماں اپنی خوشیوں کو ظاہر نہیں کرتی۔ کسی بہن کا بھائی جب جوان ہوتا ہے، بہن خوشیاں ظاہر نہیں کرتی کیوں پتہ ہے خوشیاں ظاہر کروں گی تو کہیں نظر نہ لگ جائے...! بہن بہت ڈرتی ہے بھائی کی جوانی سے...! اور ماں بہت ڈرتی ہے بیٹے کی جوانی سے، ماں کا پیار اور ممتا ہے اسی لئے تو اُمّ البنینؑ نے علیؑ سے اک تعویذ لکھوایا.. تعویذ لکھنا ہے وہ تعویذ مَیں نے اس میں دے دیا ہے... وہ تعویذ علیؑ نے لکھ کر دیا تھا کہ جوان بیٹے کے نظر نہ لگے یہ اس کا تعویذ ہے... ماں نے وہ تعویذ علیؑ کے ہاتھ سے لکھوایا.. چاروں بیٹوں کے گلے میں اُمّ البنینؑ نے وہ تعویذ ڈالا... چار برابر کے جوان تھے... عباسؑ، عبداللہؑ، جعفرؑ، عمرانؑ۔ چار خوبصورت بھائی، بچے تھے، چھوٹے تھے کبھی چار برس کے ہوں گے، کبھی پانچ برس کے ہوں گے لیکن جناب زینبؑ نے اپنا شعار بنالیا تھا کہ جب عید آتی تو کہتیں بابا عید تو مَیں مادرِ گرامی اُمّ البنینؑ کے گھر پر کروں گی جا کر، ساری علیؑ کی اولاد کو یہ معلوم تھا کہ زینبؑ عید کرتی ہیں وہ عباسؑ کے صحن میں کرتی ہیں...! اس لئے سب وہیں جمع ہوتے تھے شہزادیؑ کے انتظار میں کہ اب جناب زینبؑ کی عماری آئے گی۔ علیؑ کے سارے بیٹے علیؑ کی ساری بیٹیاں سب عباسؑ کے یہاں جمع ہو جاتے اس لئے کہ جناب زینبؑ کی آمد ہے اور سب سے پہلے عید کی مبارکباد جناب زینبؑ اُمّ البنینؑ کو دیتیں، ماں کی طرف دیکھتیں اور پھر اس کے بعد چار چاندوں کی طرف دیکھتیں اور دیکھ کر کہتیں مادرِ گرامی! آپؑ کو عید مبارک ہو... نظر ہوتی عباسؑ اور عباسؑ کے بھائیوں پر اور کہہ رہی ہوتیں اُمّ البنینؑ سے آج آپ کو عید مبارک ہو کیا چہل پہل تھی اُمّ البنینؑ

کے صحن میں کہ جہاں چار شیر جیسے جوان کھڑے ہوتے بہن کے استقبال کے لئے
کہ بہن عید منانے بھائی کے گھر آرہی ہے۔ ذرا سوچو...! ارے کہاں ہو؟
مسلمانوں کا ملک ہے..جب بہن بھائی کے گھر عید منانے آتی ہے...آج بھی یہ
رسم ہے، بنیاد بنی ہاشمؑ نے ڈالی ہے...عباسؑ چار برس کے ہوے،عباسؑ پانچ برس
کے ہوئے....عید آئی...بھائی آپ کیا تھک گئے...تھکئے نہیں...عباسؑ کب تھکتے
تھے۔شبِ عاشور عباسؑ کہاں تھکے تھے؟ پہرہ دیتے دیتے...تو کنویں کھودے مگر
نہیں تھکے...!ذکرِ عباسؑ ہے اگر تھکن محسوس ہو رہی ہے تو کہو...یا عباسؑ..مدد لو..
ذکر سننے کے لئے مدد لو! اچھا دس برس کے ہوئے عید آئی...پھر عید آئی پھر زینبؑ
آئیں، بارہ برس کے ہوئے پھر عید آئی پھر زینبؑ آئیں آخری جملہ مجھے کہنا ہے
مصائب کا۔ چودہ برس کے ہوئے پھر عید آئی پھر زینبؑ آئیں...بھائی بڑھ رہے
ہیں جوان ہو رہے ہیں...اٹھارہ برس کے ہوئے عید آئی... ہائے! وہ دن آگیا
بتیس برس کے ہوگئے عید آئی زینبؑ آئیں....عید آئی بتیس برس کا بھائی صحن
میں...عید...! چراغاں ہے زینبؑ آئی ہیں..عید ہے۔اَے فلک! یہ عباسؑ کے گھر
میں اُمّ البنینؑ کے گھر میں زینبؑ کی آمد عید...کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ آخری عید تو
نہیں ہے..؟ کیا اس کے بعد زینبؑ آئیں گی...آئیں گی، آئیں گی...! اُمّ البنینؑ
سے پوچھو! عباسؑ سے پوچھو! زینبؑ سے پوچھو! ارے اٹھائیس رجب آگئی قافلہ
چلا گیا۔عید ہوگئی، اور اب جو عید آئی تو عباسؑ بھی سفر میں تھے، زینبؑ بھی سفر میں
تھیں، حسینؑ بھی سفر میں تھے، سکینہؑ بھی سفر میں تھیں...! اُمّ البنینؑ باہر نکلیں....عید
آگئی عباسؑ کہاں ہے، جعفرؑ کہاں ہے...؟ ارے! زینبؑ کیوں نہیں آئیں! چھ
مہینے گزر گئے عید آ گئی اک بار دروازہ کھلا، پردہ ہٹا...صغریٰؑ روتی ہوئی آئی کہا دادی

اماں! عید آگئی بھیا علی اکبرؑ نہیں آئے... صغریٰ کو لپٹا کر کہا ہاں بی بی! عید آگئی عباسؑ کا خط نہیں آیا.... رو لو اس کے بعد یہ حال نہیں ملے گا، تقریر کا آخری جملہ سن لو ہاں قافلہ واپس آگیا، آگیا قافلہ، ربیع الاوّل، ربیع الثانی، جمادی الاوّل جمادی الثانی، رجب، شعبان... رمضان اور عید آگئی.. ارے اُمّ البنینؑ گھبرا کر صحن میں آئیں... عید آگئی عباسؑ... عید آگئی ارے حسینؑ، عید آگئی ابھی پکار رہی تھیں اکیلی اُمّ البنینؑ... دروازہ کھلا... زینبؑ بال کھولے ہوئے داخل ہوئیں، اماں! عید آگئی، اماں! عید آگئی دوڑ کر ماں سے ملیں... بس اتنا کہا زینبؑ جب میرے عباسؑ کے دونوں ہاتھ کاٹے گئے.... زینبؑ یہ بتاؤ جب عباسؑ کے ہاتھ نہیں تھے تو گھوڑے سے کیسے گرا، گرتے ہوئے زمین پر سہارا کیسے لیا ایک کہرام ہوگیا، زینبؑ نے رو کر کہا عباسؑ میرا سر کے بل زمین پر گرا، اُم البنینؑ پکار رہی تھیں.... زینبؑ میرا عباسؑ۔

چھٹی مجلس

عباسؑ معصوم ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے اور درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

چودہ سو ستائیس ہجری کے عشرہ چہلم کی چھٹی تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں۔ موضوع کا علم آپ کو ہے ''حیاتِ الحوائج ابوالفضل حضرت عباسؑ علمدار'' مسلسل پانچ روز سے ہم گفتگو کر رہے ہیں اُس ذاتِ والا تبار پر کہ چودہ صدیوں سے جس کی عظمتوں کا سکہ ہم سب کے دلوں پر بیٹھا ہوا۔ شخصیتیں لاکھوں گزری ہیں، جس میں انبیاء ہیں بہت اچھا سا جملہ ذہن میں آیا اِس لئے کہہ ہی دوں کہ نہ معلوم کتنے مذاہب اور ادیان کے رہنما گزرے لیکن جس طرح حضرتِ عباسؑ نے اپنے آپ کو پیار کروایا ہے کوئی شخص ایسا کر نہیں سکتا۔ کیا جوہر تھے سیرت میں، مَیں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اتنا پیار کیا حسینؑ سے کہ زمانے سے پیار لے لیا۔ لگتا ہے کہ عباسؑ کا نور محبتوں میں گوندھا گیا تھا۔ سر سے پیر تک مجسمہ محبت تھے۔ زندگی میں عباسؑ بہت چاہے گئے۔ بچپن سے بہت چاہے گئے۔ جس کی چاہ مولائے کائنات کو ہو وہ کیوں نہ چاہا جائے۔ تمنائے علیؑ، آرزوئے زہراؑ، مرادِ رسولؐ، مرادِ رسولؐ ساٹھ سال والے کے لئے نہیں ہوتی بلکہ اُس کے لئے ہوتی ہے جو پیدا ہونے والا ہو۔ مراد تب ہوتی ہے کہ پیدا ہو، تمنا یہی ہوتی ہے اب اگر مرادیں ساٹھ سال کی عمر پر آنے لگیں تو ساٹھ سال کا بچہ نہیں پیدا ہوتا۔ عباسؑ ہیں

مرادِ رسولؐ، سب کی محبتوں کا مرکز بن گئے اور بعد کربلا آنے والے ہر امام نے اپنے خطبوں میں، اپنی محفلوں میں فضائل بیان کیے سرکارِ وفا کے۔ مفضل بن عمیر صحابیٔ امام صادق علیہ السّلام حدیث کرتے ہیں امام سے کہ امام بیان کر رہے ہیں، فضائل عباسؑ سنا رہے ہیں اور فرماتے ہیں مفضل! سات خوبیاں ایسی تھیں عباسؑ میں کہ کیا بتائیں۔ پہلی خوبی تو یہ تھی کہ بصیر تھے یعنی بصیرت رکھتے تھے۔ امام نے شرح کی کہ بصیر اُس کو کہتے ہیں جو علم الٰہی میں کامل ہو۔ جو شریعت، فقہ اور تفسیر کا علم جانتا ہو۔ مفضل عباسؑ حافظِ قرآن تھے۔ عالم قرآن تھے پھر کہا جیسے بصیر تھے ویسے ہی ناقد تھے راوی نے کہا ناقد کسے کہتے ہیں فرمایا ناقد اُسے کہتے ہیں جو بہت جلد فیصلہ کر دے بغیر رُکے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا۔ عباسؑ کو اللہ نے وہ حِس دی تھی کہ نظر اٹھاتے تھے اور فیصلہ ہو جاتا تھا۔ یہ حق ہے یہ باطل ہے۔ پھر فرمایا کامل الایمان تھے ایمان کی اُس منزل پر پہنچے ہوئے تھے کہ جہاں آسان نہیں کسی کا پہنچنا۔ کیوں نہ پہنچتے اُس منزل پر کہ کُلِ ایمان کے بیٹے تھے۔ ایمان تو رگوں میں رچا بسا ہوا تھا پھر فرمایا کہ عارف تھے ایسے کہ معرفت کی اُس منزل پر تھے کہ انسان جب سجدے میں سر رکھتا ہے تو نفسیاتی طور پر اُس کا دل چاہتا ہے کہ سجدے سے سر اٹھائیں لیکن عباسؑ کے لئے معصوم گواہی دیتا ہے کہ سجدے میں سر رکھ کے جلدی نہیں کرتے تھے۔ سجدے کو طول دیتے تھے اس لئے اللہ نے پیشانی پہ ایک نشان دیا جو زہرہ ستارے کی طرح چمکتا تھا۔ اندھیرے میں عباسؑ نکل جائیں تو گلیوں میں نو پھیل جائے۔ اس لئے کہ پیشانی کا نشان زہرہ ستارے کی طرح چمکتا تھا اور بچپن ہی سے عبادت میں وہ کمال حاصل تھا کہ لوگ عباسؑ کی نمازیں دیکھ کر رشک کرتے تھے کہ شاید کبھی انبیاء نے اِس طرح کی عبادتیں کی

ہوں جیسے عباسؑ عبادت کرتے ہیں۔ کیوں نہ ہو علیؑ کی عبادت نبیؐ کی عبادت کی گواہیاں قرآن دے رہا ہے۔ عباسؑ علیؑ کے بیٹے تھے اور محمدؐ کے بھتیجے تھے، حسینؑ نواسے ہیں، عباسؑ بھتیجے ہیں۔ چچا ہیں، عباسؑ کو یہ فخر ہے کہ نبیؐ میرا چچا ہے، حسنؑ اور حسینؑ نانا کہیں، عباسؑ نبیؐ کو چچا کہیں، جہاں نبوتوں اور اماموں کی چھاؤں میں عباسؑ جوان ہوں اور قدرت عطیئے پہ عطیہ عطا ہی کرتی جائے۔ پیدا ہی عباسؑ کو ایسا کیا کہ خود خدا کہے ہم نے کسی نبی کو بدصورت نہیں پیدا کیا۔ ہم کہاں کہتا ہیں گواہ ہیں کہ آدمؑ کو ہم نے اپنی صورت پہ پیدا کیا۔ صورت نہیں رکھتا لیکن یہ عجیب صورت ہے کہ آدمؑ کو ہم نے اپنی شکل پہ بنایا حالانکہ شکل نہیں رکھتا۔ خود شکل نہیں رکھتا لیکن بتانے کے لئے کہ بھئی اِدھر اُدھر مت سوچنا کہ کسی نقشے پہ بنایا۔ ہم کسی کی نقل نہیں کرتے، آدمؑ کو ہم نے بنایا، اس سے پہلے کوئی نمونہ ہی نہ تھا، تو نمونے کے اسٹائل (style) کو ختم کرنے کے لئے کہا کہ اپنی شکل پہ بنایا، اسٹائل تاکہ شک نہ ہو، کہ یہ صورت آئی کہاں سے؟ کیونکہ ایک صورت ایسی چھپی تھی آدمؑ میں اس لئے شکل کو اپنی طرف تشبیہ دی، شکل کو پاکیزہ کرنے کے لئے تاکہ جب وہ شکل دنیا میں آئے تو لوگ کہیں کہ آدمؑ تو اُس کی شکل پہ تھے یہ کس کی شکل پہ ہیں، کون سی صورت ہے، اپنی شکل، تیری شکل کیا ہوگی؟ تیری شکل وہی ہوگی جس سے تو محبت کرتا ہوگا، جسے تو نے حبیبؐ بنایا، اللہ اپنی ہر شے کو منسوب کرتا ہے اس کی طرف جس سے محبت کرتا ہے، یہاں محبت کا کمال نظر آتا ہے، ورنہ وہ کسی چیز میں سماتا نہیں، اُس نے چاہا آنکھیں دی ہیں تو میں اپنا لوں، کان دیئے ہیں تو میں اپنا لوں، اس سے پہلے کہ کوئی کہے علیؑ کی آنکھیں فلاں کی طرح، کان فلاں کی طرح نہیں! میری طرح، میری طرح کہیں سنا، کہیں کتابوں میں پڑھا کہ کسی

عرب نے کہا ہو علیؑ کی آنکھیں فلاں کی طرح ہیں، علیؑ کا چہرہ فلاں سے ملتا ہے، علیؑ کا قد فلاں سے ملتا ہے، علیؑ کے ہاتھ فلاں کی طرح ہیں، ایسا بنایا کہ کسی کو جرأت ہی نہ ہوئی کہ کسی اور طرف تشبیہ دے سکے، صاف اس کی آنکھیں میری آنکھیں، اس کے کان میرے کان، اس کا چہرہ میرا چہرہ، اِس کے ہاتھ میرے ہاتھ، اِس کے پاؤں میرے پاؤں، اِس کے پہلو میرے پہلو، عین اللہ، سمیع اللہ، جنب اللہ، ید اللہ، ساق اللہ، پنڈلیاں، اس کی پنڈلیاں میری پنڈلیاں، ساق ہے ساق قرآن میں، اللہ نے اپنی پنڈلی کا ذکر قرآن میں کیا ہے، قیامت میں جب ہم اپنی پنڈلی کو کھول دیں گے، آج تک سمجھ میں نہیں آیا یہ پنڈلی کا ذکر قرآن میں کیوں کیا سمجھتے ہیں نا، (اشارہ کرتے ہوئے) یہ ہے پنڈلی، یہ اللہ کو قرآن میں پنڈلی کیوں یاد آ گئی؟ کون میری مدد کرے گا؟ میری پنڈلیاں کمزور ہیں، کون مدد کرے گا؟ ارے کمزور کیا، میری ہیں، کوئی علیؑ کی پنڈلیاں کمزور کرنا چاہے تو اُس نے اللہ کی پنڈلیاں کمزور کی ہیں، کوئی علیؑ کا پلان (plan fail) فیل کرنا چاہے تو اُس نے اللہ کا پلان فیل کیا۔ غدیر فیل نہیں ہوئی۔ کفر فیل ہوا ہے، اللہ کے پلان پر اپنا پلان لانا کفر ہے۔ کفر چل رہا ہے جانے دو اس کاروانِ کفر کو، غدیر کے بعد کفر کے دروازے کھل گئے، صحیح بخاری، حذیفہؓ! کیا یہ رسولؐ نے کہا تھا؟ کسی طرف اشارہ کر کے کہ فتنوں کا دروازہ کھلے گا۔ کہاں کہا تھا۔ کہا کس کو کہا تھا، کہا جانے دو اس کو کہ کس کو کہا تھا۔ کہنے لگے تم کھونہ کھو فتنوں کا دروازہ میں ہوں۔ (صحیح بخاری) کچھ لوگ اس پہ بھی ناز کرتے ہیں۔ یہی تو حدیثِ رسولؐ کا معجزہ ہے۔ یہ معجزات ہیں حدیثِ رسولؐ کے۔ جب کہہ دیا تو حدیث ہوگئی، اگر کوئی اِس کا مصداق ہے تو اچھا ہو یا بُرا ہو۔ یہ تھوڑی کہ مکرے گا اِس لئے کہ جانتا ہے شہرت ہوگی، بدنام

ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا، نام تو ہوا، سب کا نام ہوا، نام ہو کے رہا، یہی چاہتے تھے کہ نام ہو۔ کسی نے یوں چاہا، کس نے ووں چاہا (اشارے) نام تو ہو کے رہا۔ دیکھا تھا حذیفہؓ، اب بھی کیا کوئی مدینے میں بچا ہے جو گھاٹی میں تھا۔ کہا سب مرگئے، کیا اب کوئی نہیں بچا، کہا جانے دو، کہا حذیفہؓ اب کوئی منافق نہیں مدینے میں اُس میں کا وہ گھاٹی والوں میں کا! کہا جانے دو، کہا حذیفہؓ اب تم کہو یا نہ کہو وہ آخری منافق تو میں ہی ہوں۔ دیکھا حدیثِ رسولؐ کا معجزہ! کتابیں بول رہی ہیں۔ چہرہ بھی ایک کتاب ہے، اس لئے چہرے کو تشبیہ دیتے ہیں، کتابی چہرہ، جتنے انبیاء کو پیدا کیا اللہ نے، سب کے کتابی چہرے بنائے، اِس لئے کہ کتابیں اُن پہ اُترتی تھیں، کتاب اور چہروں کا ملا دیا، کہا چاہے کتاب دیکھ لو، چاہے چہرہ دیکھ لو، یہ بھی کتاب وہ بھی کتاب جانے کیا حُسن دے دیا علیؑ کو، حُسن، حُسن کے سامنے کہاں ٹھہرتا ہے؟ بنایا تھا ایسا نبیؐ کو اب اِس کے بعد کیا چرچا حُسن کا؟ لیکن دعوتِ فکر دی انسانیت کو اللہ نے اور یہ جملہ قیمتی ابھی ابھی آیا اور یوں لے جاؤ یہ سب کچھ مفت میں، کہاں ملتی ہے ایسی متاع؟ پلا دیتے ہیں ہم آپ کو شرابِ الفتِ اہلِ بیتؑ تاکہ آپ سرشار ہوں اور کیف میں آئیں۔ آہاہا! کتنا اچھا جملہ کہنے جارہا ہوں، ارے حُسن مجسم کو دو حصوں میں بانٹا، اگر دونوں ایک ساتھ آجاتے تو تم سب موسیٰؑ نہ ہو جاتے، یا محمدؐ یا علیؑ، اگر کہیں صرف ایک پیدا کرتا، اِس نور سے، کیا یہ انسان دنیا میں سنبھل پاتے! اس لئے نور کو دو حصوں میں بانٹا یعنی نور کے دو حصے کیے، حُسن کے ایک حصے کا نام محمدؐ رکھا دوسرے کا نام علیؑ رکھا، اب یہ حصہ ایسا کہ افریقہ کا کالا دیکھے بلالؓ، دیکھتے ہی اپنی زبان میں اپنی افریقن زبان میں شعر پڑھے۔

''ازّابزّا اکنکرا، کزّا کرّی مندرا

تیرا حُسن وہ ہے کہ نظر پڑی تو دل چاہتا ہے کہ سجدے کروں، میں نے تیرا حُسن دیکھ کر کلمہ پڑھ لیا، افریقن زبان میں شعر پڑھا، آپ کی سمجھ میں کیا آیا؟ ترجمہ ہی تو سمجھ سکتے ہیں نا آپ، عرب والے کیا جانے وہ کیا کہہ رہا ہے وہ تو بڑبڑا رہا تھا، عرب والے تو اپنی زبان پہ ناز کرتے تھے۔ رسولؐ مسکرائے، پوچھا یہ کہتا کیا ہے؟ فرمایا یہ کہتا ہے کہ یہ حُسن وہ ہے کہ سجدے ہوں، وہ حُسن پایا تھا جس کا دوسرا حصہ علیؑ تھے، جب جبریل حسنؑ و حسینؑ کو لوری دیتے تو عربی میں لوری پڑھ کے جھولا جھلاتے تھے، جبریل کی دونوں لوریاں میرے پاس ہیں عربی میں اور دونوں مخمس ہیں، خمسے میں، قطعے جو پڑھے ہیں، ٹکڑے جو پڑھے ہیں، وہ میرے پاس ہیں، دیکھنا چاہیں تو بڑی پیاری پیاری عِلم کی چیزیں میرے پاس ہیں۔ اُن لوریوں میں جبریل جب جھولا جھلاتے حسنؑ و حسینؑ کو تو مُسکرا مُسکرا کے جبریل کہتے تھے اے حسنؑ! اے حسینؑ! تم دونوں علیؑ سے مشابہ نہیں ہو، تم دونوں حبیبؐ خدا سے مشابہ ہو، تمہارے دونوں کے چہرے محمدؐ کے چہرے ہیں، میں پوچھوں جبریل تم سے کہ کیوں آ آ کے یہ بات سناتے تھے؟ کیا محمدؐ کو خوش کرنے کے لئے؟ کہا نہیں میں جگہ بنا رہا تھا عباسؑ کے لئے! جب عباسؑ پیدا ہوں تو جو دیکھے تو کہے یہ تو علیؑ ہیں، یہ تو علیؑ ہیں، وہی آنکھیں، وہی پیشانی، وہی چہرہ، وہی بازو، وہی سینہ، اُس نے کہا عین اللہ ایک بار علیؑ کو دیکھا، عین اللہ عباسؑ، ید اللہ عباسؑ، لسان اللہ عباسؑ، میں نہیں کہہ رہا ہوں، میں اِدھر دیکھ رہا ہوں، اُدھر نہیں، یہ عباسؑ کھڑے ہیں، یہ دیکھئے منظر (اشارہ) یہ عباسؑ کھڑے ہیں یہ علیؑ کھڑے ہیں، اُدھر آسمان سے اللہ کی آواز آئی عین اللہ دیکھنے والے نے اِدھر دیکھا، سمیع اللہ،

دیکھنے والے نے اُدھر دیکھا، وجیہہ اللہ، وجیہہ کے معنی آپ کو معلوم ہیں؟ وجیہہ کہتے ہیں ایسا حسین وجمیل، میں قرآن کی آیت کے لفظ کا صحیح ترجمہ آپ کو سنا رہا ہوں، بہت ڈھونڈو گے تو لغت میں ملے گا۔ وجیہہ اُس کو کہتے ہیں جس پر بار بار نظر پڑے، عباسؑ وجیہہ تھے، وجاہت، قرآن میں اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کو وجیہ کہا یا پھر تاریخ میں آیا عباسؑ وجیہہ تھے، نہیں آپ کو ایسے لطف نہیں آئے گا، جس حُسن پر بار بار نگاہ پڑے اور دل نہ چاہے نظر ہٹانے کو اُس کو کہتے ہیں وجیہہ، ارے عباسؑ وجیہہ تو عباسؑ کا علم وجیہہ، کہاں علم سے نظر ہٹتی ہے جب بندر روڈ پہ علم آتے ہیں۔ وجیہہ تھے عباسؑ، حُسن کا یہ عالم کہ جب مرتجز پہ بیٹھے وہ گھوڑا تھا، مرتجز، پڑھ چکا آٹھ محرم کو کورنگی میں پڑھا تھا، اُس نسل کا گھوڑا تھا مرتجز، اعلیٰ نسل، اُس کا کمال یہ تھا، صرف اُس نسل میں تھا جس نسل میں مرتجز تھا کہ سوار بیٹھا، کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو، گردن کو اُٹھا تا مور کی طرح اور سوار کو چھپا لیتا، گردن اتنی بلند کرتا تھا کہ سوار چھپ جاتا تھا، چلتا تو پچھلے حصے کو دُم کو ایسے اُٹھاتا (اشارہ) کہ نہ پیچھے سے سوار نظر آتا نہ آگے سے سوار نظر آتا۔ جو بھی بیٹھے مُرتجز پہ، مرتجز اُسے چھپا لے۔ عباسؑ وہ واحد تھے عرب میں کہ مرتجز چھپا نہیں سکتا تھا۔ اب جو چلا گھوڑا کمر سے لے کہ سر تک عباسؑ نظر آتے، دیکھنے والا پہچان لیتا یہ عباسؑ آرہے ہیں۔ ایک تو گھوڑے کی شان دور سے بتاتی کہ یہ مرتجز ہے، عباسؑ چل چکے محلّہ بنی ہاشم سے، جیسے ہی سواری چلتی راستے میں جتنے لوگ ہوتے وہ بھاگتے اپنے گھروں کی طرف اور گھروں میں کہتے کہ عباسؑ آرہے ہیں، جلدی آؤ، نکلو، باہر آؤ، عباسؑ آرہے ہیں۔ پتہ نہیں کہ میں پڑھ پاؤں گا یا نہیں، میرے لئے دعا کیجئے کہ میں آج کی تقریر کرسکوں۔ آؤ! عباسؑ آرہے ہیں لوگ پکارتے ہوئے بازار میں چلتے، عباسؑ

آ رہے ہیں، عباسؑ آ رہے ہیں، لوگ دکانوں کو جلدی جلدی بند کرتے، سامان کو سمیٹتے، چلو بھائی عباسؑ کی زیارت کریں اگر کوئی گاہک کھڑا ہے اور ترازو ہاتھ میں ہے، سودا تول کے دے رہا ہے اور سواری آ گئی تو ترازو ہاتھ سے چھوٹ جاتی، کہتا سودا بعد میں ہوگا، کیا اِس کے آگے کے جملے تم سن سکو گے؟ وہی تو مدینہ ہے جہاں محمدؐ بھی تو نکلتے تھے، علیؑ بھی نکلتے تھے، ہم نے نہیں دیکھا وہی گلیاں ہیں، تیرے حبیبؐ کی گلیوں میں، کسی اور کے حُسن کا چرچا ہو رہا ہے اور تو دیکھ رہا ہے، تو کیا جواب آئے گا وہاں سے کہ نہیں، بے ادبی کرتا ہے، تو یہ کیا کہتا ہے؟ مجھ سے کہہ رہا ہے، میرے حبیبؐ کی گلیوں میں کسی اور کے حُسن کا کیا چرچا ہے، تو مجھے پہچانا نہیں اب تک میں مالکِ کائنات ہوں۔ یہ عباسؑ کو میں نے تنہا نہیں رکھا، کیا دیکھتا نہیں جب عباسؑ جاتے ہیں تو علی اکبرؑ......اور شاید وہ پکار کر کہے اے میرے بد عقل بندے! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ محمدؐ کے حُسن کو تنہا نہیں رکھا، محمدؐ مدینے کی گلی میں نکلتے تو علیؑ حفاظت کو آ جاتے، دیکھ تصویر کی حفاظت بھی علیؑ سے کروائی، علی اکبرؑ نبی کی تصویر، عباسؑ علیؑ کی............صبح کو دونوں چچا بھتیجے نکلتے، ایک میدان تھا جس میں کچھ پھول دار درخت لگائے گئے تھے، علی اکبرؑ کو پھول بہت پسند تھے، دونوں چچا بھتیجے چہل قدمی کرتے، سب کو روز کا معمول معلوم تھا، کیا حَسین خود، کیا پیشانی اور اُس پر خود، زِرہ بکتر، اور کیا کمروں میں شہزادوں کے تلواریں، مدینہ خوش ہوتا تھا دیکھ کر علی اکبرؑ اور عباسؑ کو، حُسن کا یہ عالم کے نگاہ نہ ٹھہرے ایسا بیٹا اللہ نے علیؑ کو دیا تھا اور ایسا بیٹا اللہ نے حسینؑ کو دیا تھا، دو ہی کے لئے علماء اور عرفاء نے لکھا اور راویوں نے کہ بچپن سے کبھی اِن دونوں کو جوانی تک گھر سے نہیں نکلنے دیا گیا، صرف دو کے لئے لکھا، حکم تھا غلاموں کو باہر نہ جائیں، دونوں بچے باہر نہ جائیں

اور اگر جائیں تو چہرے پر نقاب ڈال کر جائیں، صرف آنکھیں کھلی رہیں، چہرے پہ سیاہ نقاب رہے، نہ کوئی علی اکبرؑ کو دیکھ سکے نہ کوئی عباسؑ کو دیکھ سکے، مجھے نہیں معلوم اس میں کیا راز ہے؟ کیوں چھپایا گیا؟ ابھی پتہ چل جائے گا کیوں چھپایا گیا۔ مادّی دنیا میں تو کوئی مثال ملے گی نہیں، ہمیں دلیل روحانی دنیا سے ہی دینا پڑے گی، مادّی دنیا میں کوئی مثال نہیں ہے اور اگر مل گئی آ گئی ذہن میں تو عرض کر دوں گا، پہلے روحانی مثال دے دوں، کیا ضروری ہے کہ آپ نے جو امام باڑہ سجایا ہے، خوبصورت پٹکے، خوبصورت پنجے، یہ علم، یہ جھولا یہ پردہ کیوں کالا پڑا رہتا ہے! جب سب آ جاتے ہیں تبھی پردہ کیوں ہٹتا ہے؟ ہر وقت پردہ ہٹا رہے، جواب آپ دیجئے تو میں بھی جواب دوں، اچھا چلئے یہ قرآن شریف، یہ کیا دوڑی کھلی، جزدان سے نکلا، یہ پردے میں کیوں ہے؟ جواب دیجئے تو میں آگے بڑھوں، یہ اللہ کا گھر پردے میں کیوں ہے؟ جب حج کا دن آتا ہے تو دروازے سے پردہ الٹتا کیوں ہے؟ پورے سال بند رہے یا پورے سال کھُلا رہے، یہ روحانی مثالیں ہو گئیں، آپ کہیں گے نہیں سمجھ میں آیا، نہ قرآن کا پردہ سمجھ میں آیا نہ امام باڑے کا پردہ سمجھ میں آیا نہ کعبے کا پردہ سمجھ میں آیا، کوئی ایسی مثال دیجئے جو ہم جلدی سمجھ لیں، روحانی پردے میں ہے جبروت، جلال، جتنا پردے میں ہوگا اتنا جلال بڑھتا جائے گا، جب تک مہدیؑ پردے میں ہے جلال بڑھتا جاتا ہے، جلال! پردے میں جلال ہے، ں لئے کالا پردہ رکھتے ہیں، کہ کالے رنگ میں جلال بھر دیا اُس نے، جبروت بھر دیا اُس نے، نجران کے نصاریٰ آئے رسولؐ اللہ سے باتیں کیں نصرانیوں نے، یہ بیٹھے ہیں رسولؐ اللہ (اشارہ) کچھ دیر بعد علیؑ آ گئے، دیکھا نجران والوں نے یہ علیؑ ہیں، کچھ دیر بعد دونوں بچے کھیلتے آ گئے،

زانوؤں پہ بیٹھ گئے، راہبوں نے دیکھا یہ حسنؑ ہیں یہ حسینؑ ہیں۔ چار چہرے تو راہب دیکھ چکے تھے، نبیؐ دیکھ چکے، علیؑ دیکھ چکے، حسنؑ دیکھ چکے، حسینؑ دیکھ چکے، یہ کیا کہا وہ چہرے دیکھ رہے ہیں ارے وہ زہراؑ کا نقاب تھا جس سے ڈر گئے، وہ زہراؑ کا جلال تھا جس سے ڈر گئے، وہ سیاہ نقاب، وہ زہراؑ بی بی کے نقاب، لوگ کانپتے تھے، جب راہب کانپ گئے، مصائب ہوتے تو کچھ اور پڑھ دیتا کہ عرب والوں کو اس پردے سے کیوں دشمنی تھی، اِس لئے کہ ڈر لگتا تھا پردے سے، ڈرتے تھے پردے سے، جاننا چاہتے تھے یہ پردہ کیوں ہے؟ اِس لئے پردے سے دشمنی تھی، پردے سے دشمنی نکالی، مسلمانوں نے، پردے ہی سے تو دشمنی ہے آتے کیوں نہیں! کب آئیں گے، تیرے باپ کا اجارہ کب آئیں گے؟ کیوں جل رہا ہے؟ آتے تھے تب بھی جلتا تھا، نہیں آتے تب بھی جلتا ہے، جب آتے تھے تب بھی جلتا تھا، جب نہیں آتے تب بھی جل رہا ہے، حسد نہیں ختم ہوتا، پردے میں جبروت ہے، پردے میں جلال ہے، گھمسان کی لڑائی تھی، قیامت کی لڑائی تھی، ڈھائی لاکھ، دو لاکھ گتھے پڑے تھے، لاشوں پہ لاشیں بڑھتی جا رہی تھیں، میدان لاشوں سے بھر رہا تھا، چھوٹا سا نہیں تھا میدان، صفین کا میدان تھا، صبح سے گھوڑے دوڑ رہے تھے۔ زمین ہلتی، جب لاکھوں گھوڑے دوڑیں گے تو زمین ہلے گی، گرد اُٹھے گی اور علیؑ کا یہ عالم کہ جب آ جاتے تو تہلکہ مچ جاتا تھا، اس لئے کہ علیؑ جب شانِ بنی ہاشم دکھاتے تو تلوار کو لہراتے ہوئے آتے، لوگ سمجھتے ایک تلوار لائے ہیں۔ ایک بار دوسرا ہاتھ بلند ہوتا تو اُس میں بھی تلوار، اب جو تلوار چلتی کبھی اِدھر (اشارہ) دعا کرو میں پڑھ سکوں، میرے لئے دعا کرو کہ میں پڑھ سکوں، اب جو علیؑ آتے، بڑے بڑے سورما گھس جاتے خیموں میں، علیؑ آ گئے، علیؑ

میدان میں آگئے، میدان میں علیؑ آگئے۔علیؑ میدان میں آ کے کہتے معاویہ نکل باہر، کیوں قتل کروا رہا ہے مسلمانوں کو! جھگڑا میرا تیرا ہے، تو مجھے قتل کر دے، یا میں تجھے قتل کر دوں، جھگڑا ختم ہو جائے گا، معاویہ چھپ جاتا، غلاموں کے پیچھے چھپ جاتا، عمرِ عاص کہتا جاناں جاتا کیوں نہیں! جا علیؑ بلا رہے ہیں، جواب دیتا خوب! تا کہ علیؑ مجھے مار ڈالیں اور خلافت تو کرے، تو چلا جا، وہ اس سے کہتا تو چلا جا، یہ اُس سے کہتا تو چلا جا، یہ سیاست لڑتی تھی، علیؑ کے سامنے کون جائے، آج تک سیاست کی ہمت نہیں کہ اِمامت کے سامنے آ سکے، تو چلا جا، تو چلا جا، علیؑ آتے اِس لئے تھے کہ یہ بڑے بڑے جغادری نکلیں، وہ علیؑ کو دیکھ کے دبک جاتے، علیؑ واپس آ جاتے۔ صفّین میں ایک دن مولا علیؑ نے اپنے بیٹے عباسؑ کو بلایا عباسؑ ذرا اِدھر آؤ، ذرا میرے قد کے قریب کھڑے ہو، عباسؑ اٹھارہ سال کے ہو گئے ہیں، چہرے پہ نقاب ہے، علیؑ لائے ہیں مگر چہرے پر نقاب ہے، اٹھارہ سال گزر گئے ہیں، مگر چہرے سے نقاب ہٹا نہیں ہے۔ میرا جملہ ضائع نہ کرنا جب اٹھارھواں برس لگا علی اکبرؑ کو ۶۱ھ آ گیا، پردے میں آ کر خدا کے گھر میں حسینؑ نے علی اکبرؑ کا نقاب ہٹایا تھا، نہیں سمجھے، نہیں سمجھے، اس سے کہا اللہ اکبر، یہ بھی اکبر، پردہ ہٹا، نہیں سمجھے، تو اللہ اکبر، یہ علی اکبرؑ اُس پر بھی پردہ اِس پر بھی پردہ، حج سے کعبے کا پردہ اُلٹتا ہے تو علی اکبرؑ کے چہرے پہ پردہ کیسے! اور اٹھارھواں برس بھی پورا ہو گیا، آج جنگِ صفّین میں عباسؑ اٹھارہ برس کے ہوئے اور چہرے پہ نقاب، ایک بار عبا اور عمامہ اُتارا علیؑ نے، اپنا لباس عباسؑ کو پہنایا، عباسؑ! یہ میرا عمامہ پہنو، اپنا عمامہ اتار کے مجھے دو، اپنا عمامہ عباسؑ کو پہنایا، عباسؑ کا عمامہ خود پہنا، یہ ولایت کی دستار ہے، یہ تاجِ ولایت ہے جو عباسؑ کے سر پہ آ رہا ہے، امامت تو

ملے گی نہیں، ولایت ملے گی تو ولایت ملنے کا جشن تو ہو، ولایت ملتی کیسے ہے، امامت میں تو اعلان ہو جاتا ہے، نبوت میں ایک نبی اعلان کر دیتا ہے اب یہ نبی ہے، ابراہیمؑ نے کہا اسمٰعیلؑ نبی، اسحاقؑ نے کہا یعقوبؑ نبی، یعقوبؑ نے کہا یوسفؑ نبی، لیکن ولایت ملے کیسے؟ ولایت کا بھی تو تاج ہوتا ہے، ایک اِمام کہہ دیتا ہے میرے بعد یہ امام، لیکن ولایت کا اعلان کیسے ہو؟

علیؑ چاہتے ہیں ولایت کا تاج عباسؑ کے سر پہ آئے، قیامت تک عباسؑ کی ولایت رہے، آج تک عباسؑ کی ولایت ہے، ولایت اُس کی ہوتی ہے جس کا پرچم ہوتا ہے، ہاں! ہاں! علیؑ کی ولایت ہے مگر پرچم تو عباسؑ کا لہرا رہا ہے، نام ولایت علیؑ ہے پرچم عباسؑ کا ہے، یہ تو بتا چکے کہ نور دو حصّوں میں بٹ جاتا ہے، یہاں اللہ کے لئے، بڑی باریکیاں ہیں، بڑی فصاحتیں ہیں، بڑی بلاغتیں ہیں، معصوم کا لباس غیر معصوم نہیں پہن سکتا، شبِ ہجرت آئی کہا علیؑ! جبریل نے کہا ہے کہ تم میرے بستر پہ سو جاؤ لیکن ٹھہرو! میرا عمامہ پہنو، اپنا عمامہ مجھے دو، میری عبا تم پہنو، تمہاری عبا میں پہنوں، میری قبا تم پہنو، تمہاری قبا میں پہنوں، راز بتا دیا، دیکھئے شبِ ہجرت علیؑ اٹھارہ برس کے تھے، نبیؐ کا لباس علیؑ کے جسم پہ تھا اور علیؑ کا لباس نبیؐ کے جسم پہ تھا، بتایا معصوم کا لباس معصوم پہن سکتا ہے، علیؑ معصوم تھے، یہ لباس حسنؑ کو ملے حسینؑ کو ملے لیکن اپنا لباس عباسؑ کو پہنا کے بتایا کہ عباسؑ کو معصوم سمجھنا، اس لئے کہ ولی معصوم ہوتا ہے، کمر باندھ دی اپنا پٹکا عباسؑ کی کمر میں اور اُس کے بعد کمر میں تلوار حمائل کی، نیزہ ہاتھ میں دیا، اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰہُ آیت پڑھتا ہوں اور یہاں پہ ٹھہرتا ہوں، اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰہُ عَلَیْکُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ اور آیت کہاں کی ہے اس کے بعد تذکرہ، اَنْ یَّاْتِیَکُمُ

اَلتَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ ہم نے تابوتِ سکینہؑ میں سارے انبیاء کے لباس رکھ دیئے، یہ انبیاء کا بقیہ تھا اِس میں ابراہیمؑ کی عبا، قبا اور پیرہن تھا، اس کا نام تابوت سکینہ تھا۔ اِس میں موسیٰؑ کی زِرہ تھی۔ اِس میں ہارونؑ کا لباس تھا۔ ہم نے آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون میں تابوتِ سکینہ عطا کیا، یہ کوئی قصہ کہانی نہیں جو آپ سن رہے ہو، قرآن کی آیتیں پڑھی ہیں، **مِمَّا تَرَكَهُ** ترکہ تھا یہ جو اللہ نے فرشتوں کے ذریعے انبیاء کی آلِ کو دیا، ترکہ آلِ کو ملتا ہے، "**اِنِّی تَارِكٌ فِي كُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِي**" نبی کا ترکہ اس کی آلِ کا ہوتا ہے، "**اِنِّی تَارِكٌ**" کیا چھوڑا، قرآن کس کا، ثقلین کا، آلِ محمدؐ کا، عترت کا، اہلِ بیتؑ کا، تابوتِ سکینہؑ ترکہ تھا شموئیلؑ نبی کا نام ہے، جنابِ ہارونؑ کی نسل میں تھے، ہارونؑ یعقوبؑ کے بیٹے لاوی کی نسل میں تھے، بنی اسرائیل تھے، اسرائیل لقب ہے یعقوبؑ کا، شموئیلؑ بوڑھے ہو گئے تھے، قوم نے کہا ہمارے لئے ایک بادشاہ بنا، ہمیں بادشاہ کی ضرورت ہے، جالوت ہمیں پریشان کرتا ہے، عمالقہ کی قوموں نے ہمیں تباہ کیا ہے، ہمارا قتل عام ہوتا ہے، ہمارے ملکوں کو فتح کر لیا ہے، اس لئے ہمیں ایک بادشاہ چاہیئے نہ نبی، نہ ولی، نہ وصی، نبی شموئیلؑ ہیں اور نبی سے قوم کہہ رہی ہے ہمیں بادشاہ چاہیئے، بادشاہ نبی سے مانگا جا رہا ہے، بادشاہ کے لئے شرط نہیں ہے کہ وہ نبی ہو، ولی ہو، وصی ہو، اِمام ہو، اب چونکہ طلب کیا ہے نبی سے بادشاہ تو بادشاہ جو آئے گا وہ اللہ کا بادشاہ ہوگا، اس لئے کہ اللہ مقرر کرے گا۔ قصہ ہے سورۂ بقرہ میں، شموئیل نے اللہ سے کہا کہ قوم ایک بادشاہ مانگتی ہے، اللہ نے وحی کی، کیا اللہ نے وحی نے کی؟ **اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ** ہم اُسے مصطفیٰ بنائیں گے، جو بادشاہ بنائیں گے وہ مصطفیٰ ہوگا، نبی نہیں ہوگا، وصی نہیں ہوگا، ولی نہیں ہوگا، مصطفیٰ ہوگا، **زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ** بن

یامین یوسفؑ کے دوسرے سگے بھائی بارہواں قبیلہ بنی اسرائیل کا، اُن کی نسل میں طالوت، طالوت کولائے، سر پہ تاج رکھا شموئیلؑ نے اور قوم سے کہا یہ ہے تمہارا بادشاہ اور اللہ نے اِسے مصطفےٰ بنایا ہے'' اس لئے کہ اللہ نے اِس کو عِلم بھی دیا اور طاقت بھی دی، اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰہُ زَادَہٗ کائنات میں عِلم اور طاقت دونوں چیزیں کسی میں اکٹھا نہیں ہوسکیں، جہاں طاقت ہوتی ہے، وہاں علم نہیں ہوتا اور جہاں عِلم ہوتا ہے وہاں طاقت نہیں ہوتی، گواہی دونوں پر ہے، عِلم میں بھی گواہی ہو اور جسم میں بھی گواہی ہو، میں علم کا شہر ہوں علیؑ اُس کا دروازہ، یا علیؑ آپ نے خیبر کا در کس طرح اکھاڑ دیا، کہا یہ قوتِ پروردگار...... تھک گئے آپ؟ جب آپ تھک جاتے ہیں میں سمجھ جاتا ہوں۔ آپ کو پتہ ہے نیت یہ کی تھی منبر پہ بیٹھ کے کہ عباسؑ کی تین لڑائیاں سنائیں گے، ابھی پہلی لڑائی نہیں شروع ہوئی اور آپ تھک گئے، اس طرح میری ایک تقریر بچ گئی جو آپ کی تھکاوٹ نے بچالی انشاءاللہ کل کریں گے، وقت پورا ہوگیا اب کیا کریں، ذرا ہمت تو پیدا کرو ذکر عباسؑ ہے، کم از کم اِس بات کی تعریف ہی کردیا کرو باہر نکل کے کہ سب کی طاقت ایک طرف ...... جیت نہیں پاتے سب مل کے مجھ سے سب کو ہرا کے منبر سے اُترتا ہوں، بات تو جب تھی کہ سارے جوان مل کے مجھ بڈھے کو بھی ہرا کے دِکھاتے، ذہنوں میں ڈھل چکا تھا کہ عباسؑ پہ عشرہ کیسے؟ اُس سناٹے میں آپ چھٹی تقریر تک بیٹھے ہیں تو حیرانی ہورہی ہے کہ یہ کیا چھٹی تقریر ہوگئی اور عباسؑ سے نہیں ہٹے، حُسن، حُسن، وجیہہ صورتِ علیؑ، لباسِ علیؑ، اسلحہ علیؑ کا،........... آواز دی لاؤ مرتجز! قنبر رکاب کو تھامو، عباسؑ کو سوار کرو۔ عباسؑ سوار ہوئے سواری چلی، خیمے کے در سے علیؑ نے عباسؑ کو جاتے دیکھا، جیسے ہی گھوڑے کو ایڑ دی ہوا سے مرتجز

باتیں کرنے لگا۔ اُدھر میدانِ جنگ انتظار میں تھا کہ پھر علیؑ آئیں گے۔ تیاریاں تھیں کہ پھر آمدِ علیؑ ہوگی، دور سے ایک سوار ہوا پہ اُڑتا نظر آیا، کہنے لگے مرتجز کے کیا معنی ہیں؟ مرتجز کہتے ہیں بادل کی گرج کو اور سفید بادل جب فضا میں آئے اُس میں بجلی کڑکے اُسے کہتے ہیں مرتجز، مرتجز جب آتا تھا تو یوں لگتا تھا سفید بادل کا ٹکڑا اُس میں بجلی چمک رہی ہے۔ اب جو آیا بادل کا ٹکڑا تو کبھی نیزے کی انی نظر آتی، کبھی تلوار کی دھار نظر آتی، جیسے بادل میں بجلی کڑک جائے، گھوڑے کی یال اُچھلتی اور کبھی دم چنور بنتی اور یوں چلتا، صافنات، صافنات، گھوڑے کی سب سے عمدہ مثال اللہ نے سورۂ ص میں بیان کی۔ الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ، صافنات الجیاد دنیا میں سب سے بہترین گھوڑا وہ ہے اللہ کہتا ہے جو صافنات ہو، جوّاد ہو، جوّاد جمع ہے جیاد کی، صافنات وہ گھوڑا جب دوڑے تو آگے سیدھا پیر تھوڑا سا خم کر کے دوڑے، صافنات، اور سنو جواد اُس گھوڑے کو کہتے ہیں جو ہوا پہ آجائے تو رُکنے کا دم نہ لے، اللہ تمہیں نظر بد سے بچائے، عباسؑ تمہیں دیکھ رہے ہیں، تم عباسؑ کا قصیدہ پڑھ رہے ہو، عباسؑ دیکھ رہے ہیں، گواہ بن جائے عباسؑ کا علم، دعا وہ دے رہا ہے، اُس کا سایہ تمہارے سروں پہ پڑ رہا ہے، عباسؑ کے پنجے کا......

ایک بار شور ہوا، حاکم باہر نکلا، کہا ہیں تو علیؑ، قامت وہی، انداز وہی لیکن یہ علیؑ کو کیا ہوا، چہرہ کیوں ڈھانپ لیا، انداز تلوار لہرانے کا وہی ہے، نیزے کو اٹھانے کا انداز وہی ہے لیکن علیؑ نے چہرہ کیوں بند کیا! آتے ہی حملہ آور ہوئے، میمنے پہ گئے تو پیچھے دھکیلا، میسرے پہ آئے گھوڑے کو دوڑا کر اُدھر دھکیلا، میمنہ اِدھر گیا، میسرہ اُدھر گیا، ایک بار سوار نے قلبِ لشکر میں دھنسنا شروع کیا اور قلبِ لشکر کو جو تتر بتر کیا تو لشکر بھاگا، میدان میں لاشیں...... لاشیں تلوار سے بوندیں ٹپکتی ہوئی لہو کی، تلوار

رُک نہیں رہی، ایسا لگتا ہے سوارا بھی اور آگے بڑھے گا،لوگ ہاتھوں سے اپنی گرد نیں ٹٹولنے لگے (اشارہ) سر ہے یا نہیں! کیا سر ہے؟ جسم پہ سر ہے! جزاک اللہ جیتے رہو، سلامت رہو (سامعین کو داد) عمر دراز ہو، عمرِ نوحؑ، عمر نوحؑ، عطا ہو۔ایک بار پکار ہوئی لشکر میں پکار ہوئی۔ پچھلی صفوں نے اگلی صفوں سے پوچھا کون ہے؟ اِدھر سے آواز آئی علیؑ، کون ہے علیؑ ...... ارے صفین میں معاویہ کے لشکر میں علیؑ، علیؑ، علیؑ ہے، علیؑ ہے، علیؑ ہے، بھئی دیکھتے رہنا (ارشاہ) علیؑ ہے...... علیؑ ہے، ایک بار دوسری طرف سے ایک گھوڑا چلا لشکر پکارا یہ بھی علیؑ وہ بھی علیؑ، دوسرے ہاتھ سے نقاب ہٹائی اور کہا، "هٰذا قمر و بني هاشم" عباسؑ...... عباسؑ...... "هٰذا قمرو بني هاشم" یہ ہے ہم بنی ہاشم کا چاند، تیسری تقریر سے اب تک ذرا سا جیسے میں کہوں مڑ کر دیکھئے گا، تیرہ تاریخ سے اب تک چاند وہاں سے ہٹا نہیں (لوگوں نے چاند کی طرف دیکھا) یہ ہے ذکرِ عباسؑ...... بھائی چتن آپ نے دیکھا آسمان پر چاند ہٹ نہیں رہا، پورا ساتھ دے رہا ہے اب تک...... ارے قمر بنی ہاشم کا ذکر ہو اور میں نہ ہوں، آج تو سولہ تاریخ ہو گئی تھوڑا سا گھٹ جا تھوڑا سا ہٹ جا، تھوڑا سا چھٹ جا، عباسؑ کا ذکر نہ سنوں، میں بھی تو عباسؑ کا مدّاح ہوں کیسے کٹ جاؤں، کیسے چھٹ جاؤں، بس ایک بار کٹ چکا اب کیا بار بار...... "هٰذا قمرو بني هاشم" عبدالمطلبؑ کو کہتے تھے "ماہِ حرم" عبدؑاللہ کو کہتے تھے "ماہِ مکہ" کلاب اور بنی ہاشم کو کہتے تھے "ماہِ عرب" "ماہِ حجاز" سب چاند عبد منافؑ چاند، قصیؑ چاند، ہاشمؑ چاند، عبدالمطلبؑ چاند، ابوطالبؑ چاند، عبدؑاللہ چاند، محمدؐ چاند، آپ نے پڑھا حدیثِ کساء میں جناب سیدہؑ فرماتی ہیں کہ...... اب جو چادر اُوڑھائی میرے بابا کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح

روشن تھا، ''وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا'' علیؑ چاند، امامت چاند، علیؑ چاند، رسولؐ چاند، عبدؑاللہ چاند، ابوطالبؑ چاند، ہاشمؑ چاند، عبدالمطلبؑ چاند، سب چاند، کیا کہا علیؑ نے ہاشمی چاند، اب بھی نہیں سمجھے، سارے ہاشمی چاند یہ چاندوں کا چاند...... چاندوں کا چاند...... چلو عباسؑ واپس چلتے ہیں، آیا تھا ایک علیؑ پھر دوسرا علیؑ آیا، چلے تو لگا دو علیؑ جا رہے ہیں، لشکر دیکھتا رہ گیا، قریب آ کر عباسؑ سے کہا تمہیں معلوم ہے ہم کیوں آئے ہیں؟ ہمیں معلوم ہو گیا تھا تمہیں پیاس لگی ہے، پہلے پانی پیو پھر واپس جاؤ، اب دوسری لڑائی، تین لڑائیاں، یہیں ہیں عباسؑ نے لڑیں اِس صفین میں، دوسری لڑائی کل عرض کریں گے، انشااللہ پھر تیسری لڑائی، تین لڑائیاں، ایک ہو چکی دو باقی ہیں، کل عرض کریں گے، اس کے بعد پھر نہروان میں عباسؑ کی لڑائی، پھر تین لڑائیاں کربلا میں ہیں تینوں لڑائیاں دعا کیجیے ہم کل اور پرسوں اِس منزل تک پہنچ سکیں۔ ابھی بہت کچھ باقی ہے جو آپ نے اب تک نہیں سنا، آیت رہ گئی ہم نے اِسے مصطفےٰ بنایا، مصطفےٰ وہی ہوگا جس میں علم بھی ہو اور طاقت بھی، عباسؑ علم کے بھی مالک تھے، عباسؑ طاقت کے بھی مالک تھے، اللہ نے عباسؑ کو مصطفےٰ بنایا، نہ ہوں نبی، نہ ہوں رسولؐ، نہ ہو امام، مصطفےٰ تو ہیں، ''اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰهُ زَادَهٗ'' طالوت کو بادشاہ بنا دیا، شموئیلؑ نے، کہا بھی بنی اسرائیل نے کہ غریب آدمی ہے، کہا تمہیں کیا پتہ یہ ہارونؑ کی نسل میں ہے یہ لاوی کی نسل میں ہے، یہ یوسفؑ کے بھائی بن یامین کی نسل میں ہے، تمہارا بارہواں قبیلہ ہے جس میں سے ہم نے اس کو چنا۔ جالوت مقابل پہ تھا اِس لئے انھوں نے کہا ہمیں بادشاہ چاہیئے۔ بادشاہ بن گیا، سر پہ تاج رکھ دیا، شموئیل نے، پانچ چھ لاکھ کا لشکر اللہ نے کہا فرشتے آئیں گے، ''تابوتِ سکینہ بھی تمہیں مل جائے گا''۔ تابوت

تمہارے پاس ہوگا، فتح تمہاری ہوگی۔جس کے پاس تابوت ہوتا ہے فتح اُس کی ہوتی ہے، جو تابوت چھوڑ دیتا ہے وہ ہار جاتا ہے، چونکہ بنی اسرائیل نے تابوت کو چھوڑ دیا تھا اِس لئے ہارر ہے تھے۔تابوت پھر آیا، اللہ نے کہا فرشتے کاندھوں پہ اُٹھا کے تابوت لائیں گے۔تابوت فرشتے اٹھاتے ہیں، تابوت اُٹھانا بدعت نہیں ہے اس لئے کل ہم اٹھائیں گے، تابوت......کل اُٹھے گا یہاں امام رضاؑ کا تابوت اور آپ زیارت کریں گے انشاء اللہ اس لئے کہ تابوت اُٹھانا فرشتوں کا کام ہے، انبیاء کا کام ہے، تابوت میں کیا ہوتا ہے تمہیں کیا معلوم تابوت میں کیا ہوتا ہے؟ ابھی پتہ چلے گا تابوت میں کیا ہوتا ہے، "اَنْ یَّاْتِیَکُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَکِیْنَةٌ" اللہ کی طرف سے ہے یہ تابوت، تابوت اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، شیعوں کی طرف سے نہیں ہوتا، سمجھ رہے ہیں نا، موضوع کہیں ہوتا ہے اور نکل کہیں جاتا ہے۔ہم ہٹ رہے ہیں موضوع سے، دس شاخیں نکل رہی ہیں موضوع سے لیکن ہم بچتے چلے جارہے ہیں چاروں طرف طالوت نے دیکھا لشکر لڑائے گا کون؟ بادشاہ کا کام لشکر لڑانا نہیں ہے، شموئیل سے کہا طالوت نے بادشاہ تو آپ نے ہمیں بنادیا، ہم اِس ملک کے بادشاہ ہیں لشکر لڑے گا کیسے؟ کہا کیوں؟ کہا جب تک علمدار نہ ہو لشکر لڑ نہیں سکتا، علمدار لشکر کو لڑاتا ہے، علمدار جس کے ہاتھ میں علم ہو۔طالوت نے کہا اب یہ قوم علمدار مانگ رہی ہے، شموئیلؑ نے کہا اچھا ہم اللہ سے کہیں گے۔معلوم ہوا بادشاہ بھی اللہ کا انتخاب کیا ہوتا ہے، اور نبی کا علمدار بھی اللہ کا انتخاب کیا ہوتا ہے۔انسان کی مجال نہیں کہ چُن سکے، ہم اللہ سے کہیں گے، اللہ نے کہا شموئیلؑ! تابوتِ سکینہ کو کھولو اُس میں سے موسیٰؑ کی زرہ نکالو جس کے جسم پر پوری آجائے اُسے علمدار بنادو، معصوم کا لباس جس پہ آجائے وہ ہے

علمدار...... موسیٰؑ کی زرہ نکالو، اچھا بھئی موسیٰؑ کی زِرہ نکل آئی، لشکر تو ہے ڈھائی تین لاکھ کا علمدار تو ابھی چاہیئے، اب ایک ایک کے جسم پہ موسیٰؑ کی زرہ پہنائی جائے اس کے ٹھیک ہو، اس کو ٹھیک ہو، کتنی دیر لگے گی۔ ارے بھئی ایک قمیص میں لوں اور کہوں دیکھئے یہ کس کے جسم پر فٹ آتی ہے؟ باری باری پہنیں گے تو چھ دن تو اسی میں گزر جائیں گے (اشارہ) یہ پہنیں پھر اُتاریں، پھر یہ پہنیں پھر اُتاریں، کتنی دیر لگے گی، زِرہ شموئیلؑ کے ہاتھ میں اور لے کے چلے، علمدار کی تلاش میں، اب یہ تو نبی کی نگاہ ہے، ہماری آپ کی طرح تو ہے نہیں، موسیٰؑ کی زرہ ہاتھ میں، شموئیلؑ کی نظر اِدھر اُدھر ارمیا کے سات بیٹے تھے۔ ارمیا بھی نبی اُن کے سات بیٹے، سب سے چھوٹا بیٹا سولہ برس کا، اب موسیٰؑ کی ہیبت آپ کو معلوم، چوڑا سینہ، لمبا قد، بھرے بازو، باہر نکلتے تو لوگ دہل جاتے، چھ ہاتھ کا تو قد لکھا ہے موسیٰؑ کا، ارمیا کا سب سے چھوٹا بیٹا سولہ برس تھا، بس ایک ہی کام تھا اُس کو، ارمیا کے سولہ برس کے بیٹے کو، غلیل اُس کے پاس ہوتی تھی، پتھر جیب میں بھر لیتا، گھر سے نکل جاتا اور غلیل میں پتھر رکھ کے چلاتا تو نشانے پہ ایسے مارتا کہ جو چیز بھی ہوتی تڑپ کے گر جاتی۔ لوگ صرف اُس کے نشانے کو دیکھا کرتے تھے۔ اُس وقت بھی وہ نشانہ بازی کر رہا تھا، ارمیا کے اِس سب سے چھوٹے بیٹے کا نام داؤد تھا بے پناہ حسین اور خوبصورت "بسطۃً فی العلم والجسم" علم بھی تھا جسم بھی تھا۔ شموئیلؑ کی نظر گئی کہا اِدھر آؤ داؤد آئے، شموئیلؑ کو دیکھا، چہرے کو دیکھ کے سمجھ گئے کہ کوئی ہے، قریب آئے کہا یہ زِرہ تو پہنو، ارمیا کے بیٹے داؤد نے وہ زِرہ پہنی تو شموئیلؑ نے کہا ہیبت میں بالکل موسیٰؑ لگتا ہے، اب سمجھے صفین میں علیؑ نے جو عباسؑ کو سجایا تھا تو پورا لشکر چیخ رہا تھا یہ علیؑ ہیں علیؑ ہیں،

زمانے سے کہلوالیا عباسؑ علیؑ ہے، علمداریوں چنا جاتا ہے۔اب رہ سجا علم، کیسے سجا علم، آپ کو معلوم ہے، حسینؑ نے آکر یہ کہا کہ کہاں ہے تابوتِ سکینہ لاؤ! تابوتِ سکینہ لاہور، ملتان، یہاں کاظمین اور معین العزا میں پڑھ چکا ہوں، پھر پڑھ دوں گا، میرانیسؔ نے کہا کہ حسینؑ نے جب رجز پڑھا تو اُس میں یہ کہا۔

جز کفن کچھ نہیں ساتھ لے کے گئے ہیں
تابوتِ سکینہؑ بھی ہمیں دے کے گئے ہیں

انبیاء کے پاس ہوتا ہے تابوتِ سکینہؑ، یہ تابوتِ سکینہؑ لے کے آئیں گے، تب کہیں گے کہ انبیاء کے تبرّکات دکھایئے، پھر آپ یقین کریں گے کہ یہ مہدی ہیں، تابوتِ سکینہؑ کھلے گا، کہیں گے یہ موسیٰؑ کی زِرہ، یہ ہے ابراہیمؑ کی عبا، یہ ہے موسیٰؑ کا عصا، کیا دیکھنا ہے، مہدیؑ کی پہچان یہ ہے کہ تابوتِ سکینہ کا تالا کھل جائے۔ یہ سب آپ نے سنا ہی نہیں تو ہم کیا کریں، داد کہاں سے دو گے اور کیسے دو گے؟ اِس کے لئے ضروری ہے کہ ضمیر اختر کو تسلسل سے سنو ورنہ علم بہت وسیع ہے وقت کم ہے، جاہل رہ جاؤ گے، وقت ضائع نہ کرنا، یہ مجلس ہے لے لو، سینتالیسواں برس ہے پڑھتے ہوئے، چالیس برس میں ہر چیز کا شباب ہو جاتا ہے، اب موقع نہیں ملے گا پھر CD اور DVD، دیکھا کرنا، تابوتِ سکینہؑ کھلا، بدروالا علم نکالو، زینبؑ! آج تم سجاؤ اپنے ہاتھ سے پھریرا باندھا زینبؑ کے ہاتھ سے، تبھی تو گھر گھر علم موجود ہے، پیغمبرؐ کی بیٹی نے سجایا تھا اور بھول گئے کیوں علیؑ نے لباس پہنایا تھا وہ بھول گئے وہاں پہ، آیت بتادی، طالوت نے داؤد کو اپنا علمدارِ لشکر بنایا اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا، قوم پریشان تھی، ظلم کا خاتمہ علمدار کرتا ہے، یہ سب قرآن میں ہے۔ قرآن کی ہر آیت چہاردہ معصومینؑ کے لئے ہے۔ مصداق

چہاردہ معصومینؑ ہیں، ذکر پیغمبر کا ہوتا ہے۔ معصوم نے فرمایا اگر معصومینؑ وہ عمل کر کے نہ دکھائیں پیغمبروں والا تو قوم نے پیغمبروں کا عمل نہیں دیکھا، اس لئے سمجھتے تھے قصہ ہے کہانی ہے۔ کچھ بھی نہیں سمجھے، موسیٰؑ کا قصہ، عیسیٰؑ کا قصہ وہ سب کچھ جب تک آلِ کر کے نہ دکھائے قوم کو یقین نہیں آتا، کہ ایسا ہوا ہوگا، اس لئے آلِ محمدؐ نے وہ سب کچھ کر کے دکھا دیا جو پیغمبروں سے منسوب تھا تا کہ آیت کو اپنا لیں۔ قرآن کی ہر آیت کو اپنا لیا محمدؐ وآلِ محمدؐ نے، ہر آیت کا مصداق بن گئے، اس لئے کربلا میں عباسؑ مصداقِ آیت بنے ہوئے تھے، ایک بار کہا زینبؑ علم کس کو دیں؟ زینبؑ اب تم کیا کہتی ہو؟ پتہ ہے کیا کہا!

اب تم جسے کہو، اسے دیں فوج کا علم — کی عرض "جو صلاحِ شہ آسماں حشم"

فرمایا "جب سے اُٹھ گئیں زہرائے باکرم — اس دن سے تم کو ماں کی جگہ جانتے ہیں ہم

مالک ہو تم، بزرگ کوئی ہو، کہ خُرد ہو

جس کو کہو، اسی کو یہ عہدہ سپرد ہو

بولی بہن کہ آپ بھی تو لیں کسی کا نام — ہے کس طرف توجہ سردارِ خاص و عام

قرآں کے بعد ہے تو ہے بس آپ ہی کا کلام — گر مجھ سے پوچھتے ہیں شہِ آسماں مقام

شوکت میں، قد میں، شان میں ہمسر کوئی نہیں

عباسِؑ نام دار سے بہتر کوئی نہیں

عاشق، غلام، خادمِ دیرینہ، جاں نثار — فرزند، بھائی، زینتِ پہلو، وفا شعار

راحت رساں، مطیع، نمودار، نام دار — جرار، یادگار پدر، فخرِ روزگار

صفدر ہے، شیر دل ہے، بہادر ہے، نیک ہے

بے مثل سینکڑوں میں ہزاروں میں ایک ہے

زینبؑ نے کہا عباسؑ بے مثل سینکڑوں میں ہزاروں میں ایک ہے۔اچھا! بُلائیں، کہاں ہیں عباسؑ مہ جبیں، مڑے علی اکبرؑ، چچا! چلئے پھوپھی نے یاد کیا ہے۔آئے عباسؑ، آ کے علم کو بوسہ دیا،عباسؑ نے علم چوما کیوں؟ نبی کا علم ہے علیؑ کا علم ہے،علم کو بوسہ دیا،علم کو حسینؑ نے اٹھایا اور یہ کہہ کے دیا عباسؑ کو،عباسؑ یہ بہن کی عنایت ہے۔اللہ اکبر! دیکھئے موقع نہیں ملے گا آج چھٹی تقریر ہوگئی، میں علمداری آج نہ پڑھتا تو کب پڑھتا، پوری علمداری پھر بھی نہیں پڑھوں گا، جس دن علم کے موضوع پر پڑھوں گا اُس دن پھر تفصیل سے بتاؤں گا کہ علم لے کے عباسؑ نے کس طرح جنگ کی؟ یہ بہن کی طرف سے تحفہ ہے علم، ہاں! لاؤ! ذرا پھریرے پہ کچھ لکھ دوں، عباسؑ! دیکھ رہے ہو نا اِس پہ آیت لکھی ہے، "**نصر من اللہ وفتحٌ قریب**" حسینؑ اس آیت کو ہٹاتے ہیں، عباسؑ! آج ہم اس پھریرے پہ لکھتے ہیں "اناللہ وانالیہ راجعون" ماشاءاللہ! جس طرح آپ نے فضائل سنے یہ آپ کا ہی حصہ ہے۔یہ ہمارے پیارے پیارے سامعین، یہ پھول جیسے چہرے، یہ علم کی حدیں یہ معرفت کی سرحدیں، اللہ تمہارے ایمان میں ہر آن اضافہ کرے، یہ باتیں ایسے نہیں ملتیں جب تک معرفت کی آنکھیں دل میں نہ لگی ہوں۔دیکھئے یہ ہمارے بھائی یہ جماعتِ اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں، اہلِ سنت ہیں، برس ہا برس سے ہمیں سن رہے ہیں۔آپ ذرا اِن کی محبت دیکھئے۔ہم چاہتے ہیں پاکستان کا سنی ایسا ہو کہ جو معرفت رکھتا ہو، ہاتھ اُٹھا کر داد دے اس لئے اس کراچی میں چالیس سال محنت کی ہے، جتنا اہلِ سنت ہمیں سنتے ہیں کسی کو نہیں سنتے، اور پیار بھی کرتے ہیں اس لئے کہ ہماری تقریر میں میسج (message) ہوتا ہے، پیغام ہوتا ہے، اور یہی اس دور کی لازمی چیز ہے۔اس پورے عشرے

میں ہم نے میسج دیا کہ عباسؑ کے علم کا احترام شیعہ سنّی سب کریں اور کرتے ہیں، لوگ ہمیں فون کرتے ہیں۔ آپ کو پتہ ہے نوجوان سنیوں کے فون آئے، آپ کا اشتہار ہم نے پڑھا، وہ لفظ ایسا لکھا آپ نے کہ دعا لگتی ہے، ہمارے لئے بھی اس نام سے دعا کیجئے کہ ہمارے ہاں اولاد ہو، ہماری شادی کو اتنے سال ہو گئے ہم پینتیس برس کے ہیں اور ہم اہلِ سنت ہیں، آپ نے دیکھا عباسؑ اپنے آپ سے پیار کراتے ہیں۔ ذکر آپ اس طرح سنتے ہیں؟ اِس لئے اُس شخصیت سے پیار ہو جاتا ہے۔ حیرت مجھے یہ ہے کہ باہر والے یہ سن کیسے رہے ہیں؟ آپ کا یہ پیار جو ہے یہ قریب کرتا ہے درندوں کو انسانیت سے، چاہے وہ امریکن ہوں چاہے وہ برطانیہ کے ہوں، آپ کو نہیں پتہ، آپ سمجھتے ہیں کہ بس آپ مجلس میں بیٹھے ہیں! میں جو بھی یہ سارے ذکر کرتا ہوں، توریت، زبور، انجیل، مہابھارت، ہر سال مسلسل جس طرح آپ ہمیں سنتے ہیں۔

آپ کو کیا پتہ ہندوؤں کی کتابوں میں حسینؑ کے متعلق کیا کیا لکھا ہے۔ ایک کتاب میری آنے والی ہے، ہزار صفحے کی جس میں مَیں نے بتایا ہے کہ توریت، انجیل، زبور، مہابھارت، رامائن میں کہاں کہاں اہلِ بیتؑ کا ذکر ہے۔ سب میں نے ایک جگہ کیا ہے اُس کتاب کو پڑھیں گے تو حیران ہو جائیں گے۔ آپ کو کیا پتہ یہاں شیرٹن (ہوٹل کا نام) میں امریکن بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ میری تقریرات کو سن رہے ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم نے آج تک ایسی تقریریں کسی زبان میں نہیں سنیں۔ میسج آتے ہیں۔ بھئی آپ پہلے یہ تو سمجھیں میں ورک (work) کیا کر رہا ہوں، کام کیا کر رہا ہوں، صرف یہ نہ سمجھئے مجلس ہے، آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں صرف جامعہ سبطین میں بیٹھا ہوں۔ یہ تھوڑی سی باتیں ضروری ہو جاتی ہیں

تاکہ آپ وہاں پر بات کر سکیں، میری مخالفت میں آپ کے کان بھرے جاتے ہیں کچھ بول سکیں۔ مخالفت کرنا بہت آسان ہے جس کے خلاف کھڑے ہو جاؤ پتھر مارنے لگو، گالیاں دینے لگو، لیکن کسی کے افکار کو سمجھنا بہت دشوار ہے اگر ایسا ہوتا تو قومیں بہت جلد اپنے انبیاء کو سمجھ لیتیں، پتھر نہ مارتیں، جب قوموں نے انبیاء کو نہ سمجھا تو ایک میرے جیسے عام، جاہل انسان کو کیا سمجھیں گے؟ آپ سمجھتے ہیں جو یہ میری مخالفتیں سارے شہر میں پھیلائی جارہی ہیں بھائی! یہ سب حسد ہے اور حسد ہوتا ہے قدرت کے عطیئے پر یہ حافظہ یہ مناظر دکھادینا، یہ کیسے دِکھادیتے ہیں یہ کیسے اتنے علمی حوالے دے دیتے ہیں، کہاں سے پڑھتے ہیں؟ ہم تو ایسا نہیں پڑھ سکتے، مرجاؤ، حسد میں مرجاؤ۔ چیلنج ہے میرا لیکن جس کی مدد...... بھروسہ ہے اس علم پر، بھروسہ ہے عباسؑ پر، وہاں جاکر عباسؑ کی ضریح پر رخسار رکھ کر یہ نہیں دعا مانگی کہ مجھے دولت مند بنانا، عباسؑ مجھے بڑی حویلیاں عطا کرنا، بس یہ مانگا کہ جب تک زندہ رہیں آپ کے آقا حسینؑ کا ذکر کرتے رہیں۔ دے دیا عباسؑ نے، جو مانگے دل سے مل جاتا ہے، ہوگئی تقریر اور آخری جملے ادا کر رہا ہوں۔ میرے آرٹسٹ نے اس کے چھ ٹائیٹل بنائے تھے، (کتاب ''اُمّ البنینؑ دکھاتے ہوئے'') ایک ٹائیٹل ایسا تھا جسے دیکھتے ہی میں رونے لگا۔ میں نے اُسے نہیں چھاپا، اس لئے نہیں چھاپا کہ کیا قوم اس ٹائیٹل کی قدر کر سکے گی! وہ اب تک کمپیوٹر میں موجود ہے، اکبر صاحب جو ہمارے پبلشر (pablisher) ہیں ان کو معلوم ہے وہ ٹائیٹل (title) میں نے کہا تھا انھوں نے کہا دوسرے ایڈیشن (edition) میں دے دیجئے گا مگر میری ہمت نہیں پڑ رہی کہ میں وہ ٹائیٹل اس پر چھاپ سکوں۔ ٹائیٹل ہی ایسا ہے کہ اندر سے عباسؑ کی قبر جس کی

کوئی زیارت کر نہیں پاتا، قبر کے گرد پانی تیزی سے گردش کر رہا ہے، طواف کر رہا ہے فرات کا پانی چاروں طرف، پھر یہ جناب سیّدہ کی قبر ہے، یہ حضرت اُمّ البنین کی قبر ہے، یہ ضریح ہے لیکن جو ٹائیٹل دیکھ کے میں رونے لگا میں سناتا ہوں کہ اُس نے کیا بنایا۔ اُس نے اپنا دل رکھ دیا، کیسے بنایا اور کیسے اُس روایت تک پہنچا۔ شاید وہ روایت اُس نے نہ پڑھی ہو، وہ روایت یہ ہے اُس نے ٹائیٹل میں دکھایا کہ ایک بی بی نقاب پوش سیاہ برقعے میں آکے فرات کے پانی میں کھڑی ہوگئی اور دونوں ہاتھ اٹھا کر کہنے لگی پروردگار میرا عباسؑ کہاں ہے؟ (شورِ گریہ) سن لیا نہیں سن پائے نا، تو دیکھتے کیسے تم! بس یہ روایت سناتا ہوں۔ پانچ بیبیاں سائے میں نہیں بیٹھیں، ہمیشہ دھوپ میں بیٹھی رہیں، چھت کے نیچے نہیں بیٹھیں، اُمّ فروہؑ، اُمّ لیلیٰؑ، اُمّ ربابؑ، حضرتِ زینبؑ، اُمّ البنینؑ، دھوپ میں بیٹھی رہیں، دو جملے، تقریر ختم ہوگئی، اطمینان سے انشاء اللہ کل پڑھیں گے۔ سال گزر گیا قافلہ واپس آ گیا، روتے روتے اُمّ البنینؑ کو سال گزر گیا اور یہ بھی سن لو۔ یہ روایت کتاب میں لکھی ہے، حضرتِ زینبؑ آئیں تو اعلان ہوا، ہر گھر میں مجلس ہوگی اور اعلان یہ ہوا ایک مجلس امام حسنؑ کے گھر پہ ہوگی ایک اُمّ لیلیٰؑ کے گھر پہ ہوگی، ایک اُمّ ربابؑ کے گھر پہ ہوگی، ایک حضرتِ زینبؑ کے گھر پہ ہوگی، لیکن اعلان یہ ہوا کہ پہلی مجلس اُمّ البنینؑ کے گھر پہ ہوگی، جب قافلہ آیا تو پہلی مجلس کہاں ہوئی اُمّ البنینؑ کے گھر، جب ایک سال گزر گیا تو ایک سال تک اُمّ البنینؑ کچھ نہیں بولیں۔ ایک سال کے بعد آئیں اور کہا بیٹا سیّد سجادؑ میرے لعل! میں کربلا دیکھنا چاہتی ہوں جہاں میرا حسینؑ مارا گیا، مجھے زیارت پہ لے چلو گے، ہائے! تم نے کیسے سنا ہے اور میں نے کیسے پڑھا، قافلہ چلا، پہلے ایک جملہ سن لو میں نے

اپنی کتاب اُمّ البنینؑ میں باب کا نام کیا رکھا ہے "بابِ اُمّ البنینؑ" آپ روضہ حضرت عباسؑ پہ جائیں گے، ہر دروازے پر ایک نام لکھا ہے، بابِ امام علی نقیؑ، بابِ سقائے حرم، بابِ فرات، بابِ موسیٰ کاظمؑ، ایک دروازے پہ لکھا ہے "بابِ اُمّ البنینؑ"، امام فرماتے ہیں کہ کربلا میں حسینؑ کی قبر کی زیارت کی، اپنے آپ کو قبر پہ گرادیا، پھر کہا سیدِ سجادؑ! عباسؑ کہاں ہے؟ بازو پکڑ کر لے چلے جیسے ہی بابِ اُمّ البنینؑ کے قریب آئیں، قبرِ عباسؑ دیکھ کر بے ہوش ہو کے گریں عباسؑ! ماں آئی ہے......
گود میں آجا عباسؑ..........آجا...............

ساتویں مجلس

ہائے! اِمام رضا علیہ السلام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے اور درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

چودہ سو ستائیس ہجری کے عشرۂ چہلم کی ساتویں تقریر آپ حضرات سماعت فرمارہے ہیں، مجالس کا عنوان ''حیاتِ علمدارِ فوجِ حسینیؑ سرکار ابوالفضل عباسؑ'' ہے۔ سلسلہ موضوع کا قائم رہے گا لیکن آج ہمارا ممدوح امام ہشتم سرکارِ حضرت امام علی رضا صلوٰۃ اللہ علیہ ہے، بعد مجلس ہمیشہ یہاں تابوت برآمد ہوتا ہے اِس لئے ہر سال سترہ صفر یومِ شہادت، امام رضاؑ ہی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ وہ امام کہ جو اپنے وطن سے بہت دور، مدینے سے بہت دور، ایک تنہائی کے مقام پر دفن ہوا لیکن آج ایک عظیم الشان روضہ آپ کی قبر کے گرد بنا ہوا ہے، جسے دیکھ کر عقل حیران ہوتی ہے۔ ہر سال عمارت میں اِضافہ ہی ہوتا جاتا ہے صحن اُس کے آگے بڑھتے جارہے ہیں، جیسے جیسے روضے کی وسعتیں بڑھ رہی ہیں تو پھر مجمع کم لگنا چاہئے تھا لیکن ہر صحن زائروں سے بھرا ہوا اِس لئے کہ زائروں کے دل بھرے ہوئے ہیں، جب کہیں نہیں پہنچ پاتے تو اس امام کے پاس پہنچ کر یہی کہتے ہیں کہ آپ کے جد رسولؐ اللہ کا روضہ ایسا نہیں بن سکا، جنّت البقیع میں ائمہؑ کے روضے نہیں بن سکے، کاش سارے امام اپنی زندگی میں مدینے کو چھوڑ دیتے، عرب کو چھوڑ دیتے تو آج سب کے روضے امام رضا جیسے روضے ہوتے۔ بدبخت اُمت،

منحوس اُمت، کم بخت اُمت، صرف اس قوم کی اِصلاح کے لئے قربانیاں دیں اور وطن کو نہیں چھوڑا ورنہ وہ کرتے جو رسولؐ نے کیا مدینے کو چھوڑ دیتے، مدینے والوں کو دھتکار دیتے، رسولؐ نے ذلیل ورسوا کیا مکے والوں کو تو مکہ چھوڑ کر مدینہ بسایا۔ رحیم کی اولاد تھے، رحمت کامل نہ ہوتے تو یہ عمل ائمہؑ نہ کرتے۔ مدینے کو نہیں چھوڑا اگر اُس وقت امام حسنؑ مدینے کو چھوڑ کر ہندوستان چلے جاتے تو آج پورے ہندوستان میں صرف علیؑ کے ماننے والے ہوتے، ولائے علیؑ میں سرشار ہوتے۔ یہ دوسری بات ہے کہ حسینؑ کی محبت سے وہ سرشار ہو گئے اور ولائے علیؑ کو ہندوستان والے پا نہ سکے۔ ہندوستان کا ہندو، حسینؑ کا عاشق بنا۔ وہ اس لئے عاشق بنا کہ آج تک مسلمان یہی نہ سمجھ سکے کہ معصوم کی زبان سے نکلا ہوا ایک چھوٹا سا جملہ بھی کائنات کا منشور بن جاتا ہے۔ یہ بول دیں، بس کہہ دیں، چھوٹا سا جملہ، اتنا ہی تو کہا تھا، ''عمر سعد! راستہ دے مجھ کو یا مجھے مدینے واپس جانے دے یا راستہ دے دے کہ میں عرب کی سرحدوں سے نکل کر ہندوستان چلا جاؤں'' بس اتنی سی خواہش کی تھی۔ اُمت سے کہا تھا ہمیں ہندستان چلا جانے دو تو ہندوستان والوں نے اپنے دلوں کو کھول کھول کر عزاخانے بنا دیئے۔ دل کھلے ہوئے ہیں اب یہاں ملائیت کی باتیں مت کیا کیجئے کہ کلمہ پڑھا کہ نہیں پڑھا، شرطِ محبت یہ کلمہ نہیں ہے۔ محبت، محبت ہے کلمہ تو اُن لوگوں کے لئے رکھا گیا جن کے دلوں میں محبت نہیں تھی، پتھر دل تھے، اُن کو احساس دلانا تھا کہ کائنات کا مالک کوئی اور ہے جو تم سے سوال وجواب کرے گا، تمہاری کفر پرستیوں پر جہنم میں تمہیں ڈال دے گا یہ کلمہ پڑھو اور مسلمان ہو جاؤ۔ کافر سے کلمہ پڑھوایا جاتا ہے۔ مومن سے کلمہ نہیں پڑھوایا جاتا۔ عرب میں سب کافر بستے تھے اس لئے کلمہ

اُن سے پڑھوایا گیا۔ جاہل، احمق، بدعقل کہتے ہیں ابوطالبؑ نے کلمہ نہیں پڑھا، اُمت کے لئے کچھ اور ہے خاندان والوں کے لئے کچھ ہے۔ خاندان کے کسی فرد سے رسولؐ نے کبھی نہیں کہا کہ کلمہ پڑھو اور سر کٹادوں اگر کوئی دِکھادے کہ کبھی رسولؐ اللہ نے اسلام آنے کے بعد خدیجہؑ سے کہا ہو کسی وقت کہ کلمہ پڑھ لو، علیؑ سے کہا ہو کلمہ پڑھ لو، ابوطالبؑ سے کہا ہو، کلمہ پڑھ لو، حمزہؑ سے کہا ہو کلمہ پڑھ لو۔ اپنے پیمانوں پہ ناپنے والو! کلمے کی دنیا میں نبیؐ کو اتارا تھا، کلمے کی چھاؤں میں اُتارا تھا، تم کلمہ ہی نہ سمجھے کہ کلمہ کیا ہے؟ لفظ ادا ہو جائیں کلمہ ہے۔ اللہ نے قرآن میں لفظوں کو کلمہ نہیں کہا، عیسیٰؑ کو کلمہ کہا اُس سے بڑا کلمہ محمدؐ تھے جو اُٹھتے بیٹھتے سلمانِ محمدیؐ کہتے یہی تو کلمہ ہے۔ محمدؐ! اِدھر آؤ، محمدؐ! میرے سینے سے لگ جاؤ، یہی کلمہ ہے، اِسی کو کلمہ کہتے ہیں۔ فاطمہ بنت اسدؑ پکار رہی ہیں "محمدؐ" ابوطالبؑ پکاریں، "محمدؐ" اب بھی کسی کلمہ کی ضرورت ہے، واہ رے صحیح بخاری اور واہ رے صحیح مسلم، کاش اُس زمانے میں مدرسے ہوتے تو امام مسلم اور بخاری کچھ پڑھ ہی لیتے، تعلیم ان کی ہو جاتی چونکہ مدرسوں کا دور نہیں تھا اس لئے نہ قرآن پڑھ سکے نہ حدیث، اگر حدیث پڑھے ہوتے تو استخارے کر کر کے حدیثیں نہ چھانٹتے۔ استخاروں سے کتاب بنی، لوگوں کا استخاروں پر ہی یقین نہ رہا، کلمہ نہ تلاش کیا کرو، دیکھو وہ بات کیا کر رہے ہیں، کہتے کیا ہیں؟ اُن کا فخر تو دیکھو اُن کا فخر یہ ہے کہ پکار کر کہتے ہیں، مسلمانو! حسینؑ کا قاتل تم میں ہے ہم میں نہیں ہے۔ ہندو کو فخر ہے کہ حسینؑ کا قاتل مسلمانوں میں ہے، ہندوؤں میں نہیں ہے۔ مسلمانوں سے نفرت کرتے ہیں، حسینؑ سے پیار کرتے ہیں، بال ٹھاکرے مسلمانوں سے نفرت کرتا ہے لیکن بمبئی میں جتنی سبیلیں ہیں سب بال ٹھاکرے نے بنوائی ہیں۔ عاشور کے دن خود

بال ٹھا کرے تعزیئے میں شریک ہوتا ہے مگر مسلمانوں سے نفرت کرتا ہے۔اس میں زبردستی کیا ہے؟ اپنے آپ کو پیار کر کے دِکھلاؤ تو جانوں! ایسی قوم بنو کہ لوگ پیار کریں اب تو وہ نفرت ابھری ہے کہ پورا امریکہ، پورا چائنا مسلمانوں سے نفرت کر رہا ہے۔اب بدل دو نفرت کو محبت میں تو جانوں! مسلمانوں کو محبت کیسے ملے گی؟ محبت کی کچھ وجوہات ہوتی ہیں، دور سے دیکھے کہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ جنھوں نے ان کے لئے قربانیاں دیں، دین دیا، انسان بنایا۔اُنہی سے بیزار ہیں، اپنے نبیؐ کی اولاد سے بیزار ہیں، کچھ سننے کو تیار نہیں ہیں، اُن کے روضوں سے محبت نہیں ہے۔قبروں سے پیار نہیں ہے۔قبروں کے خلاف بول رہے ہیں۔اُنھیں معلوم ہے کہ تمھیں پیار کرنا آتا کب ہے کہ تم سے پیار کیا جائے، میرا آج کا میسج (message) یہی ہے اور یہی پیغام میں دیتا رہتا ہوں آپ کے ذریعے تمام دنیا کے مسلمانوں کو، پہلے انسانیت سیکھو، وہ دور چلا گیا جب تم گھوڑے دوڑاتے چلے جاتے تھے اور ملکوں کو تہس نہس کر دیتے تھے۔تاریخ دفن ہوگئی، کافروں اور مشرکوں نے اُکھاڑ کے پھینک دیا، خلافت کا دور ختم ہوا، اب تم فتوحات نہیں کر سکتے، اسپین اور ایران کی فتح ختم ہوئی۔اب تم کسی ملک میں گھس نہیں سکتے، جو ملک سرحد بند کر دے، پاسپورٹ دیکھ کے ائیر پورٹ سے واپس کر دے۔اب کیا فتوحات کی باتیں، اب کون سے ملک فتح کرو گے؟ کہاں غزنوی کا جاہ وجلال کہاں ہے غوری؟ خلجی اور تغلق کی حکومتیں کہاں ہیں؟

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

جاؤ! پھر بحرِ ظلمات ہی میں چلے جاؤ۔جاؤ اب زمین تمہارے لئے تنگ ہوگئی

ہے۔ مسلمانوں کے لئے زمین تنگ ہے۔ ابھی بھی مسلمانوں کو ہوش نہیں آ رہا، تنگ وہ کریں تمہیں اور تم ہمیں تنگ کرو یہ فلسفہ تو ہمیں سمجھاؤ، آپ میں سے کوئی اُٹھے اور ہمیں سمجھا دے، اگر آپ بڑا سیاست کو سمجھتے ہیں اخبار، ٹی وی، ریڈیو ان میں سے کوئی پڑھا لکھا ہو تو مجھے سمجھا دے، کہ امریکہ تنگ کر رہا ہے مسلمانوں کو، برطانیہ تنگ کر رہا ہے مسلمانوں کو، تم ان کو تنگ کرو، شیعوں کو کیوں تنگ کر رہے ہو؟ کسی کے پاس اس کا جواب ہے اور وہ تو کسی مسلمان کی ہیلپ (help) کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہے چلو یہ فارمولا (farmula) بن جاتا کہ امریکہ شیعوں کی مدد کر رہا ہوتا، امریکہ یہ نہیں کر رہا، کم از کم برطانیہ شیعوں کو کچھ مراعات دے دیتا، پابندیاں شیعوں اور سنیوں پہ ایک جیسی ہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جب ہمارے ساتھ بھی نہیں ہے امریکہ یعنی سب سے بڑا دشمن شیعوں کا امریکہ ہے، سنیوں کا نہیں ہے۔ امریکہ ایران کا سب سے بڑا دشمن ہے، سعودی عرب کا نہیں ہے۔ بھئی! ایران پہ بم گرانے کو تیار ہے کہ جنوری سے پہلے ہم دوسو ستاون میزائل ایران پہ گرا دیں گے، بش کہہ رہا ہے جنوری سے پہلے حملہ ہو جائے گا، اگر یہ نہیں مانے جو ہری توانائی کے مسئلے میں، وہ یہ تو نہیں کہہ رہا کہ سعودی عرب پہ بم گرا دیں گے، کب کہہ رہا ہے امارات پہ گرا دیں گے۔ سنی تو بچے رہیں گے بم تو شیعوں پہ گریں گے بش کے، مجھے ورلڈ سیاست کا مسئلہ تو سمجھاؤ کہ یہ سب کیا ہے؟ مشرک، یہودی، کافر، شیعوں کا دشمن اور سنیوں کے سارے فرقے بھی مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ سوال یہ ہے کہ شیعہ ہیرو کیوں بنے ہوئے ہیں؟ یہ ایران اور عراق کیوں مرکز بنا ہوا ہے؟ اب سمجھو! جو پڑھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ جیسے جیسے ظہور کا وقت قریب آتا جائے گا، ایران اور عراق جنگ کا میدان بنے گا۔

ہم تھوڑے سے سہی، ہم ذرا سے سہی، پیس کے رکھ دیا، کتنے ہیں؟ ارے پاکستان میں کتنے ہیں، دس فیصد، پندرہ فیصد، ایک فیصد ہی سہی حالانکہ ہم اسی فیصد بحرین میں، اسی فیصد عراق میں، چالیس فیصد شام میں، پینتیس فیصد سعودی عرب میں، پچاس فیصد پاکستان میں لیکن صحیح اس لئے نہیں کہتے کہ نظریں نہ لگیں، کیوں نظر لگوائیں؟ ہمیں کوئی یہ فلسفہ سمجھا دے سنو!، ہم ہیرو کیوں ہیں کائنات میں؟ امریکہ سپر پاور (super power) کی نظر میں صرف ہم کیوں چڑھے ہوئے ہیں، کوئی مسلمانوں کا فرقہ کائنات کی نظر میں نہیں ہے سوائے ہمارے، روس ہو، برطانیہ ہو یا امریکہ کا کوئی ملک ہو یا چائنا ہو یا ہندوستان ہو، جتنی بھی دنیا میں حکومتیں ہیں سب کی نگاہیں ہم پر لگی ہیں، کیوں لگی ہیں؟ اس لئے کہ انھیں یہ معلوم ہے کہ سارے مسلمان بغیر نکیل کے گھوڑے ہیں، اونٹ ہیں، ان کا کوئی آنے والا ہے، ان کو یقین ہے کہ وہ ضرور آئے گا، ہمارے یقین کو دیکھ کر وہ جانتے ہیں کہ یہ جو جی رہے ہیں تو وہ جب آئے گا تو سیدھا ان کے پاس آئے گا۔ ابھی وقت نکل نہیں گیا، وقت ہے، حدیثیں ہیں، مر نہیں گئیں، اہلِ سنت کے ہر فرقے کے راوی لکھنے والے ہیں، موجود ہے حدیث کہ فرمایا سرکارؐ نے قیمتی جملے دیتا چلا جا رہا ہوں تا کہ موضوع تک پہنچ جاؤں۔ ہر جملہ قیمتی اور تبرک ہے۔ فرمایا سرکارؐ نے کہ اگر میری اولاد کے یعنی سادات کے کسی فرد کے ہاتھ پر اُمت نے بوسہ دیا تو گویا میرے ہاتھ کو چوما۔ (سامعین کی خاموشی) ہلکے ہو کر مت سنو۔ ہمیں ہلکے لوگ پسند نہیں ہیں، بھاری بھرکم لوگ پسند ہیں۔ اب آپ اپنے کو سمجھ کے بیٹھ جائیں، تمام مسلمانوں کے فرقے نکلیں اور سیدوں کے ہاتھ چومیں، اپنی عبادت بنالیں، یہ نمازیں کام نہیں آئیں گی، یہ مسجدیں، یہ اذانیں کام نہیں آئیں گی، اگر

ہمارے ہاتھ چوم لئے تو رسولؐ تمہاری طرف دیکھیں گے ورنہ منہ پھیر لیں گے کہ جواب دو میری اولاد کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ میں نے دو چیزیں چھوڑی تھیں قرآن اور اولاد، یہ مسلمانوں کا امتحان ہے۔ ہر فرقے ہر مسلک کا امتحان سادات ہیں، جب تک روئے زمین پر سادات ہیں مسلمانوں کا امتحان ہو رہا ہے۔ حدیثیں پکار رہی ہیں تو میں ہندو کی تعریف نہ کروں! تم سادات کے گلے کاٹو اور ہندو دِفاع کرے، گھر میں تعزیہ رکھے، عاشور منائے، کافر حکومت دو، دو، تین، تین دن کی چھٹی دے، تعزیوں کے لئے پیپل کے درختوں کی شاخیں کٹ جائیں، بجلی کے تار گرا دیئے جائیں، تم تعزیوں کو جلاؤ، تم ذوالجناح کو مری (اسلام آباد) میں گولی مار دو، تم امام باڑوں میں بم پھاڑو، تم روضے گرا دو، پھر تعریف کروں، قصیدے پڑھوں، کیسے قصیدے، کاہے کے قصیدے، زبانوں پر پابندی نہیں لگ سکتی، جو کچھ ہو رہا ہے ٹیلی وژن پر، جو کچھ ہو رہا ہے اخباروں میں، سب ہماری نظر میں ہے، ابھی موقع ہے سدھر جاؤ، اہلِ بیتؑ ایسی جگہ ہیں اتنی اعلیٰ جگہ ہیں کہ ایک جملہ بھی اُن کے خلاف بولو اُن کے وقار میں کمی نہیں ہو گی لیکن جو سوال طلب کرتے ہیں وہ صرف احساس دِلانے کے لئے کہیں یہ نہ سمجھ لینا کہ وارث نہیں ہیں، صرف اِسی لئے ہم سوال کرتے ہیں یہ کیا کہا؟ کیوں کہا؟ یہ انیتا رائے (Anita Rai) کا ذکر کر رہا تھا، یہ کوئی ایسی عام لڑکی نہیں ہے۔ یہ بینک آف انڈیا کے پریزیڈنٹ کی اکلوتی بیٹی ہے، جب باپ کو یہ پتہ چلا کہ یہ ولائے علیؑ میں ڈوب گئی ہے تو باپ نے کہا کہ ہندو مذہب کے مطابق جائیداد کے بعض حصوں سے تم محروم ہو جاؤ گی۔ بیٹی نے جواب دیا کوئی بات نہیں، شادی اُس نے لاہور کے سیّد زادے ایاز رضوی سے کی اور اس سال وہ گھر گئی۔ ماں سے بھی ملی، باپ سے

بھی ملی ۔ بڑا استقبال ہوا اُس کا، باپ نے کچھ نہیں کہا، باپ نے اور پورے خاندان نے کتابیں پڑھیں اور آپ میں سے جو لوگ انگلش پہ عبور رکھتے ہیں اُس نے شرط لگائی ہے کہ میری کتاب اُس کے ہاتھ میں جائے جو اچھی انگلش سمجھ سکے، اُس نے یہ شرط لگائی کہ کسی ایسے سے میری کتاب کا اُردو ترجمہ کرائیے گا جس کی انگلش اور اُردو دونوں اچھی ہوں، اسے حسینی ذوق کہتے ہیں، یہ جمالیات کی معراج ہے اتنی اچھی انگریزی لکھتی ہے وہ کہ کتاب کا نام (کتاب دکھاتے ہوئے Kurukshetra, Calvary, And Karbala) کوروکھیشترا یہ مہا بھارت کا نشان ہے، کلوری یہ حضرت عیسیٰؑ کی قربان گاہ کا نشان صلیب ہے۔ اور کربلا یہ حسینؑ کا پرچم ہے، "اناللہ وانا الیہ راجعون" آپ اس کے ذہن کی معراج دیکھئے کہ اُسے پتہ ہے کہ علم پر کربلا میں کیا لکھا تھا۔ اُس کی معلومات کو داد دیجئے۔ اُس کی کتاب کا چیپٹر (chapter) شروع ہوتا ہے کہ ایک ہندو گھرانے میں تعزیہ رکھا ہوا تھا، وہ وہاں پہنچی اور اُس گھرانے کا اِنٹرویو (interview) لیا کہ تم لوگ تو ہندو ہو، تم نے حسینؑ کا تعزیہ کیوں رکھا ہے؟ اُس خاندان کا جوان لڑکا جواب دیتا ہے کہ کیا حسینؑ صرف مسلمانوں کے لئے آئے تھے۔ اُس نے انیتا سے کہا کہ نہیں حسینؑ ہمارے لئے آئے تھے، حسینؑ پوری دنیا کے لئے آئے تھے، اُس کے بعد عیسیٰؑ کا کارنامہ، مہابھارت میں کرشن نے جو کچھ ارجن سے کہا، یہ سب کچھ آپ کو کتاب پڑھ کر معلوم ہوگا کہ مہابھارت کی لڑائی جس میں بھگوان پانچ کی طرف ہو گئے اس لئے کہ پانچوں بھائیوں کے سگے ماموں بھگوان تھے، پانچوں کا ننھیال بھگوان کا گھر تھا۔ کرشن جی اُن کے بھگوان ہیں۔ ایک بھائی کا نام ارجن تھا۔ ارجن کے رتھ کے رتھ بان بھگوان بنے، بھگوان نے اپنے

بھانجے کے رتھ (گھوڑا گاڑی) کو چلایا، میدانِ جنگ میں آ کر بھگوان نے اپنے بھانجے ارجن سے جو کہا وہ سب توحید کا پیغام تھا، حق کیا ہے؟ باطل کیا ہے؟ وہ اپنے بندوں سے کیا طلب کرتا ہے؟ جو کچھ وہ میدان جنگ میں کہتے گئے اُنہی اقوال کا نام کتاب مہابھارت ہے، اتنی موٹی (اشارہ) کتاب بنی جو اقوال انھوں نے میدانِ جنگ میں اپنے بچوں کو سنائے، حق کیا ہے؟ اللہ کا پیغام کیا ہے؟ یہ باتیں ساڑھے پانچ ہزار برس پُرانی ہیں یعنی اسلام آنے سے تین ساڑھے تین ہزار برس پہلے، حضرت ابراہیمؑ کی آمد سے پہلے، اس لئے کہ اسلام کی بنیاد حضرت ابراہیمؑ نے رکھی، کعبے کو جب بنایا، مہابھارت اُس سے پہلے کی بات ہے۔ آلِ محمدؐ کے دنیا میں تشریف لانے سے ساڑھے پانچ ہزار برس قبل، بھگوان کرشن نے ارجن کو بتایا کہ کچھ لوگ آنے والے ہیں، وہ بھی تعداد میں پانچ ہوں گے، سنو ارجن! ایشور نے کائنات اُن پانچ کے لئے بنائی ہے، یہ مسلمان فرقے کہاں بیٹھے ہوئے ہیں، ٹیلی وژن پر کیا اسلامی باتیں ہو رہی ہیں؟ جائیں اور کائنات کی کتابوں کو کھنگال کر دیکھیں، خلافت نبی کی وفات کے بعد سقیفہ کلب میں شروع ہوئی، آلِ محمدؐ اُس وقت بھی تھے جب آدم آب و گِل میں تھے، صرف اس لئے نہیں سناتے کہ احساس کمتری ہے، کسی آسمانی کتاب میں خلافت کا ذکر نہیں ہے، توریت، انجیل، زبور بازار میں ملتی ہیں، لاؤ اور ایک سطر بھی پڑھ کر سناؤ جس میں سقیفہ کا ذکر ہو، خلافتوں کے ادوار کا ذکر ہو، کھل کر کہیئے کیا منوانا چاہتے ہیں؟ قرآن وحدیث اور ہے خلافت اور ہے، قرآن اور حدیث میں یہ سب کچھ نہیں ہے جو پاکستان کی اسلامیات میں پڑھایا جا رہا ہے۔ یہ آپ کی بنائی تاریخ ہے، یہ تاریخ دفن ہوگئی، اب اس میں زندگی کے آثار نہیں ہیں۔ تاریخ مر چکی، تاریخ مر جاتی ہے،

زندہ نہیں رہتی، آپ کہیں گے آدمؑ سے عیسیٰؑ تک انبیاء کی بھی تو تاریخ ہے، کیا یہ تاریخ بھی مرگئی! یہی تو فرق ہے، تمہاری بنائی تاریخ مرچکی اللہ کی بنائی تاریخ زندہ ہے۔ حسینؑ کو آنا ہے، حسینؑ آئیں گے اور حسینؑ جب آئیں گے تو رسولؐ اللہ کہیں گے ''حسینؑ جاؤ تمہیں بہت پکارا ہے ہندوستان والوں نے جاؤ، حسینؑ تم ہندوستان جاؤ'' تینتیس ہزار برس تک ہندوستان کو پایۂ تخت بنا کر امام حسینؑ ہندوستان پر حکومت کریں گے اس لئے کہ ہندوستان کے ہر فرد نے حسینؑ کو اپنا دیوتا تسلیم کیا۔ نبی کہیں گے کہ جتنا پیار بٹا ہے تمہارے لئے وہاں اتنا کہیں نہیں بٹا حسینؑ تم ہندوستان جاؤ۔ جس نے ساری دنیا کو پیار دیا وہ کہہ رہا ہے، برسوں سے اس پہ مقالے لکھے گئے، نجم آفندی کا مقالہ ہے، ''ہندوستان اور حسینؑ'' السٹریٹڈ ویکلی، (Illustrated Weekly) انگریزی کے اخبار نے چھاپا، ''بھارت اور ہندوستان'' بھارت ایک چھوٹا سا ٹکڑا آج بھی، اس کہتے ہیں جنوبی خطہ ایشیاء کا پاک و ہند کو ملا کے، ہم کیا کریں؟ اپنے ملک میں بیٹھ کے تعریفیں کرلیں، جو نقشے باہر بنے ل رہے ہیں امریکہ اور وہاں اس لئے کہ وہ ہزاروں برس پُرانا ملک ہے۔ یہاں کے مسلمانوں کو یہ سوچنا پڑے گا اور سبق لینا پڑے گا کہ حسینؑ کے تعزیہ پر آج تک ہندوؤں نے جھگڑا نہیں کیا۔ کیا مسلمانوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جنھوں نے کلمہ نہیں پڑھا وہ کیسے پیار کررہے ہیں حسینؑ کے ماتم داروں سے تو آپ کو پیار کیوں نہیں ہوتا؟ ہم سب محبت کیوں نہیں کرتے؟ یہی مجلسوں کا موضوع ہے، جس دن آپ پیار کرنے لگیں گے سارے مسئلے حل ہوجائیں گے، یہ مجلسیں آپ کو پیغام دیتی ہیں کہ مسلمانوں کے سارے فرقے حسینی ماتم داروں سے پیار کریں ہم تو کسی سے نفرت نہیں کرتے۔ اس سے بڑی

دلیل کیا دیں کہ اگر ہم نفرت کر رہے ہوتے تو یہاں کیوں آتے؟ اگر ہمیں مسلمانوں سے نفرت ہوتی تو ہم ہندوستان سے کیوں آتے، ہجرت کر کے کیوں آتے؟ آج اخبار میں پڑھ لیجئے اربوں ڈالر کی state (ریاست) ہندوستان کی حکومت نے مہاراجہ محمود آباد کے بیٹے کو واپس کی ہے۔ آج اُس کی detail (تفصیل) آئی ہے۔ اربوں ڈالر! آج اخبار کی heading (سرخی) ہے۔ اپنے امام باڑے میں وہ کھڑے ہوئے ہیں نیچے تحریر ہے، ''ہندوستان کا شہزادہ اپنی state میں واپس آیا ہے'' جرم صرف یہ تھا کہ اس کے باپ نے پاکستان کیوں بنایا تھا؟ اسی بناء پر ساری جائیداد حکومتِ ہند نے ضبط کر لی تھی۔ پینتیس سال مقدمہ لڑا ہے۔ اب پاکستان کہہ رہا ہے'' آسرا ہوا ہے کہ محمد علی جناح کی بمبئی والی جائیداد پاکستان کو مل جائے گی'' یعنی جناح ہاؤس مل جائے گا۔ یاد رکھئے جناح کو ملے یا راجہ صاحب کو ملے اُنھوں نے تصویر اپنی ریاست کے کسی ہوٹل میں کھڑے ہو کے نہیں کھچوائی۔ تصویر جو آئی ہے وہ اپنے بزرگوں کے بنوائے ہوئے امام باڑے میں کھڑے ہیں۔ امام باڑے کے در دیکھیے، جنھوں نے دیکھا ہے اور ہم پوری state گھوم کر آئے ہیں۔ راجہ صاحب نے خود دعوت دی تھی کہ ہمارے محل ہمارے قلعے میں آئیں، جب ۱۹۹۷ھ میں ہم لکھنؤ گئے تھے، نوجوان نسل کو جا کر دیکھنا چاہیئے کوئی معصوم نہیں جس کا روضہ محمود آباد میں نہ بنا ہو۔ مدینہ، گنبدِ خضرا، جنّت البقیع، روضۂ حسینؑ، روضۂ عباسؑ، سامرہ، کاظمین، ہر روضے کی نقلیں بنی ہوئی ہے۔ ہو بہو ویسی ہی عمارتیں، ضریحیں بنی ہوئی ہیں۔ قدر کرنا سیکھو۔ میں نے لاہور اور ملتان میں بھی پیغام دیا، سندھ بار میں جہاں سارے وکلاء تشریف فرما تھے وہاں بھی اور پہلی محرم سے بار بار یہ پیغام دے رہا ہوں کہ

عزاداری صرف ایک مذہب نہیں ہے۔ یہ ایک ثقافتی ورثہ ہے۔ آج تک مجھے کہیں سے جواب نہیں آیا کہ سکھوں کا تہوار بسنت پورا پاکستان مل کر بڑی دھوم سے مناتا ہے مگر ہمارے ساتھ مل کر محرّم نہیں منایا جاتا! سارے فرقے مل کر ہمارے ساتھ محرّم کیوں نہیں مناتے؟ سکھوں کا تہوار بسنت کیوں مناتے ہیں؟ جبکہ اس پر پابندیاں لگ رہی ہیں، اُس میں جانیں جاتی ہیں۔ اُس میں چھت سے گر گر کے مرجائیں اور ہم پر الزام کہ کہیں مر نہ جائیں زنجیریں لگا لگا کے، آج تک تو کوئی نہیں مرا، چھت سے پتنگ اُڑاتے تو گر کر مرے، ماتم میں کوئی نہیں مرا تو پھر میں یہ کہوں کہ سکھوں کا تہوار منا کر آپ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آپ کے اجداد کے رشتے ان سے ملتے ہیں تو پھر ہمارے اجداد کے رشتے صحیح ہیں نا، یہی دشمنی ہے۔ آیئے! رشتے ہم لگواتے ہیں۔ یہاں رشتہ، رشتے سے ہو کے نہیں لگتا۔ قرآن نے منشور دے دیا کہ یہاں رشتہ لگتا ہے، "**قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى**" یہاں صرف مودّت کا رشتہ ہے۔ محبت میں ڈوب جاؤ اور رشتہ داری کرلو۔ بادشاہوں نے رشتے تو بہت لگانے چاہے مگر وہ رشتے ٹوٹ گئے، اُن کی عقل ہی میں نہ آیا کہ اصل رشتہ مودّت ہے۔ لڑکی دینا رشتہ نہیں ہے۔ وہ رشتہ نہیں رہتا حالانکہ وہ اس مادی رشتے ہی کو رشتہ سمجھتے تھے، ہر دور میں یہی کہ ہر شہزادے سے ہماری بیٹی کی شادی ہو جائے، کوئی حسنؑ سے اپنی بیٹی کی شادی چاہتا ہے کوئی حسینؑ سے اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہتا ہے۔ اب مامون کا دور آ گیا۔ ابھی تک دماغوں میں یہی سمایا ہوا ہے کہ بیٹی دے کے رشتہ لگالیں، ہماری بیٹی سے شادی کر لیجئے۔ رحمت کی چھاؤں میں پلنے والے دل نہیں توڑا کرتے تھے، یہ بتادیا کرتے تھے کہ یہ رشتہ داریاں نہیں رہیں گی، یہ سسرالی رشتہ داریاں

ٹوٹ جاتی ہیں رشتہ وہ جو مودّت کا رشتہ ہو۔ مامون دل میں میری محبت لا اور تجھے کیا چاہیے؟ کیا تیری خواہشات، تیری زندگی کی ضمانت ہم نہیں لے رہے ہیں! ہم نفسوں اور عقلوں پر امام ہیں، ایسا نہیں ہوگا کہ اگر تو دشمن اہلِ بیتؑ ہے تو ہم تجھے دھتکار دیں۔ خط لکھا کہ میں بیمار ہوں چونکہ ہارون بیمار پڑ چکا تھا۔ دونوں بیٹوں نے اُسے بیمار ڈال دیا تھا، مامون اور امین کی لڑائی نے اُس کی صحت کو خراب کر دیا تھا ایران کے سفر پر جاتے ہوئے وزیر کو بلا کر کہا کہ چل خیمے کے پیچھے میں تجھے کچھ دکھاؤں تو اپنے کپڑے کھول کر کہا دیکھ پورے جسم میں ریشمی پٹیاں بندھی ہیں، رات کو جسم میں ایسا درد اُٹھتا ہے کہ لگتا ہے اب میں مر جاؤں گا۔ اِن دونوں لڑکوں نے میرے اوپر جاسوس مقرر کیے ہیں۔ سواری کے لئے سب سے لاغر ٹٹو میرے لئے رکھا ہے، نہ اچھا کھاؤں نہ اچھی سواری پہ بیٹھوں اور جلدی مر جاؤں۔ ایک امام کو قید خانے میں ڈال کر تو کیا سمجھا تھا کہ تیری اولاد تجھ سے وفاداری کرے گی!! اگر اس گھرانے سے محبت نہیں ہے تو پھر اولاد بھی محبت نہیں کرتی۔ یہ مودّت کا رشتہ ہے، جہاں بیٹا باپ کے ساتھ بیٹھ کر مجلس سنتا ہے، وہ چاہتا ہے ہم اپنے باپ کی خدمت کریں اس لئے کہ حسنؑ اور حسینؑ کی محبت اس کے دل میں سمائی ہوئی ہے۔ تم خلافت اور فتوحات بچوں کو سکھاتے رہو، مار پیٹ سکھاتے رہو، اُنھیں اخلاق و عادات سکھاؤ تاکہ تمہارے گھروں کے حالات صحیح ہوں، یہ صرف یہیں سکھایا جاتا ہے اگر ہر اسلامی فرقہ آداب اسلامی سیکھنا چاہتا ہے، قرآن کا اخلاق سیکھنا چاہتا ہے تو وہ یہیں ملے گا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے تو بیمار ہے، ایک تفصیلی خط لکھا، وہ خط کائنات میں ڈاک کی ایجاد بنا اور حکمت کی ایجاد بنا جب حکمت پہ کتابیں لکھی گئیں تو امام رضاؑ کے اُس خط کو سامنے رکھا گیا، وہ

منشور آج تک ڈاکٹر اور حکیم بدل نہیں سکے، جو حفظ صحت کے طور پر امامؑ نے مامون کو لکھا تھا، امامؑ کو معلوم ہے زہر بھی دے گا مگر اُسے اُس کے مرض کا علاج بتارہے ہیں، جانتے ہیں یہی میرا قاتل ہے، قاتل کو موت سے بچانے والے کون ہوتے ہیں؟ ہمارے ائمہؑ ہوتے ہیں۔

اس دور کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کا مالک اپنے مرض کے علاج سے مجبور تھا، خط کا پہلا جملہ ہی سنہری حروف سے لکھا جانے والا ہے، آپ نے غور کیا کہ علاج کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں دوا اور پرہیز، یہ سب سے پہلے امام رضاؑ نے بتایا، آج کے یہ تمام میڈیکل نالج (medical knowledge) سمیٹ کر ایک نقطے میں لائے جائیں تو امام کا یہ ایک خط بنے گا، امامؑ نے خط کو گائے کے گوشت پر ختم کیا۔ امامؑ نے تدبیری علاج بھی بتایا اور دوائیاں بھی بتائیں۔ ائمہؑ کا ذکر اگر اس طرح ہونے لگے تو وہ شکایات کہ آپ فقہ نہیں پڑھتے تو یہ اور کیا پڑھا گیا ہے، یہی تو شریعت ہے۔ اگر انسان کا جسم اور روح صحیح ہے تو وہ شریعت پر عامل ہے۔ جب امام دربار میں آ گئے تو رات دن علمی سوالات کئے گئے۔ ولایت علیؑ پر سوال کیا، خلافت کے مسئلے پر سوال آیا، نبوت اور انبیاء کے معجزات پر سوال ہوا، ہزار ہا ہزار علماء بیٹھ کر امام کا درس سنتے تھے پھر وہ منزل آ گئی کہ عیسائی، راہب اور یہودی عالم زرتشت (پارسی) سب اُس بزم میں آ کر بیٹھنے لگے جہاں امام درس دیتے تھے اور وہ علم کے خزانے لٹے کہ ایران علوم سے مالا مال ہو گیا امام کے قدم کیا پڑے کہ آج تک ایران علمی مرکز بنا ہوا ہے۔ آپ نے دیکھا جہاں امام کے قدم پہنچ جائیں وہ علمی مرکز بن جاتا ہے۔ آستانۂ قدس اُدھر آپ نے روضے میں قدم رکھا اُدھر آپ کے لئے علم کے دروازے کھلنے

لگے۔ امام علیؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ، امام رضاؑ ہر امام کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن امام کے روضے کے میوزیم (museum) میں رکھا ہوا ہے۔ سورۂ یٰسین چاندی کی تختی پہ لکھی ہوئی ہے، قرآنی آیات اور پورا کربلا کا نقشہ کربلا قالین پر، آپ دیکھتے چلے جائیں یہ وہ چیزیں ہیں کہ جب بھی کوئی آیا کوئی نہ کوئی قیمتی نذرانہ لایا۔ بادشاہ آئے انھوں نے اپنے تاج نذر کیے، ملکہ اور شہزادیوں نے اپنے زیورات ضریح میں ڈال دیے۔ جو ہرات جو صدیوں چڑھتے رہے وہ سب شیشے کے شوکیسوں میں سجا دیے گئے ہیں۔ کائنات کا سب سے بڑا فیروزہ امام کی ضریح پہ قندیل کی طرح نظر آئے گا۔ امیر ہو یا غریب امام ہر ایک کی نذر قبول فرماتے ہیں۔ سبز رنگ کی ڈھائی گز کی چادر لائے اور ضریح پہ ڈال دی چادریں چڑھتی جاتی ہیں اور اگر کوئی چادر کسی طواف کرنے والے سر پر گر جائے تو کہا جاتا ہے امام نے اس کے سر پہ اپنا پرچم بھیجا ہے۔ یہ امام کی دعا ہے اور پھر کسی صحن میں نکل جائیں اُس طرف نکل جائیں جہاں ضریح سے ایک ڈوری باندھ دی گئی ہے ہزاروں لوگ بستر پہ لیٹے ہیں کسی کا ہاتھ، کسی کا پیر، کسی کی گردن، کسی کی کمر اُس ڈوری سے بندھی ہے، چند لمحوں میں ایک شور ہوتا ہے کہ امام نے اسے ٹھیک کیا، اُس کو لے کر بھاگتے ہیں اگر بھاگیں نہ تو اس کے کپڑے تار تار ہو جائیں کیونکہ امام نے اسے ابھی ابھی صحت دی ہے، کیسا ہی اور کتنا ہی پرانا اور پیچیدہ مرض کیوں نہ ہو، جب ہر طرف سے لاعلاج ہو جائے تو امام کے روضے کی ضریح میں اُس کو باندھ دیا جاتا ہے، امام اسے صحت عطا فرماتے ہیں۔ یہ سلسلہ صدیوں سے جاری ہے، کیا روئے زمین پر ایسا کوئی مرکز ہے کہ ضریح میں آرام کر رہا ہو اور شفا عطا کر رہا ہو! ہزاروں ڈاکٹر مل کر جس کا علاج نہ کر سکیں اُس مریض کی ایک

پکار اور امامؑ کی ایک نظر، ایسے آستانے اور ایسی درگاہیں کہاں ہیں؟ کہاں ہیں ایسی ضریحیں کہ جہاں جا کر دل کو سکون ملتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ کائنات کے بادشاہ کے دربار میں آئے ہیں۔ کیا شان ہے؟ ضریح تک پہنچنے کے لئے سات دروازوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ پہلے زمانے کا قاعدہ تھا کہ بادشاہ تک پہنچنے کے لئے سات دروازے طے کرنے پڑتے ہیں۔ دربان اور چوبدار کھڑے ہوتے ہیں۔ حاکم وقت بڑے بڑے علماء، صبح کو جو رسم ہوتی ہے قرآن شریف اُٹھا کر دینے کی، کبھی اسے دیکھئے، صبح کی نماز سے پہلے مغرب کی نماز سے پہلے امام کے نقار خانے میں، جو تاج کی شکل کا دروازہ ہے، لگتا ہے دروازے پہ تاج رکھا ہے، اُس پہ شہنائی والے کھڑے ہوتے ہیں، نفیری والے کھڑے ہوتے ہیں اور جب امام کا مخصوص شاہی ساز بجنا شروع ہوتا ہے تو پورا روضہ شہنائی کی آواز سے گونجنے لگتا ہے، ہاں! بادشاہ کے ہاں نماز کا وقت ہو گیا ہے اب اذان ہونے والی ہے، نقارہ اُس کا ہے، سوز و ساز کائنات میں توحید کا ہے، غالب نے کہا۔

ساز ترا زیر و بم واقعۂ کربلا

یعنی کائنات کا سب سوز و ساز توحید ہے اور یہ سب کربلا کی وجہ سے ہے، زیر و بم یعنی کائنات کے مدّ و جزر، یہ اوپر نیچے ہونا، اسے سوز و ساز کہتے ہیں۔ ہوا چلی کبھی اوپر جاتی ہے کبھی نیچے آتی ہے، پانی بہتا ہے کبھی اوپر ہے اور کبھی نیچے ہے، درخت کی شاخیں نیچے جھکتی ہیں کبھی اوپر اُٹھتی ہیں۔ یہ کائنات کی اوپر نیچے آنے جانے والی چیزوں کو کہا جاتا ہے، سوز و ساز، یعنی کبھی وہ سوز میں ہے کبھی ساز میں ہے، غالب نے کہا یہ کائنات کا سوز و ساز سب کربلا کی وجہ سے ہے، یہ وہی امام ہے جس نے بتایا کائنات کو کہ چاند ہو گیا محرّم کا اس لئے میں نے سیاہ

لباس پہنا ہے، مدینے والو! تمہیں پتہ ہے یہ وہ مہینہ ہے جس میں ہمارے گھر کو لوٹا گیا، ہمارے گھر کی عورتوں کو بے پردہ کیا گیا، اسی مہینے میں ہماری بیبیوں کو صحرا میں دوڑایا گیا، ننگے پیر کانٹوں پہ چلایا گیا۔ آؤ! آؤ! اور مجھے تعزیت ادا کرو، چاند رات کو گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر رونا شروع کرتے اور کہتے آؤ ہمارے گھر میں مجلس ہو رہی ہے۔ امام رضاؑ نے مجلس کا انداز کائنات کو سکھا دیا۔ وہ کونسا شاعر تھا جس کی یہ خواہش نہ تھی کہ وہ جا کر امام کے حضور اُن کے جد کا مرثیہ پڑھے۔ دعبل، خزاعی، اپنے گاؤں سے آتا تھا، اُس کی ایک ہی نابینا بیٹی تھی، چلتے وقت بیٹی رخصت کرتی، اس دفعہ جب محرم پہ چلنے لگا تو بیٹی نے کہا آپ مرثیہ پڑھنے جا رہے ہیں امام کے پاس امام حسینؑ کا ارے آپ کیا جاتے ہیں، امام کچھ دیتے تو ہیں نہیں آپ کو، آپ ہمیشہ خالی ہاتھ آجاتے ہیں، بیٹی سے کہا تو ایسی بات نہ کر اُنھیں ہر بات کی خبر ہو جاتی ہے۔ ان کے دربار میں شکوہ نہیں کرنا چاہیئے، اُن سے ہم جو مانگیں وہ ہمیں کائنات کی دولت دے دیں تو یہ کیا کہتی ہے؟ مرثیہ پڑھ کے جو منبر سے اترا تو امام کھڑے ہوئے اور عبا اُتار کہ دعبل کو دی اور فرمایا یہ میری عبا لے جاؤ اور اپنی بیٹی کی آنکھوں سے مس کر دینا، دعبل گھر پہنچا اور بیٹی سے کہا میں نہ کہتا تھا امام کو ہر بات کی خبر ہے، اُنھوں نے چلتے وقت مجھے اپنی عبا عنائیت فرمائی کہ یہ لے جاؤ اور اپنی بیٹی کی آنکھوں سے مس کر دینا میں عبا لے کر نکلا، لوگوں کو پتہ چل گیا اور سب تبرکاً پھاڑ پھاڑ کر لے گئے، یہ ایک ٹکڑا بچا ہے اسے اپنی آنکھوں سے مس کر لو۔ بیٹی نے جیسے ہی مَس کیا بینائی واپس آ گئی۔ لو مجلس تمام ہو رہی ہے میں سب کو امام رضاؑ کی ضمانت میں دیتا ہوں، سب کے نام جنھوں نے دعا کے لئے کہا تھا نہیں لے سکتا۔ مجھے معاف کریں، ابھی چند لمحوں میں تابوت آئے گا، اس امام کا جس کی ضمانت مشہور ہے، سب کو ان کی ضمانت

میں دیتا ہوں، تابوت کو یہ سمجھ کر کاندھا دینا کہ تم اگر اس وقت ہوتے تو اسی طرح..... مولاؑ ہم آپ کی ضریح تک تو نہ پہنچ سکے یہ تابوت ہی ہم ضریح سمجھ کر بوسہ دے رہے ہیں۔ قبول فرمایئے گا، تابوت پر آپ کو ایک تاج نظر آئے گا۔ جب آپ روضے پہ جائیں گے تو سونے، زرو جواہرات سے مرصع تاج تابوت پہ رکھا نظر آئے گا، کیوں؟ ارے زیارت میں کہتے ہیں اے شاہِ عرب! اے شاہ عجم! لو تابوت آرہا ہے، بس اب میں کیا پڑھوں، میرا موضوع تمہیں یاد ہے۔ میں تقریر ختم کرنا چاہتا ہوں۔ تم اگر میرا ساتھ دے دو تو پڑھوں کہ جب علیؑ کے سر پہ عمامہ باندھ چکے تو لوگوں نے پوچھا خندق میں آپ نے علیؑ کے سر پہ رسولؐ عمامہ کیوں باندھ دیا؟ رسولؐ اللہ نے فرمایا عمامہ ہم عربوں کا تاج ہوتا ہے، یہ عمامہ اس لئے پہنایا کہ یہ نبوت کا تاج ہے، امامت کا تاج ہے، صفین میں علیؑ نے اپنا عمامہ عباسؑ کے سر پہ باندھا تھا، یہ ولایت کا تاج تھا۔ تقریر خاتمے پر پہنچی، اب یہ تمہاری ذمے داری ہے کہ تم روز کے موضوع کے لحاظ سے قریب آجاؤ، بہت قریب آجاؤ، ماتم کے لئے، علیؑ نے عباسؑ کے سر پر ولایت کا تاج پہنایا تھا، کربلا میں جب حسینؑ نے عباسؑ کو علم دیا تھا، تو وہی عمامہ، علمداری کی شان کو برقرار رکھنے کے لئے حسینؑ نے عباسؑ کے سر پہ باندھا۔ نجف میں ذاکر مجلس پڑھ رہا تھا، پڑھتے پڑھتے اُس نے یہ کہا کہ عباسؑ کی شہادت فرات پر ہوئی، تقریر ختم کردی۔ رات کو عباسؑ خواب میں آئے اور کہا تو نے میرا پورا حال نہیں پڑھا، ذاکر نے کہا جتنے مصائب سنے تھے اُتنے تو میں نے پڑھ دیئے، کہا جتنے مصائب تو پڑھتا ہے اس زیادہ مصائب ہوئے ہیں۔ آج مجھ سے سن لے، خواب میں آکر ذاکر کو عباسؑ بتا رہے ہیں۔ یہاں تقریر ختم کردی تو نے کہ میں گھوڑے سے گر گیا سن اس کے بعد کیا ہوا؟ عباسؑ بتا رہے ہیں اور تقریر میری یہاں ختم ہوجائیگی۔ عباسؑ نے

کہا سن! میں مشک بھر کے فرات سے چلا، ذاکر کو بیچ سے ہٹا دو، عباسؑ اپنی شہادت خود بیان کر رہے ہیں، میں مشک بھر کے چلا، پہلے میرا داہنا ہاتھ کٹا پھر بایاں ہاتھ کٹا لیکن میں نے یہ دیکھا کہ کہیں ہاتھوں کے کٹنے سے میری مشک تیروں سے چھلنی نہ ہو جائے اس لئے میں بار بار یہ کرتا کہ میں مشک پر جھکتا تھا تا کہ آنے والے تیر مشک پہ نہ لگیں۔ میں مشک بچا رہا تھا کہ ایک بار حُرملہ نے جو تیر پھینکا تو وہ میری سیدھی آنکھ پر لگا۔ ماتم کا وقت ہے، ماتم کا وقت ہے، رولو، دو جملے رہ گئے ہیں، تقریر ختم ہوگئی۔ موضوع ہے ذکرِ عباسؑ۔ کہتے ہیں تیر لگا اور اندر تک پیوست ہوا، میں نے ..... میں نے ..... یاد ہے عمامہ تاج ہے، تابوت تاج ہے، عباسؑ کہتے ہیں کہ میں نے سر کو جھٹکنا شروع کیا تا کہ تیر نکلے مگر میرا عمامہ گرا..... میرا عمامہ گرا..... میں سر برہنہ ہو گیا لیکن تیر نہ نکلا تو میں نے یہ کیا کہ جھک کر ..... جھک کر دونوں گھٹنوں کے بیچ میں تیر کو رکھ کر گھٹنوں سے دبا کر سر کو کھینچا کہ تیر نکل جائے اور میں مشک کو بچاؤں، جیسے ہی میں نے تیر کو گھٹنوں کے بیچ میں رکھنے کے لئے سر جھکایا، ایک ظالم نے میرے سر پر گرز کا ایسا وار کیا کہ میرا سر پاش پاش ہو گیا۔ میرا سر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا..... عباسؑ..... تمہارا جنازہ اور امام رضاؑ کا جنازہ ..... بہنیں ماتم کر رہی تھیں..... ہائے امام رضاؑ..... مگر زینبؑ عباسؑ کے لاشے پر..... ماتمِ حسینؑ

❁ ❁ ❁

آٹھویں مجلس

حضرتِ عباسؑ کی جنگ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے اور درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

چودہ سوستائیس ہجری کے عشرۂ چہلم کی آٹھویں تقریر آپ حضرات جامعۂ سبطین میں سماعت فرما رہے ہیں۔ مجالس کا عنوان آپ کے ذہن میں محفوظ ہے ''حیاتِ حضرت عباسؑ علمدارِ فوجِ حسینیؑ''، ہم اس پر مسلسل گفتگو کر رہے ہیں۔ موضوع جب ذہن میں آیا تو تھوڑا سا تکلف ہوا کہ ہم دس تقریریں کر سکیں گے یا نہیں، موضوع جب پیشِ نظر ہوتا ہے تو کچھ کچھ دل میں دھڑکا رہتا ہے، جب موضوع شروع ہو جاتا ہے تو دل کو اطمینان ہو جاتا ہے۔ پانچویں چھٹی تقریر کے بعد یہ اندازہ ہو گیا کہ میٹر (matter) زیادہ تھا تقریریں کم ہیں، ابھی ابھی ایک خاتون کا پرچہ آیا، اُنھوں نے واسطہ بھی دیا ہے مگر آج ہم ان کی خواہش پوری نہیں کر پائیں گے کہ حضرتِ عباسؑ کی شادی پڑھیے گا۔ کل ہم انشاءاللہ اس موضوع پر گفتگو کریں گے کیونکہ پرسوں جو موضوع ہم نے ادھورا چھوڑ دیا تھا وہ کل زیارت کی وجہ سے نامکمل رہا تھا، اس کو آج ہم کامل کر دیں۔ کل انشاءاللہ ہم اس پر بھی گفتگو کریں گے۔ یہ دن کتنی جلدی آتے ہیں اور کتنی جلدی رخصت بھی ہو جاتے ہیں، روکتے ہیں کہ لمحے رک جائیں اسی لئے یہ تقریر شب میں کچھ دیر کر کے

شروع ہوتی ہے کہ لمحوں کو روک لیا جائے مگر جلدی سے رات بھی گزر جاتی ہے اور جلدی سے دن بھی آجاتا ہے، دیکھتے ہی دیکھتے اس عشرے کی آٹھویں تقریر ہوگئی کل شبِ چہلم ہے تاریخ کے اعتبار سے جو مصائب شروع ہورہے ہیں ان کا سلسلہ تین دن رہے گا۔ آج کی تاریخ میں ہم ایک معصوم شہزادی کے ذکر پر تقریر ختم کرتے ہیں، اُس بی بی نے کیسے اپنے گھر والوں کو آزاد کروایا اس کا ذکر ہم شبِ چہلم کرتے ہیں اور چہلم پہ ہم ذکر کرتے ہیں کہ بھائی سے بچھڑی بہن کیسے قبر سے آکر لپٹ گئی۔ دل آپ کے بھرے ہوئے ہیں اس لئے کہ چہلم قریب آگیا ہے، چہلم کے بعد پھر ظاہر ہے کہ الوداع ہی الوداع ہے۔ اکیس صفر سے ہم الوداع شروع کردیں گے، آٹھ ربیع الاوّل تک اس غم کا اختتام ہوجائے گا۔ کتنے اچھے دن ہیں جو یہ آتے ہیں۔ کیسے کیسے فضائل کن کن ہستیوں کا ذکر سننے کو ملتا ہے، کتنے برکت والے دن ہیں اور ہم علم کے سائے میں بیٹھ کر، علم کے پھریرے کی ہوا میں ذکرِ عباسؑ سن رہے ہیں، وہ علم کہ جو آیا عرش اور جنّت سے تھا۔ یہ اس وقت آیا جب اللہ نے جنابِ شیث کو وحی کی کہ قابیل سے ہابیل کے قتل کا انتقام لیا جائے۔ شیث نے پروردگار کی بارگاہ میں عرض کیا کہ ہم اولادِ آدم کو کیسے بلائیں؟ اس لئے کہ جیسے جیسے نسلیں بڑھتی گئیں دور دور تک وہ پھیلتے چلے گئے، اس صحرا میں جانے کون کہاں آباد ہے، ہم کہاں اُنھیں ڈھونڈیں، اللہ نے جبریل کے ہاتھ ایک تہہ کیا ہوا پھریرا بھیجا اور کہا اس کو ایک بانس پر بلند کرو جب یہ فضا میں لہرائے گا تو دور سے لوگ اسے دیکھیں گے کہ یہ کیا انوکھی چیز ہوا میں اُڑ رہی ہے اُسے دیکھنے کے لئے تمہاری طرف آئیں گے جب لوگ آجائیں تو پیغام سنا دینا لشکر بنالینا تو علم حق کی دعوت دینے کے لئے استعمال ہوا۔ یہ علم نہیں تھا شیث پر وحی تھی،

علم جبرئیل کے ہاتھ سے بن کر آیا (داد و تحسین کا شور بلند ہے) یہی علم شیث کی وصیت کے مطابق انبیاء کے پاس رہا۔ اسی علم کو جناب ابراہیمؑ نے بلند کیا تھا پھر یہ علم تابوتِ سکینہ میں محفوظ ہوا۔ موسیٰؑ نے اس علم کو بلند کیا، شموئیلؑ نے اس علم کو جنابِ طالوت کو عطا کیا، طالوت نے اپنے علمدار جناب داؤدؑ کو عطا کیا، داؤد نے یہ علم سلیمان کو عطا کیا، سلیمان کی مملکت میں یہی جھنڈا لہراتا تھا، سلیمانؑ سے یہ علم یعقوبؑ، یوسفؑ اور یحییٰؑ و زکریاؑ سے ہوتا ہوا بنی اسمٰعیلؑ میں جب آیا تو جناب قصیٰؒ نے بلند کیا تھا اسے یمن سے آ کر اور مکے کو فتح کیا تھا، اسی لئے یہ رایتِ قصیٰ کہلاتا تھا، قصیٰ سے یہ علم عبد منافؑ کو ملا، عبد منافؑ سے ہاشمؑ اور ہاشمؑ سے یہ علم عبدالمطلبؑ کو ملا، عبدالمطلبؑ سے یہ علم ابو طالبؑ کو ملا اور ابو طالبؑ نے یہ علم محمدؐ کو عطا کیا (داد و تحسین کا شور بلند ہے)، یہ علم اب محمدؐ کے پاس تھا اور اس دن کا منتظر تھا کہ شیث سے چلا ہوا نبیؐ آخر تک آنے والا علم اب کس کو ملے گا، اس لئے اعلان ہوا "کل علم عطا کریں گے کرّار کو غیر فرار کو" (نعرۂ حیدری) کل رجل کو علم دیں گے، مَرد کو دیں گے، مَردوں کے ہاتھوں سے آیا تو مَرد کو ہی ملے گا، نبیؐ نے پابندی لگا دی کہ رجل کے علاوہ کوئی علم اٹھا نہیں سکتا، شرطیں لگا دیں، خیبر کی رات شرطوں کا اعلان ہوا، بخاری، مسلم، ترمذی، موطاء، مسند احمد بن حنبل، صحاح ستہ کی ساری کتابیں طبری، طبقات ابن سعد، کنز العمال، تاریخ کی تمام کتابیں تفسیر کی تمام کتابیں سب گواہ ہیں کہ یہ اعلان کیا کہ یہ علم اُس کو دیں گے جو رجل ہوگا، مرد ہوگا پھر شرط لگائی کہ کرّار ہوگا، کرّار یعنی بڑھ بڑھ کے حملہ کرنے والا، بڑھتا جائے گا حملہ کرتا جائے گا، غیرِ فرار، کبھی میدانِ جنگ سے پیٹھ نہیں پھیرے گا، فرار نہیں اختیار کرے گا، پھر شرط لگائی کہ خدا اور رسولؐ اُس سے محبت کرتے ہوں گے، وہ

خدا اور رسولؐ سے محبت کرتا ہوگا، مزید یہ شرط لگائی کہ اللہ اس کے دونوں ہاتھوں پر فتح عطا کرے گا، یعنی ایک تو یہ کہ پیغمبر پیش گوئی کرے، تیس برس بعد پوری ہو، چالیس برس بعد پوری ہو، سو سال، دو سو سال، ہزار برس، دو ہزار برس کے بعد لیکن یہ ایسی پیش گوئی تھی کہ کل فتح اُس کے ہاتھ پر ہوگی تو خیبر فتح ہوا، رات کی پیش گوئی صبح کو پوری ہوئی، یہ بھی ہو سکتا تھا کہ جو انتالیس دن ہوتا رہا وہی چالیسویں دن بھی ہو جاتا اور علیؑ پر کوئی الزام نہ آتا، شکست ہو جاتی، علم لے کر واپس آجاتے تو کیا کوئی علیؑ کو برا کہتا، اس لئے کہ علیؑ کے پاس جواز تھا کہ جب یہ واپس آگئے تو ہم بھی واپس آگئے، پتہ چلا کہ فتح اس لئے ضروری تھی کہ صادق کی زبان سے فتح کا لفظ نکل گیا تھا۔ خیبر علیؑ کا کارنامہ نہیں ہے محمدؐ کی زبان کی صداقت کی گواہی ہے، اب لوگ کہیں کہ خیبر ہی نہ پڑھے، خیبر کیوں نہ پڑھے اس لئے کہ محمدؐ رات کو کہہ رہے ہیں کہ فتح ہوگی اور فتح ہوئی، اب اگر کوئی اس پہ چڑ جائے کہ انتالیس دن پہلے کیوں نہ کہہ دیا کہ فتح ہوگی، اس لئے نہیں کہا کہ علمدار کے لئے شرط تھی ''رسولؐ اس سے محبت کرتے ہوں گے وہ اللہ اور رسولؐ سے محبت کرتا ہوگا'' جب دو طرفہ محبت ہوتی ہے تو دونوں پارٹیاں راضی ہوتی ہیں اللہ اس سے راضی یہ اللہ سے راضی تو اب رضی اللہ عنہ تو ہوگا نہیں یوں خیبر میں یہ بھی اعلان ہو گیا کہ سب ہوں گے رضی اللہ یہ رضی اللہ نہیں یہ کرم اللہ ہے، بخاری میں لکھ دیا نا تم نے...... مسلم میں لکھ دیا نا کہ اللہ علیؑ سے راضی ہے تو اب کیوں جھوٹ بول رہے ہو کہ علیؑ مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، اللہ راضی ہو جائے، بخاری میں تو لکھ چکے کہ خیبر میں راضی تھا، سامنے کی بات ہے تو پھر یہ جہالت ہے یا نہیں یہ اخباروں کی جہالت، یہ ٹیلی وژن کی جہالت، ضد ہے کہ علیؑ کو رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہیں گے، دعا

کریں گے علیؑ کے لئے، پیغمبر کے قول کو جھوٹا کرنا چاہتے ہو، پیغمبر کہہ چکا کہ اللہ اس سے راضی وہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے راضی، اللہ بھی راضی اور رسولؐ بھی راضی اور صرف راضی نہیں بلکہ محبت، محبت کیا کسی اور کس کے لئے یہ اعلان ہوا کہ اللہ اور رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں، کوئی اعلان نہیں ہوا، شرط ہے کہ کل جسے علم دیا جائے گا، نہ نام لیا نہ نام بتایا، صبح ہوئی، چاروں طرف دیکھا، علم نبیؐ کے ہاتھ میں، خیمے سے نکلے اور بتایا پہلا علم اُمت میں مَیں اٹھا رہا ہوں اور صحابہ جلوس میں ہیں، اب علم اٹھانا بدعت نہیں ہوگا، جلوس بنا کے چلنا بدعت نہیں ہوگا، کافی دیر علم اٹھائے رہے۔ دائیں دیکھا بائیں دیکھا ''علیؑ کہاں ہیں'' جواب ملا کہ آشوبِ چشم میں مبتلا ہیں، چاہتے تھے کہ بہانہ ہو جائے، سب کو پہلے سے پتہ تھا کہ شاید علی کا نام لیں گے، چاروں طرف سے آوازیں آئیں کہ آشوبِ چشم ہے، ایک بار سلمانؓ و ابوذرؓ کو آواز دی ''آؤ! جاؤ! علیؑ کو لاؤ'' بازو کو سہارا دے کر سلمانؓ و ابوذرؓ لائے، ''کیا حال ہے؟ کیسے ہو؟ کہنے لگے آنکھیں دکھتی ہیں، فرمایا زمین پر لیٹ جاؤ، علیؑ لیٹ گئے، علم کے سائے میں علیؑ کا سر اپنے زانو پہ رکھا، لعاب دہن لیا اور علیؑ کی آنکھوں میں لگایا، اب کیا حال ہے؟ کہا سب دکھائی دیتا ہے، علیؑ فرماتے ہیں کہ اُس دن کے بعد نہ سردی لگی نہ گرمی لگی، سردی میں گرمی اور گرمی میں سردی کا لباس زیبِ تن کر سکتے تھے۔ اُس لعاب دہن میں جانے کیا اثر تھا کہ خیبر میں نبیؐ نے امامت کی آنکھیں یوں چمکا دیں کہ قندیلیں بن گئیں۔ آپ لوگ بیٹھے کہاں ہیں! نبیؐ کو تو یہ چاہیئے تھا کہ میرا علمدار ہے، اس کو علم دینا ہے، آنکھیں دکھ رہی ہیں، کیسے علم اُٹھائے گا، کیسے لڑے گا، پروردگار اسے ٹھیک کر دے، پروردگار اس کو ٹھیک کر دے، نہیں سمجھے! کچھ بھی نہیں سمجھے، اب کہاں ہیں وہ کہ سوائے اللہ کے

کسی کو نہ پکارو (نعرۂ حیدری) نبیؐ سے کہیئے کہ اللہ سے کہے کہ علیؑ کو صحت دے دے، نبیؐ سے آپ کچھ بھی نہیں کہہ رہے ہیں، کوئی دعا نہیں مانگ رہے خود ہی سب ٹھیک کیئے دے رہے ہیں اور اللہ بھی جبریل سے نہیں کہلوا رہا کہ اے حبیبؐ! یہ آپ نے کیا کیا؟ یہی تو وقت مجھ سے دعا مانگنے کا تھا تا کہ میں خیبر میں مشہور ہوتا، مجھے تو آپ خیبر میں مشہور نہیں کرر ہے، ڈاکٹر بھی آپ، حکیم بھی آپ تو میرا کیا رہ گیا اور میرا کیا کام ہے؟ کچھ سمجھے آپ "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" اللہ کے علاوہ کسی اور کو نہ پکارو، سورۂ الحمد آپ ہی پر اُتری ہے سرکار اور اُس میں یہ آیت ہے، اللہ کے علاوہ کسی اور کو نہ پکارو، یہ آپ نے کیا کیا خود اپنے آپ کو پکار لیا، ارے علیؑ آئے کیسے "نادِ علیاً مظھر العجائب" کہو نبی سے علیؑ کو کیوں پکار رہے ہیں، اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو، نادِ علیؑ ہیں نا تو پکارا علیؑ کو، پورے خیبر میں ایسا لگتا ہے سب نبیؐ اور علیؑ ہی کرر ہے ہیں، آپ غور نہیں کرر ہے، حکم ہے پیغمبر کو، اب اس سے بھی نازک گھڑی آپ کے لئے آ گئی اس لئے کہ جو کچھ کہہ چکا اس میں آپ کھو گئے ہیں، میں آپ کے دماغ کو بالکل ختم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ داد دینے کے قابل ہی نہ رہیں، ابھی میں آپ کو ایسا بنا تا ہوں کہ آپ داد ہی نہیں دے پائیں گے، پیغمبر کو ارشاد ہوا کہ جب بھی آپ کو کوئی کام کرنا ہو تو انشاء اللہ کہا کیجیے، انشاء اللہ میں ایسا کروں گا، یہ رات کو آپ اعلان کرر ہے ہیں کل میں علم دوں گا تو کیجیے انشاء اللہ مگر آپؐ نے اللہ کا نام ہی نہیں لیا، آپ کہاں گئے، یہیں ہیں نا (نعرۂ حیدری) توحید کو محفوظ کروں، یہاں کے علاوہ کہیں اور محفوظ بھی نہیں ہو سکتی، پیغمبر کو ارشاد ہوا جب بھی آئندہ کی بات کیا کیجیے انشاء اللہ کہا کیجیے لیکن جب آپ کہیں تو مگر جب میں کہوں تو...... گویا اللہ کہہ

رہا تھا، علیؑ کو علم اللہ نے عطا کیا تھا (نسرۂ حیدری) اُس نے عطا کیا تھا، پہچان بھی بتادوں کہ جب وہ عطا کرتا ہے تو اس کو عطا کوئی چھوٹی موٹی نہیں کہ آج ہے کل چھن جائے، اس نے کہا "انا اعطینک الکوثر" عطا کے معنی جب دے دیا تو واپس نہیں لیتے۔ علیؑ کو اس کا عطا کیا ہوا علم آج تک علیؑ والوں کے پاس ہے اور یہ واپس نہیں لیا جائے گا، کتنا پیارا جملہ کہنے جارہا ہوں "تمہیں علم مبارک ہو" کیسی آسانی سے سن لیا، یہ تمہاری دولت ہے، شیث سے چلا، خیبر میں علیؑ کو ملا، کربلا میں عباسؑ نے اٹھایا ہم وارث قرار پائے، وہ علم......وہ علم جو اللہ نے جبریل کے ذریعے بھجوایا وہ آپ کے پاس ہے آپ کے بچوں کے پاس ہے، ہمارے بچوں کو کتنا شوق ہے علم اُٹھانے کا، اس میں راز ہے، جب آپ کے بچے علم اُٹھاتے ہیں تو لوگ حسرت سے دیکھتے ہیں کہ کاش اُن کا بچہ بھی اُٹھا سکے، اس لئے غیر منت مانتے ہیں کہ ہم سقّہ بنائیں گے، علمدار بنائیں گے، بڑی منت ہے یہ سقّہ بنانا اور علمدار بنانا، مغل بادشاہوں نے قلعے میں رسم ڈال لی کہ آٹھ محرم کو بچوں کو علمدار اور سقّہ بنانے لگے اس لئے کہ علم ملتا ہے، رزق ملتا ہے، عمر بڑھتی ہے۔ لیاقت علی خان پاکستان کے پہلے وزیراعظم شیعہ نہیں تھے لیکن ان کی ماں کا چھپا ہوا انٹرویو موجود ہے کہ بچپن میں گھر سے باہر نکلتا، محرّم کے جلوس دیکھتا، محرّم ختم ہو جاتا مگر لیاقت علی پورا سال ایک لکڑی پر کپڑا ڈال کر یا حسینؑ! یا حسینؑ کھیلا کرتا تھا......علم یہ علم بچوں کی عادت ہے، اس میں عزت ہے کہ شرط لگادی رسولؐ نے کہ اللہ ورسولؐ محبت کرنے لگتے ہیں، اُس کے دل میں اللہ ورسولؐ کی محبت آجاتی ہے۔ سب سے بڑی شرط ہے کہ جس کے ہاتھ میں علم ہوتا ہے وہ مرد ہو جاتا ہے، اس میں شجاعت آجاتی ہے، فتح اس کی پیشانی پہ لکھی جاتی ہے، علم دیا، صفین میں علیؑ

نے عباسؑ کو، جنگ آپ سن چکے، سب سے بڑا پہلوان ابن شعثہ بلایا گیا کہ ایک جوان آیا ہے، لاشوں پہ لاشیں گرادیں ہیں، جا! اسے قتل کر، اس نے میمنے اور میسرے میں قیامت برپا کی ہے، تتر بتر کر دیا ہے لشکر کو، ابن شعثہ نے کہا، کیا سن ہے؟ کہا اٹھارہ برس، کہنے لگا کیسی باتیں کرتے ہو میں اپنے نام ونشان کو مٹادوں ایک بچے سے لڑوں، میں نے بڑے بڑے پہلوانوں کو زیر کیا ہے، بہادروں کو قتل کیا ہے، میرے سات بیٹے ہیں، ایک جائے گا اسے قتل کر آئے گا، بیٹے کو بھیجا، مقابل آیا، قتل ہوا، دوسرا آیا، قتل ہوا، جب سات بیٹے قتل ہو گئے، ابن شعثہ نے کپڑے پھاڑ لئے اور چنگھاڑتا ہوا آہن میں غرق میدانِ جنگ میں آیا، تو نے میرے بیٹوں کو قتل کیا، منزل وہ ہے کہ علیؑ بیٹے کی لڑائی دیکھ رہے ہیں اور عباسؑ کو یہ فخر کہ پہلو میں حسنؑ بھی دیکھ رہے ہیں حسینؑ بھی دیکھ رہے ہیں، محمد حنفیہؒ بھی دیکھ رہے ہیں، چند لمحوں میں عباسؑ نے ابن شعثہ کو تہہ تیغ کیا، لاشے کو گرادیا، واپس آئے پانی پیا سینئے گا تقریر آگے بڑھ رہی ہے، چاہا کہ واپس پھر میدانِ جنگ میں جائیں۔ اس سے پہلے کہ عباسؑ چلیں حسینؑ نے اپنے گھوڑے کی لگام کو کھینچا، حسینؑ کا گھوڑا بڑھانا تھا کہ عباسؑ پیچھے ہٹ گئے، ایسا لگا جیسے بجلیاں چمک رہی ہیں، بتا چکا ہوں کہ تیس جوان عباسؑ کے ایسے تھے جو ہر وقت حسینؑ کے گرد رہتے تھے، حکم یہ تھا کہ حسینؑ آگے بڑھیں تمہارے قدم دائیں بائیں رہیں، حسینؑ تنہا نہ ہوں تیس سوار بڑھے، میری طرف دیکھئے گا، جب حسینؑ بڑھے، عباسؑ ارادہ سمجھ گئے، حسینؑ کی تلوار صفین میں چمکنے لگی اور تیس سوار حسینؑ کے گرد چلنے لگے، بس یہ دیکھا گیا کہ حسینؑ سے پہلے عباسؑ نے اپنے گھوڑے کو بڑھایا اور اپنے نیزے سے لوگوں کو ہٹا رہے تھے، ہٹو! ہٹو! ہٹ جاؤ! کوئی قریب نہ آئے، عباسؑ نے

مجمعے کو پھاڑ دیا، جب تک حسینؑ لڑتے رہے عباسؑ اپنے گھوڑے کو دور دور کا وا دیتے رہے کہ پورا لشکر حملہ آور نہ ہو ایک ایک آئے، جو آتا وہ حسینؑ کی تلوار کے نیچے آجاتا، ایک بار علیؑ نے مالکِ اشترؒ کو آواز دی جاؤ! حسینؑ کو لے کر آؤ بس اتنا کہہ دینا کہ محافظت تمہاری رسولؐ میرے ذمے کر گئے ہیں، یہ سن کر حسینؑ واپس آئے، عباسؑ کی لڑائی حسینؑ نے اور حسینؑ کی لڑائی عباسؑ نے دیکھی، حسینؑ کی لڑائی ادھوری رہ گئی، حسینؑ اکثر یہ کہتے تھے کہ عباسؑ دل چاہتا ہے ہم لڑیں اور تم دیکھو، عباسؑ ۶۱ ھ میں یہ سمجھتے تھے کہ کربلا میں میرا آقا لڑے گا اور میں دیکھوں گا، اسی لئے جب عباسؑ نے کہا کہ مجھے اجازت دیں تو حسینؑ نے کہا کہ کیوں نہ ہم دونوں ساتھ چلیں، دونوں نے ایک ساتھ حملہ کر دیں، کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ دونوں ایک ساتھ چلیں، میں حفاظت تو کر سکتا ہوں آپ کی مگر لڑائی میں مصروف نہیں رہ سکتا، میری نظر آپ سے ہٹے گی نہیں پھر میں لڑ نہیں سکتا، مجھے جانے کی اجازت دیں، یہ صحیح ہے کہ حسینؑ فیصلہ کر رہے تھے یعنی روکنا بھی نہیں چاہتے اور روکنا بھی چاہتے تھے معلوم تھا کہ اگر اذن دے دیا تو پھر یزید کا لشکر نہیں رہے گا، مورّخ نے لکھا کہ حسینؑ، عباسؑ، علی اکبرؑ، قاسمؑ اور عونؑ و محمدؑ نے اتنے مارے تھے کہ یزید کی نو لاکھ فوج میں سے کل اسی ہزار بچے تھے جو واپسی پر تھوڑے سب شہروں میں تقسیم ہو گئے، کچھ شام کے تھے، کچھ بصرے کے، کچھ کوفے کے، کچھ کسی شہر کے، تو جو فوج شام واپس آئی باقی شہروں کے نکال کے تو کون کہہ سکتا تھا گن تو سہی، وہی کہہ سکتا تھا جس نے مکمل لڑائی دیکھی ہو "اے یزید! یہ شمر غلط کہہ رہا ہے فوج تری واپس آئی ہے شام والی، جا! باہر نکل! ایک ایک گھر میں جا کر دیکھ رونے کی آواز آ رہی ہے، کہرام مچا ہے، اس لئے کہ میرے بھائیوں نے اتنا قتل

عام کیا ہے کہ جو فوج واپس آئی ہے انگلیوں پہ گنی جا سکتی ہے" یہ زینبؑ بول رہی تھیں، یاد رکھیئے گا کہ قاتل صرف کربلا میں نہیں تھے، کوفے میں بھرے تھے، شام میں بھرے تھے، جنھوں نے تماشا دیکھا وہ سب قاتل، اصل قاتل چھپے ہوئے ہیں، سنان، حجاج، اسحاق ابنِ اشعث، محمد بن اشعث، حصین ابن نمیر، طفیل سنسی، حُرملہ یہ وہ خاص خاص سردار ہیں ابنِ زیاد کی طرف سے جو چار، چار ہزار اور پانچ، پانچ ہزار کے لشکر کے سردار بنا کر بھیجے گئے تھے۔

غاضریہ سے کوفے کے پُل تک ساڑھے چار میل کا فاصلہ ہے، فرات کے کنارے اس راستے کو آٹھ آٹھ ہزار کے لشکروں نے حجاج، سنان، شیث ابن ربعی، اور حُرملہ کی سرداری میں اس طرح روکا تھا کہ حسینؑ کی فوج کا کوئی مجاہد پانی تک پہنچنے نہ پائے، غاضریہ شطِ فرات سے ملا ہوا تھا اور آخری سرحد فرات کا پل، وہاں تک پہرے تھے اور ان کے سامنے نو لاکھ کا لشکر جو گرد کربلا میں پھیلا ہوا تھا، یہ پورا نو لاکھ کا لشکر ہٹے تو فرات کے آٹھ آٹھ ہزار کے لشکروں کے پہرے نظر آئیں پھر وہ پہرے توڑے جائیں تو فرات کا پانی نظر آئے میں کیا پڑھ رہا ہوں، آپ سمجھے، حسینؑ کا یہ کہنا کہ فرات پہ جاؤ کیا آسان سمجھتے ہیں! یہ کوئی چھوٹا سا کام تھا! بہت بڑا کام تھا، اسی لئے یہ سب سے بڑا کام سب سے بڑے شہید کے سپرد کیا کیونکہ کربلا میں حسینؑ کے بعد سب سے بڑا مرتبہ عباسؑ کا ہے، یہ ائمہ کا فرمان ہے، حسینؑ کے بعد سب سے زیادہ فضائل عباسؑ کے ہیں۔ سب سے بڑا کام سب سے بڑے شجاع عباسؑ نے کیا جو علمدار بھی تھا سپہ سالار بھی تھا۔ حسینؑ یہ نہیں چاہتے تھے کہ نو لاکھ پہ حملہ ہو اس لئے میدان میں جانے کا حکم نہیں دیا کہ جا کر حملہ کر دو، علی اکبرؑ سے کہا جاؤ، عونؑ و محمدؑ سے کہا جاؤ، قاسمؑ سے کہا جاؤ،

حبیبؑ سے کہا جاؤ مگر عباسؑ سے نہیں کہا کہ جاؤ مگر جانا ادھر ہی سے ہے، جب اِدھر سے جائیں گے تو فرات کے پہرے نظر آئیں گے ان کو ہٹائیں گے پھر فرات پہ جائیں گے، راستہ تو اور کوئی ہے نہیں، مصائب نہیں ہیں یہ آج کی تقریر کا موضوع ہے، غور سے سنیں اور بہت مشکل ہے کہ کوئی اس طرح پڑھے، میں نے نقشہ بنا دیا، عباسؑ چلے، تیاری کے ساتھ چلے، تلوار بھی ہے، نیزہ بھی ہے، علم بھی ہے، مشک بھی ہے، ذمہ داریاں بہت ہیں صرف سپہ سالار نہیں ہیں، علمدار بھی ہیں، سقہ بھی ہیں، نیزہ بان بھی اور علیؑ کی تلوار چلانے کے وارث بھی ہیں۔ یہ واحد لڑنے والا ہے جو سپر لے کے نہیں گیا، میدان جنگ میں سپر ضروری ہے، عباسؑ کے پاس دو چیزیں ہیں، نیزہ بھی ہے اور تلوار بھی ہے اس لئے سپر نہیں لی، نیزے کو گھوڑے کی کنوتیوں یعنی دونوں کانوں کے درمیان رکھا۔ تلوار حمائل ہے، علم ہاتھ میں ہے، میدانِ جنگ سامنے ہے، عباسؑ کو پہلے تو یہ فوجوں کا سمندر عبور کرنا ہے یہ لوہے کا سمندر ہے، تلواریں، نیزے، بھالے، تیر، ایک نظر دیکھا:۔

دیکھیں صفیں جمی جو چپ و راس و پیش و پس
گھوڑے کو ہاتھ اٹھا کے یہ آواز دی کہ بس
روکے گا جو ہمیں وہ موت کے پنجے میں آئے گا
ہٹ جاؤ سب کہ شیر ترائی میں جائے گا

عباسؑ نے شاعری کا شاہکار رجز پڑھا، عباسؑ نے بتایا میں شیر کا بیٹا ہوں، شیر ہوں میری تلوار کے لوہے کو مانے ہوئے ہو، میری جنگ تم نے دیکھی ہے، میرے پدر بزرگوار کی جنگ دیکھی ہے، تم مجھے روک نہیں سکو گے، میں فرات پر جاؤں گا۔
یہ کہہ کر عباسؑ نے ایک حملہ کیا، صبح سے شمر و عمر سعد پریشان تھے کہ عباسؑ کب

آ ئیں گے، وہ وقت آ گیا، عباسؑ نے شمر وابنِ سعد کو آواز دی، اُس کو جا کر کہہ دو کہ تجھ کو اس لمحے کے لئے ساتھ لائے تھے۔ جاؤ اس شامی پہلوان سے کہو کہ کہاں ہے، تیاری کرے، مارِد ابنِ صدیف کو بلاؤ، یہ مارِد ابنِ صدیف بڑی بڑی لڑائیاں اور معرکے جھیلے ہوئے تھا۔ لوہے کا خود اور دستانے پہنتا تھا، قد آور تھا، تن و توش کا بھاری تھا، لوگ اس کی آواز سے میدانِ جنگ میں سہم جاتے تھے۔ خبر ہوئی اور وہ تیار ہو کر آیا، کہنے لگا ہم زیادہ دیر نہیں لڑیں گے، جلد عباسؑ کا سر لے کے آئیں گے، جب تیار ہو کر میدان میں آیا تو منظر یہ دیکھا کہ عباسؑ کا حملہ جاری ہے اور عباسؑ فرات کی طرف راستے بناتے بڑھتے جا رہے تھے۔ نیزے، تیر اور تلواروں کی بارش تھی مارِد ابن صدیف نے میدان کا نقشہ دیکھا کہ یہ چاروں طرف پھیلی فوج ایک طرف کیوں سمٹ گئی، صبح اور اس وقت کے منظر میں بڑا فرق ہے، شمر اور ابنِ سعد سے کہا کہ پوری فوج ہٹ جائے صرف میرا شکار ہے عباسؑ، جیسے ہی اُس نے کہا سارے سردار بہانہ تو چاہتے ہی تھے، سب اپنے اپنے رسالوں کو لے کر دور ہٹے، راستہ چھوڑ دیا، میدان خالی ہوا، مارِد ابنِ صدیف آگے بڑھا اور رجز شروع کیا اسحاق اسفرائنی اہل سنت مقتل نگار ہے، کتاب کا نام مقتل اسفرائنی ہے، یہ شیعوں کا مقتل نہیں ہے، پوری جنگ بمعہ گفتگو جو عباسؑ اور مارِد میں ہوئی وہ اس نے لکھی ہے۔ میری کتاب جو حضرتِ عباسؑ پر آ رہی ہے اس میں انشاللہ آپ یہ پوری روایت پڑھ لیں گے، بڑی دلچسپ گفتگو ہے، اس پہلوان نے جو اپنی تعریفیں کی ہیں اس کا جواب دیا عباسؑ نے کہ جو کچھ تو نے کہا وہ مجھے کیا بتاتا ہے، میں خود اپنی پاکیزہ عقل کو پہچانتا ہوں، پاکیزہ عقل، عربی میں پہلی بار

استعمال ہوا ہے، عباسؑ نے کہا کہ میری پاکیزہ عقل کے فیصلے آسمانی فیصلے ہوتے ہیں، (نعرۂ حیدری) اگر تجھے حسرت ہے تو وار کر، اس لئے ہم مقابل پہ کبھی وار نہیں کرتے، بہت عمدہ گھوڑے پر سوار تھا، گھوڑا قد آور اور مضبوط تھا، طویل چوڑی انی کا بھالا اس کے ہاتھ میں تھا، بھالے سے عباسؑ پر حملہ کیا، عباسؑ نے سیدھے ہاتھ سے بھالے کی انی کو پکڑا (منظر پیش کیا انی پکڑنے اور اُسے گرانے کا) میر انیسؔ کے بھتیجے وحیدؔ واحد شاعر ہیں جنھوں نے اس جنگ کو اشعار کا جامہ پہنایا، ہم آپ کو ان کے کچھ بند سناتے ہیں، اس جنگ پر مرثیہ لکھنا کوئی آسان کام نہیں تھا، پتہ نہیں کیا دل وجگر تھا اُن کا آپ لوگ تو سوز خوانی میں چند بند سن لیتے ہیں، میر انیسؔ نے دنیا کے تمام بڑے بڑے شاعروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا کہ آؤ! اور یہ سب لکھ کے دکھاؤ ہر قوم میں لڑائیاں اور قتل ہوئے، شہادت تو نہیں کہہ سکتا شہادت تو صرف ہمارے ہاں ہوتی ہے، دنیا میں کہیں انیسؔ و دبیرؔ نہیں پیدا ہوئے، مرثیہ نگار شاعر کہیں نہیں پیدا ہوا ایک شاعر نے کہا کہ جس طرح! امام حسینؑ کو میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ مل گئے کاش حضرتِ عثمان کی شہادت کو بھی مل جاتے۔ مارد ابن صدیف میدان میں آ گیا، عباسؑ میدان کی طرف بڑھ رہے ہیں، رخ فرات کی طرف ہے، میدان کو پار کرنا ہے۔

یک بہ یک فوج سے اِک بانیٔ بدعت نکلا ۔۔۔ نام کرنے کو دکھانے کو شجاعت نکلا
بہ تجبّر، بہ تکبّر، بہ خشونت نکلا ۔۔۔ جھوم کر پیل دماں دیو کی صورت نکلا

شکل تھی وجہ زوال برکت کی گویا
کوہ نے اپنی جگہ سے حرکت کی گویا

رن میں آتے ہی کیا تن کے یہ نخوت یہ کلام مجھ سے شہزور نریماں تھا نہ بہرام نہ سام
دم فنا ہوتے ہیں جب کھنچتی ہے میری صمصام پاؤں رستم کے ٹھہرتے نہیں سن کر مرا نام
ڈر سے میرے کسی سلطان کا قدم بڑھ نہ سکے
ساتھ جس کے ہوں غنیم اس پہ کبھی چڑھ نہ سکے
جامِ جرأت کا نہ ہر وقت ہو کیونکر مجھے کیف سر ہزاروں کے قلم کر چکی میدان میں یہ سیف
جنگ مجھ سے جو کرے حال پہ اُس کے صد حیف نام مشہور ہے مارِد مرا دل بندِ صدیف
جرأتیں گرم مزاجوں کی رہیں سرد اب تک
مجھ سے سرکھ نہ لڑا کوئی جواں مرد اب تک
مارِد رجز پڑھ چکا اب عباسؑ کا جواب سنئے:-
نعرہ زن تن کے ہوا ابنِ شہِ قلعہ شکن ہل گئے دشت و جبل گونج گیا چرخِ کہن
چوکڑی بھول گئے کان کھڑے کر کے ہرن فیل چنگھاڑ کے بھاگے کہ چلیں کجلی بن
غل تھا شیروں میں کہ اب تاب کسے صبر کی ہے
جلد اس دشت سے بھاگو یہ صدا ابر کی ہے
تن کے فرمایا کہ او کور بڑے بول نہ بول طعنہ زن ہونگے کھڑے ہیں جو یہاں غول کے غول
قرۃ العینِ علیؑ میں ہوں ذرا آنکھیں کھول گر ہے محتاجِ عصا راہ کو نیزے سے ٹٹول
پاؤں اس پر بھی نہ اٹھیں تو نہ گھبرا ظالم
ہاتھ پکڑے ہوئے ہے موت چلا آ ظالم
شیر ہوں وقتِ وغا نام ہے میرا عباسؑ کر کے دو دو انھیں سو کر دوں جو تجھ سے ہوں پچاس
فکر و تشویش ہے کیا شے کسے کہتے ہیں ہراس دل میں ہمت کی جگہ ہے نہیں گنجائشِ یاس
گھر کے لاکھوں میں بھی بات اپنی ہی کہہ جاؤں میں
تیری اتنی بھی حقیقت ہے کہ ڈر جاؤں میں

جانتا ہے کہ پدر کا ہے مرے نام علیؑ　　راکبِ دوشِ نبیؑ دشمنِ اصنام علیؑ
فارق باطل وحق صاحبِ صمصام علیؑ　　اشجع و پُر جگر و صفدر و ضرغام علیؑ
رن میں جو وقتِ وغا حشر بپا کرتا تھا
ضرب پر جس کی مباہات خدا کرتا تھا

رعب مانے ہوئے ہیں ساکنِ افلاک اب تک　　ڈر سے ہل جاتا ہے اکثر طبقِ خاک اب تک
خوف سے کانپتے ہیں دشمنِ ناپاک اب تک　　اٹھ گئے آپ مگر خلق میں ہے دھاک اب تک
پہلوان اپنے مقاموں پہ اکڑ لیتے ہیں
جب سُنا نامِ علیؑ کان پکڑ لیتے ہیں

وار پھر اس نے کیا سینے پہ چمکا کے سمند　　جھپٹا ہاں کہہ کے ڈرانے کو علیؑ کا دلبند
جھجکا نامرد جگر ہل گیا کانپے سب بند　　ہاتھ بہکا تو سناں ہوگئی تھرّا کے بلند
وقت وہ ٹل گیا جس وقت کی تدبیر میں تھے
رخش کو ایڑ جو کی پہلو بے پیر میں تھے

ہاتھ لپکا جو تھامی بہ غضب چوبِ سناں　　آن بان اُس کی مٹی، صاف ہوا سب پہ عیاں
زور کر کر کے چھڑا تا رہا وہ پیلِ دماں　　پُر جگر بند یداللہ کہاں اور وہ کہاں
یہ بھی ممکن تھا کہ جرار نہ لیتا نیزہ
ٹوٹتا ہاتھ اگر چھوڑ نہ دیتا نیزہ

لے کے نیزے کو ہٹے آپ جو با اوج تمام　　ہاتھ ملنے لگا نامرد ہوئی زیست حرام
پہلواں طعن سے کرنے لگے آپس میں کلام　　حیف اس طرح کے نامی نے مٹایا یوں نام
بزدلی دیکھو اور اس کا قدِ بالا دیکھو
چھن گیا مارو نامرد کا بھالا دیکھو

پھر کیا شیر نے نعرہ کہ کہاں جائے گا اب　　سمجھا نامرد کہ آفت میں پھنسا اب بے ڈھب
لے کے نیزہ اُسی سرکش کا بصد غیظ و غضب　　مارا سینے پہ تو باہر تھی سناں پشت کے سب
شرک کا بس کہ یقیں اُس یلِ غدّار پہ تھا
زور میں نیزے کے سیدھا جو کیا دار پہ تھا
بہرِ امداد چلے تھے جو سوارانِ مہیب　　پہنچے اُس دم کہ مدد بھی نہ ہوئی اُن کی نصیب
تھم گئے باندھ کے صف حال یہ دیکھا جو عجیب　　بولے عباسِ علیؑ پھینک کے لاش اُس کے قریب
مر گیا اب تو یہ کاندھا اسے دیتے جاؤ
زندہ لے جا نہ سکے لاش تو لیتے جاؤ

بند آپ نے سنے! اب اسفرائنی کیا کہتے ہیں، نیزہ عباسؑ نے چھین لیا، اُس نے تلوار اٹھائی، عباسؑ نے اپنی تلوار بلند کی اور اس کے وار کو روکا اور گھوڑے کو کاوا دے کے مارد کے گھوڑے کے پاس لائے۔ اس نے نیزے سے حملہ کیا، وہ منھ کے بل زمین پر آیا، موٹا اور قوی ہیکل تھا جلدی نہ اُٹھ سکا، شمر نے دیکھا کہ اتنا بڑا پہلوان گھوڑے سے گر گیا، فوراً حکم دیا کہ تازہ دم گھوڑا لے کر جاؤ، اس کا غلام حبشی ایک گھوڑا لے کر چلا، غلام گھوڑا لئے آ رہا ہے، اور ایک مددگار رسالہ نیزے لئے اُس کے پیچھے آ رہا ہے، یہ گر چکا ہے، عباسؑ کی نظر میں حبشی غلام اور آنے والا رسالہ ہے، گرا ہوا شکار دشمن زمین پر ہے چاہیں تو دو لمحے میں شکار کو ختم کر سکتے ہیں لیکن شکار کو عباسؑ نے چھوڑ دیا، وہ منھ کے بل گرا ہے اُسے موقعہ دیا کہ وہ اُٹھے حبشی غلام جیسے ہی گھوڑے کو لے کر قریب ہوا، گھوڑے نے زور سے عباسؑ کو آواز دی عباسؑ نے گھوڑے کی طرف دیکھا اور فوراً پہچان گئے کہ یہ امام حسنؑ کا گھوڑا طاویہ ہے، مدائن کے میدان میں اس نے چھینا تھا، شمر نے عباسؑ کا پہلو کمزور

کرنے کے لئے یہ گھوڑا بھجوایا تھا کہ بھائی کا گھوڑا دیکھ کر حسنؑ کی شہادت یاد آئے اور طاقت میں کمزوری پیدا ہو یہ جنگی نفسیات ہے، کبھی موقعہ ملا تو میدانِ جنگ کی نفسیات بھی پڑھوں گا کہ جنگ کیسے کیسے لڑی جاتی ہے، دشمن کیا کرتا ہے، اور اسے جواب کیسے دیا جاتا ہے؟ عباسؑ سمجھ گئے کہ علیؑ کے سکھائے ہوئے تھے، صفین لڑے ہوئے تھے، عباسؑ کو گھوڑے نے پہچانا، اس گھر کے گھوڑے اپنے مالک کو پہچانتے ہیں، اُس نے عباسؑ کو آواز دی، عباسؑ سمجھ گئے مرتجز کو اشارہ کیا مرتجز طاویہ کے قریب آیا، عباسؑ نے رکاب سے پیر نکالے، مرتجز سے کہا ساتھ چل تلوار، علم اور نیزہ، طاویہ کی پشت پر آئے لجام کو تھاما، کاوا دیا، اب وہ اُٹھ رہا ہے کہ گھوڑا آئے گا، غلام مجھے سوار کرے گا، رسالہ حیران، آنکھوں میں بجلی چمک گئی، عباسؑ اتنی دیر میں طاویہ کو موڑ چکے، حسینؑ عباسؑ کی لڑائی دیکھ رہے ہیں، ایک بار طاویہ کو کاوا دے کر تیز دوڑاتے ہوئے حسینؑ کے قریب آئے، مرتجز ساتھ ہے طاویہ سے اُترے، آقا کے قدم چوم کر کہا ''آپ نے اس کو پہچانا'' حسینؑ رونے لگے کہا کہ بھائی حسنؑ کا گھوڑا ہے، عباسؑ نے کہا میں نے واپس لے لیا، اس لئے عباسؑ کو غازی کہتے ہیں، غازی اُسے کہتے ہیں کہ اگر دشمن کسی چیز پہ قبضہ کرے تو جو چھڑا لائے وہی غازی ہے، مدائن میں امام حسنؑ سے گھوڑا چھینا گیا عباسؑ نے واپس لیا، دو محرم کو دریا چھینا گیا دس محرم کو عباسؑ نے واپس لے کے دکھایا، (نعرۂ حیدری) غازی ہے میرا علمدار، گھوڑے کو ادھر پہنچایا، مرتجز پہ سوار ہوئے، چلے اتنی دیر میں مارد اُٹھ کر بھاگنا چاہتا تھا، اس نے بھاگ کر لشکر کے پاس جانے کا ارادہ کیا، عباسؑ نے مرتجز کو لے کر اس کے سامنے ہوئے، وہ دوسری طرف سے بھاگا، اتنی دیر میں عباسؑ نے مرتجز کو کاوا دیا، اب وہ کبھی اِدھر جاتا ہے کبھی اُدھر جاتا ہے،

عباسؑ نے کاوے کی شکل میں اسے رسالے سے دور کرنا شروع کیا، گھیر کر میدان کے بیچ میں لائے کہ جہاں سے حسینؑ نظر آئیں، ابھی عباسؑ نے تلوار نہیں نکالی ہے، میرا جملہ ضائع نہ کیجئے گا اتنا دوڑایا کہ ہانپنے لگا اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا عباسؑ اگر تم اس وقت مجھے چھوڑ دو تو ساری زندگی تمہاری غلامی کروں گا، یہ سن کر عباسؑ نے تلوار نکالی اور یہ کہہ کر کہ ہم نمک حرام غلاموں کو معاف نہیں کیا کرتے، نمک حرام غلاموں کو چھوڑتے نہیں، اگر نمک حرام غلام یہاں چھوٹ جائیں تو وہاں نہیں چھوٹیں گے، ارے حسنؑ چھوٹے سے تھے کہا ''او غلام زادے ہم تیرے ساتھ نہیں کھیلیں گے'' جملہ سن لو جتنی اُمت قیامت تک آئے گی سب رسولؐ اللہ کی غلام ہے، حسنؑ اور حسینؑ شہزادے ہیں، غلاموں کو نمک حرامی نہیں کرنی چاہیئے ، جملہ پھر سن لو کہ نمک حرام غلاموں کو شاید حسنؑ اور حسینؑ چھوڑ دیں مگر عباسؑ نہیں چھوڑیں گے، میرا غازی نہیں چھوڑے گا (نعرۂ حیدری) میرے جملے کی قدر کرنا، حسینؑ لڑائی دیکھ رہے تھے، تلوار نکال کر وار نہیں کیا، عباسؑ کے کان میں آواز آئی کہ میرے بھائی عباسؑ اب دشمن کو نہ چھوڑنا، تیرے بازوؤں کی داد حسینؑ دے رہا ہے، تلوار چلی، سر کو قلم کیا، لڑائی ختم ہوگئی مگر اس جملے کے بغیر لطف نہیں آئے گا، عمرو ابن عبدود کو علیؑ نے قتل کیا، اُس کا اسلحہ، لباس سب وہیں ڈال کر قیمتی کمر کا پٹکا، قیمتی زِرہ چھوڑ کر گئے، چھ ساتھی تھے عمر ابن عبدود کے کافر، انھوں نے نمائندہ علیؑ کے پاس بھیجا کہ عمرو ابنِ عبدود کی لاش ہمیں دے دو، علیؑ! جو نذرانہ مانگو گے پیش کریں گے اس کی لاش ہمیں دے دو، میں نے ''ولایت علیؑ'' کے عشرہ میں یہاں یہ جملہ پڑھا تھا، علیؑ کا جملہ سنیئے کہا کہ کافر کی لاش میدانِ جنگ سے اٹھا کر لے جاؤ علیؑ لاشوں کا کاروبار نہیں کرتا، لے جاؤ کافر کی لاش، دیکھئے لاشیں نہیں

چھوڑی جاتی تھیں، یہ علیؑ تھے کبھی دشمن کا سر ہی نہیں کاٹا، بات تھی کُلِّ ایمان کی اس لئے سرکاٹ کے پیغام لائے تھے اور رسولؐ کے قدموں میں ڈال دیا تھا، سر کاٹنا ضروری تھا اس لئے کُلِّ کفر تھا، کفر کا سر علیؑ ہی کاٹ سکتے تھے اس لئے اس دن سر کاٹا، مرحب وعنتر کا سر نہیں کاٹا، یہاں کُلِّ کفر کہا تھا اس لئے سر کاٹا، مارِد بن صدیف کو عباسؑ نے قتل کیا، اس کا نیزہ عباسؑ کے ہاتھ میں تھا، اس کی لاش پر پھینک کر کہا "جاؤ! یہ اس کا نیزہ، یہ سپر، یہ اسلحہ یہ اس کا گھوڑا اور یہ اس کی لاش اٹھا لے جاؤ" اب علم کے پھریرے کو کھول کر چلے، دورانِ جنگ پھریرا لپیٹ لیا جاتا ہے کیونکہ پھریرے میں ہوا بھرتی ہے، اب پرچم کھول کر چلے تو مارِد کے بعد کِس میں ہمت تھی اور لاکھوں کا لشکر کہاں کہاں بھاگ کر جا چکا۔ راستہ اور میدان صاف تھا صرف فرات کا پہرہ سامنے تھا، دریا نشیب میں اور عباسؑ اوپر تھے، چار، چار ہزار کے رسالے، سامنے کمانیں کڑکیں اور ایک ساتھ بارہ ہزار تیر عباسؑ کی طرف چلے، تیریوں ملے ہوئے چل رہے تھے کہ زمین پر سایہ ہو گیا تھا، لوہے کی ایک چادر عباسؑ کی طرف آ رہی تھی، تیروں یعنی بارہ ہزار تیروں کا رُخ عباسؑ کی طرف تھا، عباسؑ نے تیروں کو آتا دیکھا اور تلوار کھینچی گھوڑے کی رفتار میں کمی نہیں آئی، تلوار چلنے لگی اور تیر کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ ایک تیر عباسؑ کے نہیں لگا، بارہ ہزار تیروں کو کاٹ کر پھینک دیا، عباسؑ فرات کے کنارے پہنچے اب کون تھا جو ٹھہرتا۔ کنارہ خالی تھا، آواز دی "خیمے اُٹھا دیئے تھے لو ہم آ گئے" مرتجز کو فرات میں ڈال کر مشک کا دہانہ کھول دیا، ایک بار چلّو میں پانی اٹھایا، یہ کیا تھا یہ قرآن کی ایک آیت ہے کہ طالوت جب چلے تو اللہ نے وحی کی کہ سامنے ایک دریا آئے گا، اپنے لشکر سے کہہ دو جو ایک چلّو پانی اُٹھائے گا وہ جنّت میں جائے گا، جو پیٹ بھر کے

پی لے گا وہ جہنم میں جائے گا۔ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ (سورہ بقرہ آیت ۲۴۹) آیت کب اُتاری گئی اور عباسؑ نے کب چلّو میں پانی بھر کر تاویل کی، عباسؑ نے پانی چلّو میں اٹھایا تھا اس لئے طالوت پر وحی ہوئی ورنہ ایک چلّو پانی کا ذکر کیا، سوال یہ ہے کہ عباسؑ کیوں اٹھائیں پانی! کیوں عباسؑ نے اٹھایا پانی! اس لئے کہ عباسؑ کے عمل دو ہی تھے، دریا میں مرتجز کو ڈالتے ہی عباسؑ نے پانی پر ہاتھ مار کر کہا، بتاؤ! دریا تمہارا ہے یا ہمارا، قبضہ ہاتھ مار کر بتایا جاتا ہے مگر جب اختیار بتانا ہو تو چلّو یا مُٹّھی میں لے کر بتایا جاتا ہے، جب تک مُٹّھی میں نہ ہوا اختیار میں نہیں، یہ قبضہ دکھایا اختیار دکھایا پانی چلّو میں لے کر دریا کے منھ پر مار کر کہا کوثر میرا ہے "انا اعطینك الکوثر" اس پانی کا کیا، یہ تو بات کی بات تھی کہ قبضہ کر کے دکھایا صدیوں بعد پوچھیں گے کہ آئے تو تم تھے دریا کے کنارے...... تم رہے یا ہم رہے، دریا کی پروا کسے تھی، حسینؑ نہ کہتے تو عباسؑ کیوں دریا پہ آتے، عباسؑ نے منھ سے لفظ پانی ہی نہیں ادا کیا، زینبؑ اور عباسؑ دو ہستیاں ایسی ہیں جنھوں نے کبھی پانی کا نام نہیں لی۔

مثل ان کا تو ممکن نہیں، عاجز ہے خدائی
زینبؑ سی بہن دیکھی نہ عباسؑ سا بھائی

آٹھ تقریریں ہوگئیں، کوشش یہی رہی کہ ذکر عباسؑ ہی کا ہو لیکن آج مجبور ہیں کہ عباسؑ کی پیاسی بھتیجی کا ذکر کریں، ذکر تو وہ عباسؑ ہی کا ہوگا، آپ جانتے ہیں تین چار منٹ سے زیادہ میں کبھی مصائب نہیں پڑھتا دو ہی جملوں پر اگر آنسو نکل آئیں، دل بھر آئے اور آوازیں گریہ کی بلند ہو جائیں تو...... عباسؑ نے مشک بھری، خشک تھی، بھرنے میں دیر لگی، ایک ہفتے سے پانی ہی نہیں بھرا گیا تھا، چمڑا

خشک تھا، دریا کی ہر لہر مشکِ سکینہؑ میں سمانے کو بے قرار تھی کہ خیمے تک پہنچ جائے۔ دیکھیے دریا کی یا پانی کی کوئی خطا نہیں ہے۔ خطا تو ظالم روکنے والوں کی تھی، جب حسینؑ نے کہا تھا "ھل من ناصراً" تو فرات کا پانی دو نیزے اُچھلا تھا اور آواز دی کہ فرزند فاطمہؑ حکم دے تو سیلاب بن کر تیرے بچوں تک آ جاؤں، دریا آنے کو تیار تھا مگر حسینؑ نے اشارے سے منع کیا مقتل کا جملہ ہے جب پہلی بار کربلا کی زیارت کو حضرت امام جعفر صادقؑ تشریف لے گئے جس نے زیارت کی ہے اُسے یاد آ جائے گا فرات پار کر کے آپ امام کے باغ میں جاتے ہیں، امام وہاں کیوں ٹھہرتے تھے؟ امام نے بتایا کہ حسینؑ اِدھر سے کربلا میں داخل ہوئے تھے اور مقامِ امام زمانہ جہاں مسجد بنی ہوئی ہے، آپ وہاں جا کر نماز پڑھتے ہیں۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں چلتے چلتے امام حسینؑ کا گھوڑا ٹھہر گیا تھا، جب امام صادقؑ پہلی بار آئے اور روضے کی طرف چلے تو غلاموں اور اصحاب کے ساتھ ایک بار رُخ کے فرات کی طرف رُخ کر کے اِمام نے فرمایا، اے فرات! تو ابھی تک بہہ رہا ہے میرا جد پیاسا مارا گیا، کبھی کبھی یوں بھی مصائب سنا کریں، اِمام کا کہنا کہ فرات ایسا خشک ہوا کہ ڈھونڈے سے لوگوں کو نہ ملا، لوگ آتے تھے پوچھتے تھے دریائے فرات کہاں ہے؟ امام نے کہا تھا شرمندہ ہو گیا مگر کربلا کو چھوڑ بھی نہیں سکتا تھا، بہت دنوں کے بعد...... میں نے اپنی کتاب "اُمّ البنینؑ" میں لکھا ہے کہ باب اُمّ البنینؑ جہاں آکر والدۂ گرامی عباسؑ نے کہا تھا عباسؑ تجھے میں نے بڑے پیار سے پالا تھا، ایک بار میری گود میں آ جا۔ جزاک اللہ، جس پیار سے تم عباسؑ پہ گریہ کرتے ہو اس سے کہیں زیادہ عباسؑ تم سے پیار کرتے ہیں، تمہیں اندازہ نہیں ہے۔ ارے پیار ہی تو ہے کہ اِدھر زائر چلا، حسینؑ نے آواز دی عباسؑ میرا زائر

آ رہا ہے۔اور عباسؑ استقبال کو چلے اور اپنے علم کے سائے میں زائر کو کربلا پہنچادیا۔ ہر زائر اور ماتم دار کو عباسؑ پہچانتے ہیں، بابِ اُمّ البنینؑ سے جب آپ اندر داخل ہوں تو سیدھے ہاتھ کی طرف ایک دروازہ ہے چھوٹا سا جس پر تالا پڑا رہتا ہے، یہ تالا کسی مخصوص وجہ سے کھلتا ہے،اس دروازے میں زینے سے اُتر کر جب تہہ خانے میں پہنچیں تو پانچویں چھٹے زینے کے بعد اتنے زور زور سے پانی ٹکراتا ہے کہ کان شور سے پھٹنے لگتے ہیں، سب لوگ حیران ہوتے ہیں کہ پانی کے بیچ عباسؑ کی قبر ہے اور اتنا تیز فرات کا پانی قبر سے دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر یوں لگتا ہے جیسے پکار رہا ہو عباسؑ! عباسؑ! عباسؑ! جب امام نے فرمایا تو فرات نے اپنے آپ کو زمین میں دفن کرلیا، اندر، اندر، ڈھونڈنے لگا میرا سقّہ کدھر ہے؟ عباسؑ کدھر ہے؟ قبر تک پہنچ کے ادب سے رُک گیا، قبر نیچی ہے، طواف کر کے صدقے ہو رہا ہے۔شاید کہہ رہا ہے ''عباسؑ! مجھے معاف کردو'' اب کیا، پڑھوں؟ کس ارمان سے یہ کہہ کر مشک کو اٹھایا کہ یہ میری پیاری بھتیجی سکینہؑ کی مشک ہے، بغل میں لٹکا کر نہیں لائے۔میری طرف دیکھنا یوں سینے سے لگا کر لائے۔میں پڑھ چکا، بی بی سکینہؑ کے ذکر پہ تقریر ختم ہوجائے گی، چار جملے رہ گئے ہیں، منزلوں کو تیزی سے طے کر رہا ہوں، غاضریہ کے درختوں کے درمیان سے چلے تو پہلے طفیل سنسی کے وار ہوئے، عباسؑ اب کیا کریں، پہلے دایاں ہاتھ کٹا، پھر بایاں ہاتھ کٹا، علم گر گیا تلوار گر گئی، راوی کہتا ہے جس ہاتھ میں تلوار تھی وہ ہاتھ اور تلوار دونوں تڑپ رہے تھے۔مچھلی کی طرح تڑپتے دونوں ہاتھ سقّے کو جاتے دیکھ رہے تھے۔اس سے زیادہ مصائب تم کیا سنو گے اور خدا کی قسم کوئی کیا پڑھے گا، عباسؑ چلے، میری طرف دیکھنا، ہاتھ تو کٹ گئے، اب ہے لجام فرس

عباسؑ نے لجام فرس کو چھوڑا علم گر چکا، تلوار گر چکی، اب تو مشک تھی، عباسؑ نے مشک سکینہؑ کے دھانے کو دانتوں سے پکڑا، رکابوں سے پیروں کا نکالا، مشک کو بچاتے ہوئے، پیروں سے لڑتے ہوئے چلے اُدھر سے تیر چلے، کل پڑھ چکا کہ عباسؑ مشک کو تیروں سے بچانے کے لئے بار بار جھک رہے تھے، حُرملہ کا تیر جب تک نہیں چلا تھا، رکاب پر پاؤں رکھ کے بلند ہو کے دیکھتے اب خیمہ کتنی دور ہے؟ اب راستہ کتنا باقی ہے؟ جب مشک پہ تیر لگ گیا تو عباسؑ نے دیکھا یہ پانی نہیں میرا لہو بہہ رہا ہے۔ معاف کرنا میں نے بہت آپ کو رُلایا مگر میرا ساتھ دیتے رہنا بس دو دن رہ گئے ہیں، کل کے بعد چہلم ہے پھر غم ہی غم ہے۔ خدا تم کو سلامت رکھے، عباسؑ کا سایہ سب کے سروں پہ رہے۔ باب الحوائج کو سنیں۔ بیماروں کو اللہ شفا دے یا حضرتِ عباسؑ بیماروں کو شفا دیجئے۔ یا عباسؑ! ہم چاہتے ہیں کہ جس پیاری بھتیجی کے لئے آپ پانی لے جا رہے تھے کچھ حال اُس کا سنا دیں۔ تقریر یہاں رُک رہی ہے۔ معصومؑ فرماتے ہیں پانچ مقامات ایسے ہیں جہاں عباسؑ کے بعد عباسؑ کو پکارا گیا۔ پہلا مقام جب حسینؑ گھوڑے سے کرنے لگے آواز دی عباسؑ! جب حسینؑ کا گلا کٹ رہا تھا تین بار پکارا عباسؑ! عباسؑ! عباسؑ! جب خیمے جلنے لگے، زینبؑ نے پکارا عباسؑ! جب سکینہؑ کا دامن جلا چچا عباس! چچا عباس! جب سیّد سجادؑ کا بستر جلا تو آواز دی چچا عباسؑ! آپ کہاں ہیں؟ میرا بستر جل رہا ہے۔ جب نیزے سے زینبؑ کی چادر اُتری تو لیلیٰؑ نے پکارا عباسؑ! ربابؑ نے پکارا عباسؑ! بس چند جملے اور...... پڑھ چکا کہ آنکھ میں تیر پیوست ہوا، دونو زانوؤں سے دبا کر تیر نکالنا چاہا...... سلامت رہو...... حقِ گریہ ادا کر رہے ہو...... تیر نکالنے کے لئے جھکے کہ سر پہ گرز کا وار ہوا...... فرشِ زمین کربلا پہ آئے۔

سر کٹا...... عباسؑ کی گردن میں رسّی باندھی گئی، حُرملہ نے عباسؑ کا گھوڑا مرتجز لیا اُس کے گلے میں عباسؑ کا سر باندھا، مرتجز کو معلوم ہے کہ اگر میں چلوں گا تو زمین سے عباسؑ کا سر ٹکرائے گا، مرتجز نے اپنے سر کو بلند کیا تاکہ زمین سے عباسؑ کا سر نہ ٹکرائے، قافلہ شام پہنچا تیز تیز منزلوں سے میں گزر رہا ہوں تاکہ بی بی سکینہؑ کے مصائب پڑھ سکوں، یزید کے سامنے عباسؑ کا سر پیش کیا گیا، مرتجز کو پیش کیا گیا، یزید بولا یہ رسولؐ اللہ کا گھوڑا تھا، اسے میرے باغ میں رکھو، روز صبح کو نکالا کرو، صبح ہوتی مرتجز کی رسیاں پکڑ کر سائیس چلتا، ایک دن جیسے ہی سائیس لے کر چلا کہیں سے رونے کی آواز آئی، چچا عباسؑ! فوراً مرتجز نے رسیاں چھڑائیں، دوڑتا ہوا قید خانے کے دروازے پہ پہنچا اور قید خانے کی سلاخوں سے مرتجز نے اپنے سر کو ٹکرانا شروع کیا، ایک مرتبہ سکینہؑ نے آواز دی دی پھوپھی اماں! چچا عباسؑ کا گھوڑا آیا ہے، مرتجز کے سر سے لہو بہنے لگا، سکینہؑ رو رہی تھی، وہی قید خانہ تھا جہاں جانور رو رہا تھا، انسان آتے تو رونے لگتے، شام کی عورتیں آتیں اور کہتیں ہمیں کربلا کی کہانی سناؤ، تم پر کیا گزری، سکینہؑ کہتیں شام کی رہنے والیو! میرا چچا عباسؑ تھا، میرا بھائی علی اکبرؑ تھا، میرا بابا حسینؑ تھا، میرا بھیا قاسمؑ تھا، ایک دن گزرا دو دن گزرے، روز شام کی عورتیں آتیں اور کہتیں، سکینہؑ! آؤ! ہم آگئے ہمیں کربلا کی قصہ سناؤ، ایک دن عورتیں آئیں، آواز دی، جواب نہ ملا، عورتیں رونے لگیں کہا کہ کیا بی بی ناراض ہو گئیں، سکینہؑ...... سکینہؑ...... آؤ...... ایک بار زنجیر کی جھنکار سنائی دی، ایک قیدی دروازے پہ آیا اور کہنے لگا...... اب...... اب وہ نہیں آئے گی، سکینہؑ رات کو مر گئی...... یہ لاشہ...... سکینہؑ کا لاشہ...... ماتمِ حسینؑ......

❁ ❁ ❁ ❁

نویں مجلس

عظمتِ عباسؑ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے اور درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

چودہ سو ستائیس ہجری کے عشرۂ چہلم کی نویں تقریر آپ حضرات سماعت فرمارہے ہیں، ''حیاتِ ابوالفضل حضرتِ عباسؑ علمدارِ حسینؑ'' سرکارِ وفا، سقائے سکینہ، باب الحوائج، ذوالغضب والذوالجلال یہ آپ کے خطابات والقاب ہیں، جلالِ عباسؑ کہ کوئی جھوٹی قسم عباسؑ کی نہیں کھا سکتا، روضے کی شان، گنبد کا لہراتا پرچم، زائروں کی حاضری، روضے کا اژدہام، ضریح کے چاروں طرف باب الحوائج کی پکار، میدانِ کربلا میں چمکتا ہوا روضہ مثلِ آفتاب یا دور سے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شیر ہے جو اپنے مقام پر بیٹھا ہے۔ ایسے روضے روئے زمین پر تعمیر نہیں ہوئے، بہت کم لوگوں کو یہ علم ہوگا کہ حضرتِ امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ کے روضوں سے پہلے دنیا میں کوئی روضہ نہیں بنا تھا، بچوں کی معلومات میں اضافہ ہونا چاہیئے، لوگ تو یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ قبر پر کوئی عمارت بھی تعمیر کی جاتی ہے، کوئی جانتا ہی نہ تھا کہ قبر پہ کوئی عمارت بن سکتی ہے، جب حسینؑ اور عباسؑ کی قبروں پہ عمارتیں بنیں تو دنیا حیران و ششدر رہ گئی۔ کہ یہ کیا بن گیا! پھر اس کا نام روضہ رکھا گیا، روضے کا لفظ کسی عمارت کے لئے پہلی بار آسمان سے اُترا، (نعرہ حیدری)

ایک تو یہ ہی کسی کو معلوم نہ تھا کہ قبر پہ عمارت بنتی ہے اور اگر بنتی ہے تو کیسی ہوتی ہے، کوئی یہ بھی نہ جانتا تھا کہ یہ نقشہ کہاں سے بن کے آیا۔ اس لئے کہ حسینؑ اور عباسؑ کے روضوں کا نقشہ حیرت انگیز انجینئرنگ (engineering) کا شاہکار ہے۔ دنیا دنگ رہ گئی کہ یہ کیسی عمارت بن گئی، یہ نقشہ کس کے ذہن میں آیا کیونکہ اس سے قبل کوئی نمونہ موجود نہیں تھا۔ ایسے در، دالان، پلرز (pillars) ستون، چوگرد غلام گردش، حجرے، یہ خاکہ ذہن میں کیسے اُبھرا کہ بابِ قبلہ کدھر ہو؟ جب داخل ہوں تو قبلہ سامنے ہو، دو میناروں کے درمیان ایک گنبد ہونا چاہیئے، کسی نے سوچا ہی نہ تھا کہ دو مینار اور گنبد بنایا جاسکتا ہے اور اُس پر سونا چڑھانا، میناروں کا ڈیزائن، گنبد کی شیپ (shape) پھر گنبد کے بالکل نیچے ضریح یا یوں سمجھئے کہ ضریح کے بالکل اوپر گنبد، کوئی جان ہی نہ سکا کہ کون لوگ بنا کے چلے گئے، نقشہ کہاں سے آیا؟ یہ خاکہ کس نے دیا، اب جب لوگوں نے دیکھا تو سوچنے لگے کہ ایسی عمارتیں اور بنائی جائیں، بادشاہوں نے سوچا کوئی بادشاہ اُٹھا اور کہا کہ ایسی ہی عمارت علیؑ کی قبر پہ بناؤ، کربلا کے روضوں کی تعمیر کے بعد نجف میں علیؑ کا روضہ بنا، نجف بن گیا تو لوگوں نے کہا اسی طرح کاظمین اور سامرہ بننا چاہیئے، عمارتوں کی تعداد میں اضافہ شروع ہوا، خلافت عثمانیہ کو شرم آئی کہ جب بیٹوں کی عمارتیں بن گئیں تو ہم بھی رسولؐ اللہ کی قبر پر کچھ بنائیں۔ ایک گنبد بنایا، ہرا رنگ کر دیا اور اُسے گنبدِ خضرا کا نام دیا، حسینؑ کی وجہ سے نانا کی قبر پہ بھی گنبد بن گیا، اس سے پہلے کسی کی عقل میں نہ آیا تھا کہ رسولؐ کی قبر پہ کوئی عمارت بنائی جائے۔ جب حسینؑ کے روضے کے بعد گنبدِ خضرا بنا تو حدیث نے آواز دی، "حُسینٌ مِنّی وانا من الحُسین" ۳ھ شعبان میں دنیا میں تشریف لائے تھے تو اُس وقت

حدیث کا پہلا ٹکڑا تھا، کہ یہ بچہ، یہ حسینؑ مجھ سے، حسینؑ کی تاریخِ ظہور ۳ رشعبان ۴ھ سے قیامت تک نبیؐ حسینؑ سے ہیں، بچہ آ گیا، نبیؐ سے ہے لیکن اب نبیؐ حسینؑ سے ہیں روضے بنے، بڑے بڑے لوگ آنے لگے، زائر آنے لگے، دنیا کے لوگوں کا رُخ اُدھر پھر گیا۔ کیا امیر کیا غریب، ضرورت مند تو سبھی ہوتے ہیں۔ زندگی اور ضرورتیں ساتھ ساتھ ہیں، کسی کا تخت چھن رہا تھا کسی کے ملک پہ قبضہ ہو رہا تھا کوئی مرنے والا تھا، کسی کو بیماری نے آن گھیرا، کسی کو اولاد چاہیے، بادشاہ ہے مگر وارث سے محروم ہے تو کہاں جائیں، کیا کریں؟ چلو بھئی کربلا چلیں، چلو عباسؑ کے پاس چلیں، اُن سے مانگیں گے، کوئی آیا، بیٹا مانگا، انھوں نے دے دیا، نہ ملنے والی دولت مل گئی، شکریہ کیسے ادا کریں؟ سونا چڑھا دیں دو من اور خزانہ بھر دیں، سونے کے دروازے بنا دیئے، حکومت ہاتھ سے نکل رہی تھی، حکومت کا تختہ اُلٹنے والا تھا، بادشاہ بھیس بدل کر آ گیا۔ ضریح سے لپٹ کر کہنے لگا عباسؑ ہماری سلطنت بچالو، ہم سارے دروازے سونے کے کر دیں گے، جو اہرات چڑھائیں گے، ہم قالین بچھوا دیں گے، عباسؑ نے بچا لیا، کچھ مطلب سے آتے تھے کچھ محبت وعقیدت سے آتے تھے، عباسؑ نے مایوس دونوں کو نہیں کیا، محبت والے جب رخصت ہوتے تھے تو خزانے لٹا کے جاتے تھے، شہزادیاں اور ملکائیں آئیں تو اپنے سارے زیور اور جواہرات چڑھا کے چلی گئیں۔ سپاہی آیا، تلوار چڑھا دی، بادشاہ آیا، تاج نذر کیا، جو بھی بادشاہ آیا، طواف کیا اور اپنا تاج عباسؑ کے قدموں میں رکھ دیا۔ ہزاروں تاج عباسؑ کی ٹھوکروں میں کھیلنے لگے، جواہرات پانی کی طرف بہنے لگے، ایک خزانے کی ضرورت پڑی، بڑے بڑے تہہ خانے بنائے گئے، تہہ خانوں میں دولت بھر دی گئی، باقاعدہ حساب

سالانہ ہونے لگا، کروڑوں روپے کی دولت حسینؑ کے خزانے میں تھی، عباسؑ کے خزانے میں تھی، امام رضاؑ کے خزانے میں تھی، ضریح میں سونے کے سکے پڑنے لگے، ہر ہفتے بوریاں بھری جاتی تھیں۔ ایک باقاعدہ شعبہ بنا جو گنتی کرتا تھا، ملک کا بادشاہ، ملک کا حاکم، ملک کا صدر روضے کے خزانے سے قرضہ مانگنے لگا۔ ملک کو نقصان ہوا ہے بجٹ خسارے میں جا رہا ہے، ہم اتنے سکے، اتنا سونا حسینؑ کے خزانے سے قرض لیتے ہیں، ساری حکومتیں حسینؑ اور عباسؑ کی قرض دار ہوگئیں، جو منتیں پوری ہو رہی ہیں وہ قرضہ الگ ہے، یہ لیا جانے والا اور سالانہ ادائیگی والا قرضہ الگ ہے، خدّام شان سے اکڑے بیٹھے ہیں، یہ خدّام وہی بنی اسد ہیں جنھیں حسینؑ خود متولّی بنا کر گئے ہیں، نسل در نسل فریضۂ خدمت انجام دے رہے ہیں، اُن سے آکر ارب پتی تاجر یہ درخواست کریں کہ یہاں زائروں کی جوتیاں اُٹھانے پر ہمیں ملازم رکھ لو اور وہ اکڑ کر جواب دیں کہ درخواست دے جایئے آپ سے پہلے دو سو ارب پتیوں کی درخواستیں پڑی ہیں جب آپ کا نمبر آئے گا آپ کو بلا لیا جائے گا۔ ساٹھ پینسٹھ لاکھ کی کار سے اترتا ہے اور شام کو اس کے ارب پتی بیٹے کاریں لے کر اُسے لینے آتے ہیں، کیسے؟ جو دن بھر زائروں کی جوتیاں اٹھا اُٹھا کر رکھ رہا ہے، دنیا کے بڑے بڑے سربراہ جنھوں نے اپنا شیعہ ہونا کبھی ظاہر نہیں کیا مگر چھپ کر رازداری سے خدّاموں کو لکھتے رہے کہ اب جو پرچم اُترے گا وہ اس کے ملک کو ملے گا۔ حیرت ہوگی آپ کو یہ سن کر کہ عباسؑ کے پرچم برطانیہ اور امریکہ نے مانگے ہیں، آپ کو خبر ہی نہیں اس لئے کہ آپ سیدھی سیدھی مجلس سننے کے عادی ہیں لیکن ہم نے طے کر لیا ہے کہ سیدھی سیدھی مجلس نہیں پڑھیں گے، کمپیوٹر کا دور ہے بچوں کے نالج (knowledge) میں

اضافہ کرنا ہے۔کئی کروڑ روپے کی وہ چادریں ہوتی ہیں، جو تابوت حسینؑ اور تابوتِ عباسؑ پہ ڈالی جاتی ہیں۔اُس میں اصلی اور سچے جواہرات ٹانکے جاتے ہیں،منوں سونا چڑھادیا،دروازے سونے کے کردیئے،منتیں پوری ہوگئیں بادشاہ خوشحال ہیں تو اب کیا کریں؟ محبت کم تو ہوگی نہیں تو اودھ کے بادشاہوں نے پورا دریائے فرات دوبارہ بنوادیا،نجف کا روضہ بنوادیا،حضرتِ عباسؑ کے روضے کی دیواریں سونے کی کردیں،ٹائیل سنگ مرمر کی لگوادیں،آیات لکھوادیں،ضریح سونے کی کردی،دل نہیں بھر رہا،محبت کا سمندر موجزن ہے،ابھی کچھ اور کرنا ہے، اپنے دور کے مشہور مرثیہ نگار مرزا فصیح تھے،ہر دور میں چار پانچ مرثیہ نگار امام حسینؑ کے مصروف رہتے تھے،میر انیس،مرزا دبیر،انس،تعشق،عشق اور مونس ایک عہد کے چھ شاعر گنادیئے،ان کے عہد سے پہلے میر خلیق (میر انیس کے والد) ہندو شاعر دلگیر،میر ضمیر (مرزا دبیر کے اُستاد) اور مرزا فصیح چوتھے تھے،یہ نصیر الدین حیدر اور غازی الدین حیدر کا عہد تھا،جو اودھ کا بادشاہ تھے،حکومت خوشحال تھی، کوئی خاص منت مراد بھی نہیں ہے،مرزا فصیح مولا علیؑ کے بڑے بھائی جناب عقیلؑ کی نسل میں تھے،مکّے میں حضورؐ کی جتنی جائیداد تھی،عبدالمطلبؑ کا مکان،ابو طالبؑ کا مکان سب حضورؐ نے جنابِ عقیلؑ کو دے دی تھی کیونکہ سرکار کو تو مکّے واپس جانا نہیں تھا،ننھیال ددھیال کی تمام جائیداد،ننھیال کی جائیداد حضورؐ کو اس لئے مل گئی کہ سرکار کا ماموں کوئی تھا ہی نہیں تو ظاہر ہے وہ تمام جائیداد تو نواسے ہی کو ملنا تھی تو مرزا فصیح جنابِ عقیلؑ کی اولاد تھے،مکّے کی تمام جائیداد جنابِ عقیلؑ کو مل گئی تھی اور وہی اُس کے نگراں تھے،جنابِ عقیلؑ کے بعد ساری جائیداد اولاد میں منتقل ہوئی چونکہ بنی ہاشم ہمیشہ کعبے کے متولّی رہے ہیں اس لئے حضورؐ نے ساری

جائیداد اس شرط پر جنابِ عقیلؑ کو دی تھی کہ مجھے علیؑ اور حسینؑ کو تو مکے جانا نہیں ہے اس لئے پہلے اپنا گھر دے دیا کہ یہ تمہارے سپرد ہے، اس کی آمدنی سے اللہ تعالیٰ کا گھر بناؤ، مرمّت کرو، صفائی کرو، دیکھ بھال کرو، معلوم ہوا کہ رسولؐ کے گھر کی وجہ سے اللہ کا گھر محفوظ رہا تو جنابِ عقیلؑ نے یہ فریضہ انجام دیا اور اُن کی نسل میں تولیت چلی، اب جتنے متولّی آئیں گے وہ اولادِ جنابِ عقیلؑ ہوں گے، کنجی ان کے پاس رہے گی، ۱۸۵۷ء کے آس پاس مرزا فصیح اولادِ جنابِ عقیلؑ تھے لکھنؤ میں رہتے تھے مگر ساری جنابِ عقیلؑ کی جائیداد کے وارث تھے اور شرط کے موجب کعبے کے متولّی بھی مرزا فصیح تھے، دل لکھنؤ کی عزاداری میں اٹکا رہتا تھا، مکّے میں اللہ کا گھر تھا، لکھنؤ میں امام حسینؑ کے بہت سے گھر تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کہاں رہیں یہاں رہیں یا وہاں رہیں آپ کو لکھنؤ کا کیا پتہ کہ لکھنؤ کیا ہے؟ جس نے لکھنؤ کی عزاداری کی ہو، جبریلؑ اسے آکر کہیں آؤ جنّت میں لے چلیں وہ کہے گا جنّت کو رہنے دو لکھنؤ نہیں چھوڑیں گے۔ لوگوں کے نالج کی کمی کا یہ عالم ہے کہ لکھنؤ کو ہی نہیں سمجھ پائے تو بھلا کربلا کو کیا سمجھیں گے۔ پہلے مجازی کربلا سمجھ لیں پھر حقیقی کربلا سمجھ میں آئے گی۔ حدیث ہے کہ لکھنؤ خاص طور پر سرکارِ سیّدہؑ کو جہیز میں عطا ہوا۔ پشاور کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ سرکارِ سیّدہؑ کے مہر میں ہے، ''تاریخِ عزاداریٔ پشاور'' کتاب ابھی آئی ہے جس میں مصنف نے تحریر کر دیا ہے کہ پشاور سرکارِ سیّدہؑ کے مہر میں ہے، ادھر سرکارِ سیّدہؑ کے مہر پہ پٹھانوں نے قبضہ کر لیا، یہ کوئی نئی بات ہے اُن کے باغ پہ بھی تو پٹھانوں نے ہی قبضہ کیا تھا۔ پشاور اور لاہور میں فرق یہ ہے کہ پشاور پہ تو قبضہ ہے۔ لکھنؤ پہ قبضہ نہیں ہے وہاں ہندو بھی رہتا ہے تو عزاداری کرتا، یہ لکھنؤ کی سرزمین ہے جو وہاں

جنم لیتا ہے وہ سرزمین اس سے حسینؑ! حسینؑ کروالیتی ہے۔ لکھنؤ کے کسی کونے میں آپ کو دشمنِ حسینؑ نہیں ملے گا جیسے پاکستان میں مل جاتے ہیں۔ جو بہت سخت قسم کا دشمن لکھنؤ میں ہوگا وہ بھی زبانی اظہار نہیں کرے گا، نامِ حسینؑ ہی کا لے گا اس لئے کہ جانتا ہے یہاں رہنا دشوار ہو جائے گا اور واقعی دشوار کر دیتے ہیں۔ ہندو، مسلم، سکھ سب تعزیہ نکالتے ہیں۔ عجیب سرزمین ہے۔ جلنے والے لکھنؤ سے جلتے ہیں۔ محبت کرنے والے محبت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ لکھنؤ نے حسینؑ سے محبت کی۔ لکھنؤ کا کوئی بال بھی بیکا نہیں کرسکتا۔ ایسا شہر کہ اگر میں اس کے فضائل شروع کروں تو رات بیت جائے۔ اب مرزا فصیح کے لئے مشکل کہ لکھنؤ چھوڑیں تو کیسے چھوڑیں؟ آخر انھوں نے طے کیا چھ مہینے رہیں گے کعبے میں اور چھ مہینے رہیں گے لکھنؤ میں۔ جب چھٹے مہینے لکھنؤ سے چلنے لگتے تو سارے بادشاہ اُنھیں بلا کر دعوت کرتے ، کہتے ہم جانتے ہیں آپ کربلا ہو کے کعبے جائیں گے تو جب کربلا جانا تو یہ سونے کے گلدستے یہ جواہرات سے سجے برتن، یہ زیورات وہاں چڑھا دیجئے گا۔ ایک سونے کی کشتی میں سارے تحفے کربلا چڑھا کر مرزا فصیح کعبے چلے جاتے۔ ان تحائف کے ساتھ ساتھ بادشاہوں نے وہاں کے طالب علموں کے لئے وظیفے مقرر کر دیئے۔ اودھ کے بادشاہوں نے سالانہ رقمیں نجف اور کربلا کے نام کر دیں۔ ہر عالم اور طالب علم کا وظیفہ بادشاہان اودھ نے فرداً فرداً باندھ دیا۔ پرنسٹن یونیورسٹی امریکہ کے پروفیسر نقش نے جو یہودی ہے ''نجف، کربلا اور عراق'' پر پی ایچ ڈی (Ph.D) کی ہے۔ اپنے مقالے میں اس نے ایک باب لکھا ہے ''نجف اور اودھ کے بادشاہ'' یہ کتاب نیوجرسی امریکہ سے شائع ہوئی ہے اور میرے کتب خانے میں ہے۔ وہ لکھتا ہے جو کاغذات ملے مجھے نجف میں

جنکی روشنی میں مَیں نے Ph.D کی ہے تو یہ پتہ چلا کہ جتنے یہودی بڑے بڑے سوداگر عراق میں رہتے تھے طلباء اُن سے قرضے لیتے تھے اس شرط پر کہ جب لکھنوَ سے ہمارا وظیفہ آئے گا ہم ادا کردیں گے۔ سوداگر ضمانت سمجھتے تھے کہ وہاں سے ان کا وظیفہ ضرور آئے گا۔ اس طرح ان بادشاہوں نے علم کی پرورش کی۔ علماء بنائے۔ مدرسے بنائے پہلا مدرسہ برّصغیر میں لکھنوَ میں بنا جس کا نام سلطان المدارس رکھا گیا اور یہ ماشاءاللہ آج بھی قائم ہے۔ چونکہ بادشاہ واجد علی کا خطاب تھا سلطانِ عالم، اس لئے مدرسے کا نام سلطان المدارس رکھا گیا۔ مولانا محسن صاحب، ابنِ حسن صاحب، مولانا محمد مصطفےٰ جوہر، مولانا محمد بشیر فاتح ٹیکسلا، مولانا حافظ کفائیت حسین، یہ سارے علماء لکھنوَ کے پڑھے تھے۔ یہ وہی علم بٹ رہا ہے ان سب نے اپنے شاگرد بنائے اُن شاگردوں نے اپنے شاگرد بنائے۔ لکھنوَ کی تعلیم کے معیار کا یہ عالم تھا کہ جب لکھنوَ سے تعلیم مکمل کر کے یہ علماء نجف جاتے تھے تو اہلِ نجف متاثر ہوتے تھے کہ یہ وہاں سے پڑھ کر آئے ہیں۔ لکھنوَ ایک تحقیقی شہر ہے۔ ولایتِ علیؑ پر دنیا کی سب سے بڑی کتاب لکھنوَ میں لکھی گئی جس کا نام ہے ''عبقات الانوار'' اس سے پہلے ایران، عراق میں کوئی کتاب ولایت علیؑ پر نہیں تھی۔ یہ کائنات کی اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے۔ یہ کتاب چار پشتوں نے تحریر کی۔ پہلے آلِ عبقات علی قلی صاحب پھر ان کے بیٹے سرکار حامد علی خان اعلی اللہ مقامہٗ، پھر اُن کے بیٹے سرکار ناصر حسین قبلہ ناصر الملّت، پھر اُن کے بیٹے سعید الملّت نے لکھا اور اب اُن کے بیٹے آغا روحی صاحب لکھ رہے ہیں، جنھوں نے ہماری کتاب ''اُمّ البنینؑ'' کا پیش لفظ لکھا ہے پانچ پشتوں سے ولایت علی کا قلم پکڑے ہوئے، اب مولانا آغا روحی صاحب ہیں یہ پانچویں

پشت ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا کتب خانہ یعنی اہلِ سنت کی تمام کتبِ احادیث سوائے ناصر الملت کے کتب خانے کے کہیں نہیں پائی جاتیں۔ جب کوئی سنی عالم کتاب لکھنے لگتا تھا تو اس کتب خانے کی زیارت کو آتا تھا۔ جب شبلی نعمانی نے چاہا کہ حضرت عمر پر کتاب لکھیں تو سنیوں کے کتب خانے میں حوالے کی کتابیں ہی نہ ملیں۔ یہاں حوالہ لینے آنا پڑا۔ جب شبلی نعمانی الفاروق لکھنے کے لئے یہاں آئے تو دنگ ہو گئے ناصر الملت کے حافظے پر اس لئے شبلی کہہ رہے تھے فلاں فلاں کتابیں مجھے چاہئیں تو قبلہ ناصر الملت اپنی جگہ سے نہیں اُٹھے اور کہا آپ کو جو کتابیں چاہئیں ان کے نمبر یہ ہیں۔ فلاں فلاں ریک (rack) میں یہ کتابیں ملیں گی اور آپ چونکہ حضرت عمر کا حال لکھ رہے ہیں یہ یہ کتاب کے صفحے دیکھتے جائیے گا آپ کو چیزیں ملتی جائیں گی۔ اس کتب خانے میں ایک حیرت انگیز کتاب بھی موجود ہے۔ ایک قیمتی کتاب غائب ہو گئی۔ ایک زمانہ تھا کہ ہالینڈ کے لوگ ڈچز (Dutches) جب ہندوستان پر قابض تھے تو کتب خانے چرایا کرتے تھے۔ جہاز پہ لاد کر کتابیں یورپ لے جاتے تھے۔ جہاز راستے میں ڈوب گیا۔ وہ قیمتی حدیث کی کتاب بھی ڈوب گئی۔ کتاب کی تلاش شروع ہوئی ایک ہی قلمی نسخہ تھا، کہاں گئی وہ کتاب اُدھر جہاز ڈوبا، ٹکڑے ہوا اس میں وہیل مچھلی گھسی، ساری کتابیں کھا گئی اور وہ قیمتی کتاب بھی نگل گئی۔ یہ مچھلی شکار ہوئی، افریقہ میں جب اس کا پیٹ چاک کیا گیا تو وہ کتاب برآمد ہوئی۔ مچھیروں نے وہ کتاب بیچی جو پھر یہاں کتب خانہ ناصری میں آئی۔ اُس کتاب پر لکھا ہے مچھلی کے پیٹ سے برآمد ہوئی کتاب عراق میں مچھلی کے پیٹ سے یونسؑ جیسا نبی برآمد ہوتا ہے لکھنؤ میں مچھلی کے پیٹ سے حدیث کی کتابِ برآمد ہوتی ہے۔ ایسا لکھنؤ

چھوڑ کر مرزا فصیح کہاں جائیں۔ اِدھر چھ مہینے پورے ہوئے لوگوں نے کہا آپ پریشان نظر آرہے ہیں۔ کہنے لگے بھئی محرّم آگیا اب کعبے میں دل نہیں لگتا۔ اب لکھنؤ چلیں اور بس سلام لکھنے شروع کردیئے۔

سلام لکھتا ہوں حرم میں قلم سے زم زم ٹپک رہا ہے
کعبے کا سیاہ پردہ سنگِ در سے سر اپنا پٹک رہا ہے

ایک بار مرزا فصیح روم چلے گئے وہاں ایک صحرا میں قصر کے کھنڈرات دیکھے۔ ایک پتھر کا شیر بیٹھا تھا۔ اس کے قریب سے گزرے دیکھا وہ رو رہا ہے۔ پتھر کے شیر کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ رُک گئے اور تاریخ کا جو حساب لگایا تو پتہ چلا کہ آج عاشور ہے۔ راستے میں جناتوں سے باتیں ہوتی تھیں۔ زعفر جن ایسے ایسے مقامات کی سیر کراتے تھے کہ چلو ہم تمہیں دِکھائیں کہ صحراؤں میں کہاں کہاں حسینؑ، حسینؑ ہو رہا ہے۔ جس طرح جہانیاں جہاں گشت نے عجائبات دیکھے۔ مرزا فصیح نے معجزات دیکھے اور اپنے مرثیوں میں قلم کیے۔ حسینؑ کا مرتبہ صرف مرثیہ نہیں ہوتا۔ نجم آفندی فخر کرتے تھے کہ میں مرزا فصیح کے خاندان سے ہوں۔ کون نجم آفندی؟

دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہے گا
شبیرؑ بہرحال تیرا نام رہے گا

دو ہزار صفحات کی کتاب نجم آفندی پر لکھی گئی ہے۔ نجم آفندی مرزا فصیح کی پانچویں پشت میں تھے۔ یہ وہ حسینی لوگ تھے جنھوں نے چیخ چیخ کر اپنی عمریں صرف کردیں۔

ہے زبانوں پہ علمدار، علمدار

یہ علم صرف علم نہیں ہے۔ یہ دنیا کا انسائیکلو پیڈیا (encyelopedia) ہے۔ آپ اپنی سرزمین پہ رہے اور ہم نے آپ کو کہاں کہاں کی سیر کرادی۔ میں کہہ رہا تھا کہ روضے زمین پر پہلی بار بنے تو حسینؑ اور عباسؑ کے روضے بنے اُس کی نقلیں بنیں۔ گنبد خضرا، روضۂ حسینؑ کی نقل ہے۔ دنیا کی ساری مسجدیں مسجدِ نبوی کی نقل ہیں اور مسجدِ نبوی روضۂ حسینؑ کی نقل ہے۔ یہ اب ایسی بنی ہے پہلے صرف ایک جھونپڑی تھی۔ جب روضۂ حسینؑ بنا تو اُسی نقشے کی مسجدیں بننے لگیں۔ روضۂ حسینؑ سے پہلے دو مینار اور ایک گنبد والی مسجدیں نہیں ہوتی تھیں صرف کعبے کی نقل چار دیواری ہوتی تھی۔ پہلی بار یہ حسینؑ کے روضے نے بتایا کہ توحید کی نشانی یہ ہے کہ دو مینار بلند ہو جائیں۔ جب تک چیز بلند نہیں ہوگی اللہ کو بتا نہیں سکتی۔ یہ مینار کا تصوّر آیا کہاں سے؟ علم سے آیا۔ میناروں کا تصوّر علم سے آیا۔ مینار توحید کا سمبل (symbol) اور علم بھی توحید کا سمبل ہے۔ علم توحید کو بتاتا ہے۔ یہ پنجہ نہیں ہے، اللہ لکھا ہے۔ عباسؑ کے علم میں موسیٰؑ کے دو معجزے ہیں موسیٰؑ کے دو ہی معجزے قرآن میں ہیں ایک یدِ بیضا ہاتھ دوسرا ڈنڈا یعنی عصا، علم میں یدِ بیضا بھی ہے اور عصا بھی ہے۔ موسیٰؑ کے دونوں معجزے غائب، نہ عصا رہا، نہ یدِ بیضا رہا۔ عباسؑ کا معجزہ نگر نگر، گلی گلی، شہر شہر، گھر گھر، چھت چھت، پرچم ہے کہ لہرا رہا ہے۔ مُلک کا جھنڈا اپنی جگہ پہ ہے کسی ملک میں دوسرے ملک کا پرچم لہرانا جرم ہے۔ عباسؑ کا پرچم دنیا کی ہر مملکت میں لہرا رہا ہے۔ کل علم اُس کو دیں گے جو کرّار ہوگا غیر فرار ہوگا۔ کرّار کا غیر، فرار یعنی بھاگنے والا، یہ غیر کہاں سے حدیث میں آ گیا؟ یہ قرآن سے حدیث میں آیا۔

"غیر المغضوب" یہ قرآن کا غیر اور حدیث کا غیر، غیرِ فرّار، انیسؔ نے کہا۔

غیر کی مدح کروں شہ کا ثناخواں ہو کر
مجرئی اپنی ہوا کھوؤں سلیماں ہو کر

یہ غیر آپ کے ساتھ چل رہا ہے۔ یہ غیر عجیب ہے، غیر میں تین حرف ہیں، غ۔ ی۔ ر، غیر اپنی پہچان کرا رہا ہے۔ کل علم دیں گے مرد کو، رجُل کو، کرّار کو، غیر فرار کو، اللہ اور رسولؐ اُس سے محبت کرتے ہوں گے وہ اللہ اور رسولؐ سے محبت کرتا ہوگا۔ مگر آخری شرط نے سب کو حیران کر دیا۔ اس کے دونوں ہاتھوں پر اللہ فتح دے گا۔ ایک ہاتھ میں ذوالفقار حارث و مرحب و عنتر دیا سر کی لاشیں دوسرے ہاتھ میں درِ خیبر، فتح اس ہاتھ پر بھی اور فتح اس ہاتھ پر بھی اب جو علمدار آئے، شرط پوری ہونا ہے۔ علیؑ کے بعد عباسؑ علمدار ہیں کل پڑھ چکا کہ کرّار ہے غیر فرّار ہے، عباسؑ اللہ اور رسولؐ سے محبت کرتے ہیں اللہ اور رسولؐ عباسؑ سے محبت کرتے ہیں آخری شرط کے لئے آج کی تقریر کر رہا ہوں کہ دونوں ہاتھوں پر فتح جب تک حدیث کا آخری حصہ عباسؑ کے ہاں نظر نہ آجائے بات آگے کیسے بڑھے گی، تو پہلے یہ طے کرنا پڑے گا کہ فتح کسے کہتے ہیں؟ فتح کی تعریف کیا ہے؟ تاریخ نے تو فتح کے یہی معنی بتائے نا کہ۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

اگر یہ فتح ہے تو گھوڑے بڑی تیزی سے دوڑتے ہوئے، اسپین تک گئے تھے پھر واپس کیوں ہوئے؟ فتح کہاں گئی؟ جن ملکوں کو فتح کیا تھا وہ پھر اُنہی قوموں کے پاس واپس چلے گئے تو فتح کہاں رہی۔ فتح اُسے کہتے ہیں کہ جو چیز فتح کر لی جائے پھر دشمن اُس پر کبھی قبضہ نہ کر سکے۔ حسینؑ نے کیا کیا فتح کیا اور یزید کیا کیا ہارا؟ دریا پہ یزید کا قبضہ تھا اب تو یزید کے پاس نہیں ہے۔ کربلا کی سرزمین پہ یزید

نے قبضہ کیا تھا اب آج تو یزید کے پاس نہیں، حسینؑ کے پاس ہے، فتح اس کو کہتے ہیں۔ دارالحکومت شام میں تھا زینبؑ نے کہا نکل یہاں سے، زینبؑ کے قبضے میں شام آ گیا۔ بغداد پہ بنی عباس نے قبضہ کیا۔ موسیٰ کاظمؑ پہنچے کہا نکلو بنی عباسیو! یہاں سے، قبضہ ہمارا ہے، اولادِ رسولؐ نے قبضہ لے لیا۔ عباسؑ نے کربلا لے لیا۔ کوفے پہ قابض ابنِ زیاد، مسلمؑ نے کہا نکل یہاں سے، مسلمؑ نے نکال باہر کر دیا، دارالامارہ کھنڈر بن گیا اور اُس کے سامنے مسلمؑ نے اپنا پرچم لہرا دیا، جس نے زیارت کی ہے وہ لطف لے گا، یہ دارالامارہ ہے، یہ مسلمؑ کا روضہ ہے بالکل ملا ہوا ہے۔ (اشارہ) وہ کھنڈر ہو گیا، یہ چمک رہا ہے اور مسلمؑ کا پرچم لگا ہوا ہے۔ دارالامارہ کا چہرہ اُتر رہا ہے۔ جب مسلمؑ کے پرچم کا سایہ مسجد کوفہ پر پڑتا ہے تو دارالامارہ کے کھنڈر شرماتے ہیں کوفے پہ مسلمؑ کا قبضہ ہے۔ یزیدیوں کا عباسیوں کا قبضہ کہاں ہے تو فتح یہ ہے کہ قبضہ واپس لیا جائے لیکن یہ بھی معیارِ فتح نہیں ہے۔ فتح یہ ہے کہ جتنے بھی دشمن ہوں وہ سب فنا کر دیئے جائیں اور اعلان کیا جائے آج کس کی حکومت ہے؟ اس لئے اللہ نے قیامت رکھی ہے کہ صور پھونک کے سب کو ختم کر کے کہے گا "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (سورۂ مومن آیت ۱۶) آج کس کی حکومت ہے؟ آج کس کا یوم ہے" پھر خود ہی پکارے گا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (سورۂ مومن آیت ۱۶) آج کا دن واحد قہار کے لئے ہے۔ تفسیر میں لکھا ہے اللہ خود ہی اپنی بات کا جواب دے گا حالانکہ قرآن کی دونوں آیتیں ہیں۔ اللہ سب کو مار کے، فنا کر کے پکارے گا "کس کا دن ہے آج؟" جواب آئے گا، تیرا دن ہے تیرا، تو ہے قہار، تفسیر میں ہے کہ یہ آواز چہاردہ معصومینؑ دیں گے۔ آج تیرا دن ہے۔ اب "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" سمجھ میں آیا۔ یوم دین کا مالک وہ ہے

جو جواب دے۔ انہی کو حق ہے کہ کہیں تیرا دن ہے اس لئے کہ اسی دن کے لئے انھوں نے اپنے رات اور دن ایک کر دیئے تھے۔ "اکملت لکم دینکم" علیؑ کا دن نہیں تھا، الیوم غدیر کا دن اللہ کا دن تھا۔ وہ دن اگر مان لیتے تو آج یہ دن نہ آتا کہ صور پھونک دیا گیا۔ اللہ نے اپنے سارے دشمنوں کو ختم کر کے قیامت کے دن اعلان کیا کہ اب میرا دن، اُس کا دن نہیں آئے گا جب تک سارے دشمن فنا نہ ہو جائیں۔ دو چیزیں ہیں۔ اللہ نے اعلان کیا دن میرا ہے۔ چودہ نے جواب دیا جو اُس کے پیارے تھے اُس کے پاس پہنچے۔ ایک فتح یہ کہ دشمن فنا ہوئے تو فتح یہ ہے کہ ایک طرف دوستوں کو آرام ملے۔ دشمنوں کو عذاب ملے، دو ہی طریقے ہیں فتح کے، دوستوں کو آرام، دشمنوں کو عذاب اس لئے دو ہی چیزیں رکھیں، جنّت اور دوزخ، پہلے دن ہی اعلان کر دیا جو اطاعت کرے گا جنّت میں جائے گا جو نافرمانی کرے گا دوزخ میں جائے گا۔ کوئی تیسرا راستہ تو نہیں ہے نا۔ وہ دونوں حالتوں میں خوش ہے چاہے اِدھر جاؤ چاہے اُدھر جاؤ، دشمن کو جہنم میں بھیج کے بھی خوش...... بات کو سمجھیں دشمنوں کو جہنم میں ڈال کے اللہ کیا رنجیدہ بیٹھا ہے! ہائے سب مر گئے! ہائے کون کون جل رہے ہیں! افسوس میں یا خوشی میں ہے۔ آج پتہ چلے گا اللہ کی خوشی کیا ہے اور ناراضگی کیا ہے؟ آج اُس کا دن ہے، آج معلوم ہو جائے گا۔ قیامت ہو گئی، فیصلہ ہو گیا، بھیج دیا جہنم میں، چلو جاؤ جنّت میں جاؤ، یہ فیصلہ یک طرفہ نہیں دو طرفہ ہے، دشمن جہنم میں جائیں، دوست جنّت میں جائیں۔ (نعرہ حیدری) اب کربلا سمجھئے ایک فتح تو یہ ہے کہ حسینؑ، عباسؑ، علی اکبرؑ، حبیبؑ، زہیرؑ، سب بچ جائیں اور واپس خیریت سے مدینے پہنچ جائیں۔ یہ بہتّر کا لشکر تمام یزیدیوں کا قلع قمع کر دے اور روئے زمین پر ایک بھی

حسینؑ کا دشمن نہ رہے۔ دشمن حسینؑ کا ایک نہ رہے، دوست آرام سے مدینے چلے جائیں یہی فتح ہے۔ بڑا قیمتی جملہ کہہ رہا ہوں کہ ان کا ایک نہ مرے اور اُن کا ایک نہ بچے، اس کو فتح کہتے ہیں۔ رات کو ملک آیا حسینؑ کے پاس کہ تقدیر نے عباسؑ کے دونوں ہاتھوں پر فتح لکھ دی ہے۔ عباسؑ ان سب کو بچا بھی سکتے ہیں، خاتمہ بھی کر سکتے ہیں۔ حسینؑ تم کیا چاہتے ہو؟ حسینؑ نے جواب دیا میں مرضی رُب چاہتا ہوں۔ اب جو مرضی رُب تھی وہ کربلا میں ہوا۔ جو جو اللہ چاہتا تھا وہ کربلا میں ہو گیا۔ اس کے معنی مرضی رُکی جو پیغام آیا تھا وہ تو نہیں ہوا۔ پیغام یہ تھا دشمن ایک نہ رہے تم ہمیشہ زندہ رہو سلامت رہو، کوئی تمہیں مار نہ سکے۔ تکلیف پہنچا نہ سکے، اللہ کی نظر میں اصل فتح یہ تھی کہ دشمن حسینؑ کا ایک نہ رہے، دوست کو ذراسی تکلیف نہ پہنچے، عمر کم نہ ہو، کوئی بوڑھا نہ ہو، سب جوان رہیں، آرام سے رہیں۔ جب تک یہ نہیں ہوگا دونوں ہاتھوں پر فتح ہوگی نہیں۔ ایک بار رسولؐ نے کہا فاطمہؑ کہاں ہیں؟ کہا وہ سواری آرہی ہے اتنی دیر میں نور کی عماری آئی۔ رسولؐ نے کہا شفاعت کے لئے کیا لائی ہو؟ عماری کا پردہ ہٹا، آواز آئی عباسؑ کے دو کٹے ہوئے ہاتھ...... بس فیصلہ ہو گیا۔ دشمن جہنم میں جائیں، دوست جنّت میں...... عباسؑ نے دونوں ہاتھوں سے میدان فتح کر لیا۔ میدانِ شفاعت عباسؑ کے دونوں ہاتھوں میں رہا۔ لانے والی فاطمہؑ، اب پتہ چلا کہ کیوں کہا تھا ''عباسؑ میرا بیٹا ہے'' اس لئے کہا تھا کہ شبِ عاشور عباسؑ کی فتح روکی گئی تھی، رضائے فاطمہؑ کی وجہ سے روکی گئی تھی اس لئے کہ محضرنامے پہ دستخط کر چکی تھیں۔ اب اُمّ البنینؑ کا شعر کہ عباسؑ اگر تیرے دونوں ہاتھ قلم نہ ہوتے تو خاندانِ حسینؑ کا کوئی آدمی نہ مارا جاتا۔ ہاتھ کٹے تھے۔ ہاتھوں کی کوئی قیمت ہے! نو دن عباسؑ کو سنایا اور یہ نو دن کا نتیجہ ہے اگر عباسؑ سمجھنا

ہے تو یوں سمجھو، رسولؐ کی بیٹی، عباسؑ کے دو ہاتھ، پانچویں، چھٹے، ساتویں، آٹھویں، امام چار معصوموں سے روایت ہے کہ دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہیں گی یہ میرے بیٹے...... میرے بیٹے عباسؑ کے دونوں بازو ہیں اب فیصلہ کر۔ فیصلہ قرآن میں ہے جہنم والے جہنم میں گئے۔ جنّت والے جنّت میں گئے۔ جب تک عباسؑ کے دونوں ہاتھ نہیں آئے اللہ نے فیصلہ نہیں کیا۔ عباسؑ کے دونوں ہاتھوں پر اللہ کا فیصلہ...... یہ ہے عباسؑ کا مرتبہ...... اور سناؤں عباسؑ کا مرتبہ...... معصوم کی زبان سے، چوتھے امام فرما رہے ہیں۔ سگے بھتیجے ہیں۔ عباسؑ چچا ہیں، فرماتے ہیں، تم کیا جانو میرے چچا عباسؑ کیا ہیں؟ ایک لفظ ہے، غِبطہ یعنی کوئی یہ کہے کاش! ہم اس مرتبے پر ہوتے۔ کاش! یہ مرتبہ ہم کو ملتا۔ چوتھے امام فرماتے ہیں میرے چچا عباسؑ وہ ہیں کہ محشر کے دن انبیاء جن پر غبطہ کریں گے۔ ایک لاکھ انبیاء کہیں گے کاش! ہم عباسؑ ہوتے۔ یہ زین العابدینؑ فرما رہے ہیں۔ بغیر دیکھے غِبطہ کیسے کریں گے۔ محشر کے میدان میں انبیاء، اوصیاء اور اولیاء کو بلایا جائے گا سب کی سواریاں آئیں گے۔ انبیاء ایک دوسرے کو دیکھیں گے اور پہچانیں گے اس لئے کہ ہر نبی دوسرے نبی کو پہچانتا ہے۔ آج کی تقریر عشرے کا حاصل ہے ذرا سا سمجھ کر سنیں۔ ہر نبی دوسرے نبی کو اس لئے پہچانتا ہے کہ وارث ہے۔ آدمؑ کے سب بیٹے ہیں، آدمؑ نے دیکھا سب آ گئے، سارے بنی اسرائیل کے انبیاء کو ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ پہچانتے ہیں۔ اللہ نے آواز دی تھی سب آ گئے میدان سج گیا۔ رسولؐ اللہ پہلے ہی آ چکے، علیؑ آ چکے، سارے ائمہؑ آ چکے، سب آ گئے، میدان کامل ہوا۔ ایک بار ملائکہ نے پکارا آخری سواری آ رہی ہے، امام زین العابدینؑ فرما رہے ہیں، سب کی نظریں اُٹھیں کس کی نظریں؟ ہماری آپ کی نظریں نہیں۔ سفید

بادلوں کے ٹکڑے کی طرح ایک گھوڑا نمودار ہوا اور اُس سفید رنگ کے گھوڑے پر ایک شخص سوار نظر آیا جو سفید لباس میں، ہاتھ میں ایک پرچم لئے ہوئے تھا۔ گھوڑا فضا میں بادل کی طرح چل رہا تھا۔ جیسے جیسے وہ سوار میدان حشر کے قریب ہوتا گیا۔ سارے انبیاء ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ ابراہیمؑ نے نوحؑ سے کہا سارے انبیاء آ گئے یہ نبی کون ہے؟ موسیٰؑ نے عیسیٰؑ سے کہا یہ نبی کون ہے۔ ایک بار جبریل کی آواز گونجی "عباسؑ" (نعرہ حیدری) یہ عباسؑ آ رہے ہیں۔ جیسے ہی انبیاء نے سنا اور سواری کو دیکھا غبطہ کیا "کاش! ہم عباسؑ ہوتے" حدیثِ امام مکمل ہوئی۔ ابراہیمؑ نے کہا کاش ہم عباسؑ ہوتے! موسیٰؑ و عیسیٰؑ نے کہا کاش! ہم عباسؑ ہوتے، رسالت اور امامت نہیں پائی ہے نا، بڑا قیمتی جملہ کہنے جا رہا ہوں۔ اس دن کے لئے اللہ نے عباسؑ کو نہ نبی بنایا نہ امام بنایا۔ اس سے بھی قیمتی جملہ دے رہا ہوں۔ اللہ نے اپنی قدرت دکھائی، نبی، امام اور وصی عہدہ ہوتا ہے لیکن ایک ایسا بھی ہوتا ہے کہ سب دیکھ کر کہیں کاش! ہم عباسؑ ہوتے یہ قدرتِ الٰہی ہے۔ یہ جملہ سینے پہ لکھ لو، قدرت نے بتایا کہ ذاتِ عباسؑ اُس کی قدرت کی گواہی ہے یعنی انبیاء بنا کے اختیار ختم نہیں ہو گیا، خزانہ خالی نہیں ہوا، چاہتا تو ایک لاکھ عباسؑ بنا دیتا۔ عباسؑ ایک ہے، جزاک اللہ، خوب سنی تقریر آپ سب نے، دعائیں سب کے لئے، عباسؑ کے پرچم کا سایہ سب پہ رہے، جو بچیاں گھر بیٹھی ہیں! مولا عباسؑ انھیں اچھا سا بر دے کر اپنے گھر رُخصت کر دیجئے کہ وہ باعزت زندگی بسر کر سکیں۔ اولادِ نرینہ سے جو محروم ہیں عباسؑ! اُن کی گود میں بچے ڈال دیجئے۔ بابُ الحوائج! رزق عطا کیجئے بے روزگاروں کو باعزت روزگار دیجئے۔ عباسؑ! آپ نے اِن ماتم داروں کی محبت دیکھ لی، نو دن سے آپ کا ذکر سن رہے ہیں۔

ان کے دامن کو دُرِ مراد سے بھر دیجئے۔ ان کی دعاؤں کو آقا تک پہنچایئے۔ یہ آپ کی محبت میں سرشار ہیں۔ یہ کسی اور دروازے پہ نہیں جاتے۔ عباسؑ! یہ آپ کے آقا حسینؑ کا در کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ ان کا کسی سے وعدہ نہیں ہے۔ ان سے ان کی ماؤں کے دودھ نے وعدہ لے لیا ہے۔ پاکیزہ ماؤں نے وعدہ لیا ہے کہ مرجانا عباسؑ کے آقا حسینؑ کا در نہ چھوڑنا۔ حسینؑ سے محبت کرو تو ایسی جیسی عباسؑ نے کی۔ مسجد چھلک رہی تھی، علیؑ خطبہ دے رہے تھے، پہلو میں حسینؑ تھے، مُڑ کر حسینؑ نے کہا قنبر پانی لاؤ، پیاس لگی ہے۔ اس سے پہلے کہ قنبر جاتا، مسجد نے دیکھا کہ ایک چار سال کا بچہ بھاگتا ہوا چلا۔ جب واپس آیا تو کوزے کو سر پہ رکھے ہوئے تھا، دوڑ کے چلتا اور کہتا جاتا ہٹو! راستہ دو! میرا آقا پیاسا ہے۔ کوزہ چھلکتا اور بچہ پانی میں نہاتا جاتا۔ علیؑ نے خطبہ روک دیا، علیؑ روئے اور فرمایا حسینؑ! آج یہ پانی لائے تمہارے لئے تو پانی میں نہا گئے۔ ایک دن وہ آئے گا پانی لینے جائیں گے لہو میں نہار ہے ہوں گے، یہ اپنے خون میں نہائیں گے۔ شبِ چہلم ہے، ماتم داروں، ماتمی انجمنوں اور دیگر تمام حضرات کا شکریہ خواتین کا بھی شکریہ جو طویل فاصلوں سے آئیں، مجلس رات دیر سے ختم ہوتی تھی مگر چھوٹے چھوٹے بچے نہ صرف جاگ کر پورے انہاک سے سنتے رہے بلکہ اُن کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے اشک رواں تھے اِسی لئے روز عباسؑ کا بچپن سناتا ہوں تاکہ ان بچوں کو عباسؑ کا بچپن یاد رہے۔ عباسؑ چھوٹے سے تھے ماں کے پہلو میں سو رہے تھے، ماں بھی سو رہی تھی۔ عباسؑ کے دل کی ڈھرکن اُمّ البنینؑ کے دل کی دھڑکن کے ساتھ تھی۔ ماں نے خواب دیکھا کہ لق ودق صحرا میں چھوٹا سا عباسؑ دور تک دوڑتا ہے، آندھی اُٹھ رہی ہے، بچہ پکار پکار کے کہتا ہے میں پیاسا ہوں کوئی مجھے پانی پلاؤ، بچہ پکار

رہا ہے ماں خواب دیکھ رہی ہے، دیکھا کہ عباسؑ کے پہلو میں ایک چشمہ بہہ رہا ہے دوسرے کاندھے کی طرف طوبیٰ کا درخت نظر آرہا ہے۔ پانی قریب ہے پکار رہا ہے میں پیاسا ہوں۔ سایہ قریب ہے مگر بچہ دھوپ میں ہے۔ آنکھ کھل گئی، اُمّ البنینؑ نے جھک کر عباسؑ کو جگایا، عباسؑ اُٹھو، کیا بات ہے ماں! عباسؑ نے پوچھا ماں نے کہا ''عباسؑ! پیاس تو نہیں لگی'' ''نہیں امّاں! پیاس نہیں لگی'' بچہ پھر سو گیا۔ اُمّ البنینؑ روتی رہیں یہاں تک کہ علیؑ آ گئے'' اُمّ البنینؑ! کیوں روتی ہو؟'' علیؑ نے پوچھا۔ اُمّ البنینؑ نے کہا ''میرے والی! میرے وارث! میں نے ابھی ایک خواب دیکھا ہے کہ میرا بچہ صحرا میں دوڑ رہا ہے۔ چشمہ بھی ہے۔ سایۂ طوبیٰ بھی ہے مگر پکار رہا ہے میں پیاسا ہوں، میں پیاسا ہوں کوئی اُس کی پکار نہیں سنتا میں سمجھی شاید سوتے میں عباسؑ کو پیاس لگی ہے، میں نے جگا کر پوچھا تو وہ کہنے لگے نہیں امّاں مجھے پیاس نہیں لگی'' یہ کیسا خواب تھا۔ علیؑ بھی رونے لگے اور فرمایا اُمّ البنینؑ یہ راز ہے۔ یہ رازِ کربلا ہے۔ جب یہ بتیس برس کے ہوں گے، یہ پیاسے ہوں گے۔ حسینؑ میرا پیاسا ہوگا، پورا گھرانا پیاسا ہوگا، یہ پانی لینے فرات پہ جائیں گے۔ ان کے ایک پہلو میں مشک، ایک پہلو میں علم ہوگا۔ جو طوبیٰ تم نے دیکھا وہ عباسؑ کا علم ہے، جو چشمہ دیکھا وہ سکینہؑ کی مشک ہے۔ اُمّ البنینؑ اُٹھ کر خاک پہ بیٹھ گئیں اور کہا ''یا علیؑ مجھے پورا واقعہ سنایئے۔ اس طرح میری سمجھ میں بات نہ آئے گی''۔ علیؑ نے پورا واقعہ اُمّ البنینؑ کو سنا دیا۔ واقعہ سن کر اُمّ البنینؑ کہنے لگیں ''میرے والی! میرے چاروں بچے مارے جائیں گے'' کہا ہاں تمہارے چاروں بیٹے کربلا میں مارے جائیں گے۔ یہ سن کر روتے روتے ہاتھوں سے مٹی جمع کی اور کہا والی! اجازت ہے! آج چاروں کی قبریں بناؤں۔

آپ نے ابھی فرمایا ہے کربلا میں مَیں نہیں ہوں گی۔ کہا ہاں تم نہیں ہوگی، کہنے لگیں اجازت ہے! آج رولوں، قبریں بنا کے چاروں کو رولوں، فرمایا بنالو۔ چار قبریں چھوٹی چھوٹی بنائیں، یہ عباسؑ کی قبر ہے، یہ جعفرؑ کی قبر ہے، یہ عبداللہؑ کی قبر ہے۔ یہ عمرانؑ کی قبر ہے۔ چاہتی تھیں کہ چھاتی پیٹ کر کہیں ''ہائے میرے چار جوان'' علیؑ نے کہا قبروں پر رونے سے پہلے یہ سوچ لو کہ جس دن تمہارے چار جوان مارے جائیں گے اُس دن زہراؑ کا لعل حسینؑ بھی مارا جائے گا۔ تم اپنے چاروں کو روؤ گی یا زہراؑ کے لعل حسینؑ کو......... یہ سُننا تھا کہ مٹی ساری ہٹائی۔ نہیں! نہیں! میں چارو ں کا ماتم نہیں کروں گی۔ میرے والی حسینؑ! حسینؑ! حسینؑ! شام کے راستے میں زینبؑ کہہ رہی تھیں حسینؑ! حسینؑ! اور مدینے میں اُمّ البنینؑ کہہ رہی تھیں حسینؑ! حسینؑ! اور صغریٰؑ کہہ رہی تھی حسینؑ! حسینؑ! شبِ چہلم ہے الوداع کہو، مجھے رُلانا نہیں ہے، تمہیں خود رونا ہے میرے سامنے جوان بیٹھے ہیں، سب کے لئے دعا کر چکا، یہی آنسو دعا بن کر گھر تک ساتھ جاتے ہیں، یہی دعا کی قبولیت ہے، آنسوؤں کی چھاؤں میں دعا مانگ لو۔ صاحبِ عشرہ نے سب کے لئے دعا کرائی اب آپ جاتے جاتے بانیٔ عشرہ کے لئے دعا کرتے جایئے۔ یہ عشرہ اِسی شان سے ہوتا رہے۔ ہم سب آتے رہیں، ناصر رضا سلامت رہیں، اُن کے تمام اہلِ خانہ، بزرگوں کو اللہ سلامت رکھّے۔ کوئی غم نہ ہو سوائے غمِ حسینؑ کے۔ سب کے گھر آباد رہیں اور زینبؑ کا گھر تو اُجڑ گیا، اجڑا ہوا قافلہ اور زینبؑ، کوفے کا بازار اور زینبؑ، شام کا بازار اور زینبؑ، قید خانہ اور زینبؑ، پھوپھی امّاں! اے پھوپھی امّاں! آپ کو کبھی بیٹھ کے نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ کئی دن سے آپ بیٹھے بیٹھے نمازِ شب ادا کرتی ہیں۔ کہنے لگیں بیٹا! کیا

کروں؟ کھڑے ہونے کی طاقت ہی نہیں ہے جو کھانا پانی حاکم بھجواتا ہے وہ اتنا کم ہوتا ہے کہ اپنے حصّے کا کھانا بچوں کو کھلا دیتی ہوں، فاقوں پر فاقے ہو رہے ہیں اب زینبؑ اپنے قدموں پر کھڑے ہو کے نماز نہیں پڑھ سکتی۔ جنھیں ہر وقت کٹے ہوئے سر یاد آئیں اُنھیں کھانا کیا اچھا لگے؟ جن کے پیاروں کی لاشیں دھوپ میں رہیں اُن کو پیاس کیا لگے گی اور دھوپ کیا لگے گی مگر قیامت اُس وقت ہوگئی کہ کربلا میں اتنے لاشے دیکھے تھے اب یہاں بھی ستم کے قید خانے میں ننھا سا لاشہ...... یہ ننھی بچّی کا لاشہ ہے...... یہ سکینہؑ کا لاشہ ہے جو اپنے باپ پر قربان ہوگئی۔ سکینہؑ نے مر کر پورے گھر کو آزاد کرالیا، شام میں اِنقلاب برپا ہوگیا، قید خانے میں رونے کا غل ہوا، کوئی عباسؑ کو پکار رہا تھا۔ کوئی حسینؑ کو پکار رہا تھا اور سیّد سجادؑ اس فکر میں کہ بہن کی قبر کیسے بنائیں؟ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، پاؤں میں بیڑیاں، جنازہ کیسے اُٹھائیں؟ آپ کو معلوم ہے ایک جنازے کو اُٹھانے کے لئے چار کاندھے چاہیئے ہوتے ہیں۔ اکیلے سیّد سجادؑ...... سکینہؑ کا لاشہ کیسے اُٹھے؟ پورے شام میں انقلاب آگیا، یہ قید خانے میں رونے کا غل کیوں ہے؟ بچّی مرگئی، بچّی مرگئی...... یزید نے کہلوایا لاشہ باہر نہ آئے اگر لاشہ قید خانہ سے باہر آیا تو انقلاب آجائے گا۔ مظلوم سکینہؑ سب کو یاد ہے، شام کے لوگ بغاوت کردیں گے، وہ بچّی جو دربار میں کھڑی تھی...... ہاتھ بندھے تھے...... گلے میں رسّی تھی...... اللہ اکبر چار سال کی بچّی قید خانے میں مرگئی۔ سیّد سجادؑ! اگر کہو تو کفن بھجوادوں، سیّدِ سجادؑ نے پھوپھی امّاں سے پوچھا تو جواب دیا ''یزید کا بھیجا ہوا کفن میں معصومہ پر نہیں ڈالوں گی، یزید سے کہو کہ لوٹے ہوئے مال میں میری ماں کی چادر ہے۔ وہ چادر دے دے۔ میں سکینہؑ کو اُس میں لپیٹ کے دفن کردوں''۔ جواب آیا لوٹا ہوا مال

نہیں ملے گا۔ زینبؑ تڑپ کے رہ گئیں ''کیا میری سکینہؑ کو کفن نہیں ملے گا'' ! پھوپھی اماں! میرے سر کا عمامہ اتاریئے، اسے پھیلایئے۔ سکینہؑ کو اس میں لپیٹیے، بھائی کا عمامہ اور بہن کا لاشہ...... سکینہؑ کیسے دفن ہوئی...... زخمی پشت...... گلا زخمی...... کیسے سکینہؑ دفن ہوئی اور کیسے قبر بنی..... مگر واہ ری سکینہؑ خود تو قید سے نہیں چھوٹیں اب تک قید خانے میں رہ رہی ہیں مگر پھوپھی اماں کو آزاد کرا گئیں، یزید کا حکم آ گیا، ہم نے تمہیں آزاد کیا، جاؤ سیّد سجادؑ جہاں چاہے چلے جاؤ، پھوپھی اماں! آپ کیا کہتی ہیں، سیّدِ سجادؑ میں ابھی مدینے نہیں جاؤں گی۔ ابھی زینبؑ بھائی کو کہاں روئی ہے؟ یزید سے کہو کہ ایک مکان خالی کرا دے جس میں مَیں اپنے بھائی کا ماتم کروں، مکان خالی ہوا، باب الصغیر کے قبرستان کے سامنے ایک روضہ سا بنا ہے، اندر ایک ضریح بنی ہوئی ہے، ہر سال چہلم پہ قافلے جاتے ہیں، جو لوگ جا چکے ہیں وہ سمجھ جائیں گے، اُس جگہ لکھا ہے یہاں بہتر سر رکھے گئے، اب وہاں بہتر عمامے رکھے ہیں۔ یہ وہی مکان ہے جو زینبؑ کو خالی کرا کے دیا گیا تھا، مکان میں آتے ہی زینبؑ نے کہا ہائے حسینؑ! ہائے حسینؑ اور ایک بار سیّدِ سجادؑ سے کہا یزید سے کہو ہمارا لوٹا ہوا مال واپس کر دے اور ہمارے شہیدوں کے سر بھی دے دے، لوٹا ہوا سامان آ گیا...... زینبؑ نے سامان کو دیکھا...... بیبیوں کی چادریں، علی اصغرؑ کا جلا ہوا جھولا، عباسؑ کا علم...... مگر ایک چیز حسینؑ کی مسند اٹھائی...... سینے سے لگایا...... ایک بلند چبوترے پر بچھایا اور ہاتھوں کو بلند کر کہا...... سیّد سجاد بیٹا! ذرا اس پہ بیٹھ جاؤ...... پھوپھی اماں آپ کیا چاہتی ہیں؟ اس مسند پہ بیٹھو سیّدِ سجادؑ! لعل! بیٹھو یہ تمہارے باپ کی مسندِ امامت ہے۔ جب سیّد سجادؑ بیٹھ گئے تو زینبؑ ہاتھوں کو باندھ کر کھڑی ہوئی کہا بیٹا! عصرِ عاشور تیرا باپ مارا گیا، تو یتیم

ہو گیا، پھوپھی تجھ کو پرسہ نہیں دے سکی۔ ہاتھ بندھے تھے، آج ہاتھ بندھے نہیں ہیں، بابا کا پرسہ لے لو۔ تو یتیم ہو گیا...... تیرا باپ مارا گیا...... ماتم کرلو...... ایک ایک بی بی نے آگے بڑھ کر سیّد سجادؑ کو پرسہ دیا، ارے پرسہ کیا تھا، یا حسینؑ...... ہائے حسینؑ...... سر آنے لگے۔ کس کا سر آیا قاسمؑ کا سر آیا، کس کا سر آیا علی اکبرؑ کا سر آیا، کس کا سر آیا عونؑ و محمدؑ کے سر آئے۔ تقریر ختم ہوئی جیسے ہی قاسمؑ کا سر آیا اُمّ فروہؑ نے کہا میرے لعل! میری گود میں آجا۔ علی اکبرؑ کا سر آیا...... اُمّ لیلیٰؑ نے کہا آ میرے لعل گود میں آجا...... عونؑ و محمدؑ کے سر...... ماتم حسینؑ......

❁ ❁ ❁ ❁

دسویں مجلس

عبدالصّالح

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے اور درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

چودہ سو ستائیس ہجری کے عشرۂ چہلم کی دسویں مجلس آپ حضرات سماعت فرمارہے ہیں۔ چہلم تمام ہوا دن گزر گیا اکیس کی شب آگئی کل سے الوداع کی مجلسیں شروع ہو جائیں گی۔ اللہ آپ کو خوش رکھے اور اسی طرح آپ عزا کی رونق بنے رہیں۔ ثواب کے گہوارے تو ہیں مگر یہ دنیا کی سب سے بڑی درس گاہیں بھی ہیں۔ انسان جتنا ان مجلسوں سے سیکھتا ہے پوری عمر میں اتنا علم نہیں سیکھ سکتا۔ میں کہتا ہوں کہ مجلس کو اس نظریہ سے بھی سننا چاہیے، اتنی علم کی باتیں بیان ہوتی ہیں کہ اگر اُن کا کچھ حصہ بھی حافظے میں محفوظ رہ جائے تو وہ بہت ہوتا ہے۔ حسینیؑ دنیا اس دنیا میں نہیں بلکہ دنیا حسینیؑ دنیا میں سمائی ہوئی ہے اس لئے کہ حسینیؑ دنیا صرف روئے زمین پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اُس کا پھیلاؤ ستاروں میں، سیاروں میں، آسمانوں پر، جنوں کی دنیا میں اور اُس مخلوق میں جس کا ذکر قرآن میں ہے مگر ہم اُسے دیکھ نہیں سکتے وہاں بھی تو محبتِ حسینؑ پھیلی ہوئی ہے، ستر ہزار فرشتے تو وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے کہا تھا کہ ہمیں حسینؑ کی نصرت کے لئے بھیج دے، اللہ نے کہا حسینؑ نے منع کر دیا ہے تم نہیں جا سکتے حسینؑ کی شہادت کے بعد اُنھوں نے کہا کہ نصرت کے لئے تو نے نہیں بھیجا اب ہمیں حسینؑ کی لاش کے

پاس بھجوادے۔ جب وہ فرشتے ماتم کرتے ہوئے اُترے، گیارہ محرّم کی شب کو تو کہنے لگے معبود جب تک قبر نہ بن جائے واپس نہ بلانا، قبر بن گئی تو کہنے لگے اذن دے دے قیامت تک ہم قبرِ حسینؑ کے پاس بیٹھے رہیں۔ وہ ستّر ہزار فرشتے گیارہ محرّم ۶۱ھ سے اب تک وہیں ہیں واپس نہیں گئے۔ جب تمام دوسرے ملائکہ نے دیکھا کہ ستّر ہزار فرشتے وہیں رُک گئے تو وہ عرشِ اعظم سے آسمانِ اوّل تک کے فرشتوں نے کہا کہ ہمیں اذن دے کہ ہم زیارتِ قبرِ حسینؑ کو جایا کریں تو روزانہ ستّر ہزار اُترتے ہیں۔ چودہ سو برس گزر گئے پہلی بار جو ستّر ہزار اُترے تھے اُن کی دوبارہ آنے کی باری نہیں آئی اور روز ستّر ہزار اُترتے ہیں زیارت کے لئے، جب وہ واپس جاتے ہیں تو حوریں دوڑ کر آتی ہیں اور پوچھتی ہیں کیا لائے ہو؟ تمہارے پاس سے خوشبو کیسی آرہی ہے؟ فرشتے اپنی مٹھیوں کو کھول کر کہتے ہیں کہ ہم تمہارے لئے خاکِ شفا لائے ہیں۔ عرشِ اعظم کی مخلوق اُس خاکِ شفا کو لے لیتی ہے کہ ایسی خوشبو تو ہم نے جنّت میں بھی نہیں پائی ہے۔ حسینؑ سے بڑی ہستی اگر کوئی دنیا میں ہے تو اُس کا نام ہمیں بتایا جائے۔ جب ہم یہ کہیں کہ حسینؑ سے بڑی کوئی ہستی نہیں ہے تو مُڑ کر نہ دیکھئے کہ حسینؑ سے بڑے علیؑ تھے، علیؑ سے بڑے محمد رسولؐ اللہ تھے، فاطمہؑ تھیں، حسنؑ تھے، ہاں! ہاں وہ بڑے تھے مگر حسینؑ کی وجہ سے بڑے تھے۔ "حسینٌ مِنّی وانا من الحسینؑ" صدیوں کے بعد مسلمانوں اور انسانوں کی سمجھ میں یہ بات آئے گی حسینؑ نے آدم کی لاج رکھ لی، سفینہ نوح کو بقادے دی، ابراہیمؑ کے ہاتھوں بنی کچی چاردیواری کی عمارت کو حسینؑ نے پکا بنادیا تاکہ کبھی ٹوٹ نہ سکے۔ یہ حسینؑ کے احسانات ہیں، کوہِ طور مٹ گیا، فنا ہو گیا لیکن موسیٰؑ کو حسینؑ نے زندہ کردیا۔ جب ہم نے یہ کہا کہ سلام ہو

موسیٰؑ کلیم اللہ کے وارث پر موسیٰؑ کی قوم وارث تھی مگر سرکش نکل گئی تو حسینؑ نے اُس کی بھی عزت رکھ لی۔ عیسیٰؑ کی قوم اُن کو چھوڑ گئی لیکن جب ہم نے کہا سلام ہو عیسیٰؑ روح اللہ کے وارث پر تو عیسیٰؑ جو زندہ رہ کر زندہ نہ تھے جب حسینؑ وارث بنے تو زندہ ہوئے۔ سورۂ انبیاء میں ارشاد ہوا قرآن کریم کا اکیسواں سورہ ہے آیت کا نمبر ۱۰۵ ہے "وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ" یہ قرآن کی عجیب اور حیرت انگیز آیت ہے۔ اللہ کہتا ہے ہم نے زبور میں لکھ دیا تھا "مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ" یعنی توریت میں لکھ کر پھر زبور میں لکھ دیا۔ کیا لکھ دیا "اَنَّ الارض يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ" کہ میرے ملک، میری زمین اور میری حکومت کے وارث صرف صالح بندے ہوں گے۔ ایک تو بندہ ہونا، میں اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا آسمان کی سیر کرانے، محمدؐ اللہ کے بندے، محمدؐ کو بندہ کہا (سورۂ بنی اسرائیل) یہاں کہہ رہا ہے صالح بندے! کوئی دعویٰ کرسکتا ہے کہ میں اللہ کا صالح بندہ ہوں۔ کیا عرب کی حکومت اللہ کا مُلک ہے، کیا خلافتیں، بنی اُمیہ، بنی عباس کی حکومتیں اللہ کے ملک تھے! اگر اللہ کے مُلک تھے، اللہ کی سلطنتیں تھیں تو پھر نمرود، فرعون، شدّاد کی حکومتیں بھی اللہ کی حکومتیں تھیں۔ اللہ کا مُلک کسی خطے تک محدود نہیں ہے "الحمد للّٰہِ رب العالمین" ہم عالمین کے مالک ہیں۔ عالمین کی حکومت ہم اپنے صالح بندوں کو دیں گے، وہی مالک ہوں گے۔ لفظ وارث استعمال ہوا ہے، اللہ کہہ رہا ہے میرے وارث...... ارے آپ تو کہتے ہیں نبی نہ وارث ہوتا ہے نہ وارث بناتا ہے، اللہ تو وارث بناتا ہے، کیا خوب نبی وارث نہیں بناتا، اللہ وارث بناتا ہے، اللہ اعلان کر رہا ہے، آج نہیں، قرآن میں نہیں، ہم نے تو زبور میں لکھ

دیا تھا، اس سے پہلے کہ زبور میں لکھتے ہم نے توریت میں لکھ دیا تھا کہ میری حکومت کے وارث صالح بندے ہوں گے۔ اے حبیبؐ قرآن میں لکھ دیجئے اور قیامت تک لکھا رہے گا کہ اللہ کی حکومت کے وارث صالح بندے ہوں گے۔ ہم جب حضرتِ عباسؑ کی زیارت شروع کرتے ہیں۔ "اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ"۔ (نعرۂ حیدری) اے اللہ کے صالح بندے عباسؑ آپ پر ہمارا اسلام ہو اس لئے کہ توریت میں آپ کی حکومت کا ذکر ہے، زبور میں آپ کی حکومت کا ذکر ہے اور قرآن میں بھی آپ کی حکومت کا ذکر ہے۔ کیا عباسؑ اللہ کی حکومت کے مالک ہیں؟ عباسؑ کہیں گے ہم کیسے مالک، ہمارا آقا حسینؑ مالک ہے، ہمارے آقا کا نانا رسولؐ وارث ہے، ہمارے پدرِ بزرگوار علیؑ وارث ہیں، ہماری ملکہ فاطمۃ الزہراؑ وارث ہیں تو پھر زیارت میں امام جعفر صادقؑ نے کیوں عبدِ صالح کہا جبکہ عبدِ صالح اللہ کے ملک کا مالک ہوگا۔ ہوسکتا ہے عباسؑ یہی جواب دیں کہ حکومت نبیؐ کی ہوگی۔ فاطمہؑ کی ہوگی، علیؑ کی ہوگی، حسنؑ کی ہوگی، حسینؑ کی ہوگی، پرچم میرا ہوگا، علم میرا ہوگا، اب جملہ لو "حکومت اللہ کی، علم عباس کا" دوسرا جملہ دے دوں اس سے بڑا جملہ چاہئے۔ کیا دنیا کے سارے ملک یہ اعلان کر رہے کہ یہ مُلک اللہ کا ہے؟ کیا امریکہ نے اعلان کیا کہ یہ ملک اللہ کا ہے۔ روس نے کہا ہم نے تو اللہ کو نکال دیا، کیا ہندوستان نے اعلان کیا کہ یہ ملک اللہ کا ہے، کیا چھالیس اسلامی ملک روز یہ کہتے ہیں کہ یہ ملک اللہ کا ہے، زمین اللہ کی ہے مگر ہر کوئی کہہ رہا ہے میرا ملک! میرا ملک! عباسؑ کا پرچم لہرا کر بتا رہا ہے کہ تیرا نہیں میرا ملک ہے۔ (نعرۂ حیدری) تیرا ملک نہیں ہے اللہ کا ملک ہے۔ منھ میں دانت نہ ہوں پیٹ میں آنت نہ ہو مگر ہیں عباسؑ کے سپاہی، عمر کی قید عباسؑ کے سپاہی کے لئے

نہیں ہے اُن کو بھی میرے سامنے لاؤ، مجھ سے ملواؤ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ علم کیا ہے؟ ڈھائی گز کپڑا ایک ڈنڈے پر لپیٹ لیا، اُسے چوم رہے ہیں، جھک رہے ہیں، ارے یہ ڈنڈے اور کپڑے کے سامنے نہیں جھک رہے، خدائی سلطنت کے نشان کے آگے جھک رہے ہیں، عباسؑ کا پرچم نہ ہوتا تو کون دنیا میں اعلان کرتا ہے کہ دنیا کے ملک انسانوں کے نہیں اللہ کے ہیں، عباسؑ کا علم نکل نکل کر بتا رہا ہے کہ اس ہوا میں نہ رہنا کہ یہ زمین تمہاری ہے، ہم آنے والے ہیں عبدِ صالح بن کے اس زمین کو فتح کرنے آئیں گے دنیا کو ختم ہونا ہے، آخری وارث آنا ہے اس کا انتظام دیکھو کربلا کے بعد سے اب تک یہ نشان، علم نہیں بدلا، یہی علم لے کر مہدی آئیں گے۔ سوائے آپ کے کوئی یہ اعلان نہیں کرسکتا کہ مہدیؑ عباسؑ کا علم لے کر آئیں گے (نعرۂ حیدری) جیو سلامت رہو۔ چوبیس برس ہوگئے اس عشرے کو شروع ہوئے مگر موضوع کا حق آپ نے ادا کیا میں کہاں ادا کرپایا۔ آج سارے ملک ایک دوسرے کے پرچم جلاتے رہتے ہیں مہدیؑ جب آئیں گے۔ تو سب کے پرچم جلا کر عباسؑ کا پرچم لہرائیں گے۔ پرچم تو ایک ہی رہے گا، عباسؑ کا پرچم کیا کہنا اس علم کا، جب سجا تھا کربلا میں کیا شان تھی۔ چاہنے والوں نے شان میں کمی نہیں ہونے دی۔ دنیا کے پرچموں سے اُس کا مقابلہ نہیں ہے وہ اب تک سورج سے آنکھیں ملائے ہوئے ہے نظامِ شمسی کا علم سورج ہے، وہ عرش کا علم، یہ فرش کا علم ہے۔ انیسؔ نے ایک لمحے میں فیصلہ کیا کہ دو علم ہیں ایک عرش پہ چمکتا ہے ایک فرش پہ چمکتا ہے۔

پنجہ اِدھر چمکتا تھا اور آفتاب اُدھر
اُس کی ضیا تھی خاک پر ضو اِس کی عرش پر

کیا کہنا علم کا اور علمدار کا:-

ظاہر وہی الفت کے اثر ہیں اب تک　　قربانِ شہ جنّ و بشر ہیں اب تک
ہوتے ہیں علم آگے جب اُٹھتی ہے ضریح　　عباسؑ علیؑ سینہ سپر ہیں اب تک

رُعبِ شہؑ ذی جاہ سے تھراتے ہیں
سب طرزِ غلامانہ بجا لاتے ہیں
آداب یہ ہے کہ تعزیہ خانے میں
آتے ہیں تو جھک جھک کے علم آتے ہیں

جب علم عزا خانوں میں واپس ہوتے ہیں تو علموں میں تھرتھری ہوتی ہے۔ کاش! انیسؔ کی طرح آپ بھی عزاداری کا مشاہدہ کریں۔ سلامی ہوتی ہے، پنجے لچک رہے ہوتے ہیں اور امروہے میں کشکوئی والوں کے علم گھومتے ہوئے عزا خانوں میں آتے ہیں، رسمیں سب جگہ اپنی اپنی ہیں مگر عقل سے خالی نہیں ہیں۔ انیسؔ نے دیکھا جلوس ختم ہوا، علم گھر کی طرف واپس آرہا ہے، شام ہوئی عباسؑ کا علم حسینؑ کے گھر واپس آرہا ہے، یہ سلامی نہیں، عباسؑ خود تو واپس آئے نہیں تھے، علم آیا تھا، علم نے اپنی زبان سے عباسؑ کی نمائیندگی کی۔ آپ پوچھ سکتے ہیں کہ کیا حسینؑ علم کو جھکا کر لائے تھے،؟ جھکا کیوں آیا؟ حسینؑ عباسؑ کے علم کو جھکا کر لائے! سلامی دے کے لائے! جملہ تو آپ نے غور سے سنا ہی نہیں "عباسؑ تیرے مرنے سے حسینؑ کی کمر ٹوٹ گئی" کمر ٹوٹ گئی علم جھکا ہوا آیا۔ ہاں! اگر کوئی جوان لاتا تو پھر علم لہراتا ہوا آتا حسینؑ نے علی اکبرؑ کو علم نہیں دیا، اس لئے نہیں دیا کہ بیٹا! پہلی بار میں عباسؑ کا علم اٹھالوں پھر تو ساری دنیا اٹھائے گی، میں اپنے پیارے کا علم پہلے اٹھالوں علی اکبرؑ: اگر علم تم کو دے دیا تو تم سکینہؑ کو جواب نہیں دے پاؤ

گے۔ ابھی مصائب نہیں پڑھ رہا مجھے دور اپنی منزل تک جانا ہے۔ جواب سکینہؑ کو میں ہی دے سکتا ہوں۔ تم بہن سے کیوں شرمندگی اٹھاؤ۔ سکینہؑ مجھ سے پوچھے گی نا کہ چچا کہاں ہیں؟ پھوپھی تم سے پوچھے گی کہ علی اکبرؑ چچا کو کہاں چھوڑ آئے؟ تم پیچھے چلو، علم لے کے آگے میں چلوں گا۔ بہن پوچھے تو مجھ سے پوچھے، بیٹی پوچھے تو مجھ سے پوچھے، میں دونوں کو جواب دے دوں گا۔ یہ مصائب نہیں ہیں مگر بچوں کو یہ باتیں سمجھانا ضروری ہیں، مصائب کے جملے فضائل بنا کے سنا رہا ہوں۔ علی اکبرؑ! پھوپھی کو اور عباسؑ کے چھوٹے بیٹوں کو کیا جواب دو گے؟ علم میرے ہی پاس رہنے دو۔ علم آ گیا، سوال سب کے تھے اور حسینؑ نے ایک ساتھ سب کو جواب دیا۔ علم کو لا کے خیمے کے صحن میں لٹایا اور اُس پر پھریرا ڈال کر کہا بس یہی عباسؑ کا لاشہ ہے۔ پھر کسی نے نہیں پوچھا کیوں نہیں آئے؟ بھائی کیوں نہیں آیا؟ زوجہ نے نہیں پوچھا شوہر کیوں نہیں آیا؟ سب کی نظر علم پہ نہیں، لاشے پر تھیں اب علم نہیں تھا، لاشہ تھا، حسینؑ نے علم کو عباسؑ کا لاشہ بنا دیا۔ واحد شہید جس کا لاشہ نہیں آیا، پیار ہو تو ایسا ہو۔ وصیت کی تھی کہ میں آپ کی غلامی میں رہا ہوں، آپ میری لاش اٹھائیں گے! یہ نہیں کہا کہ امام اور آقا سے لاشہ نہیں اٹھوانا چاہتا۔ عجیب جملہ کہہ دیا، وصیت پھر واجب ہو جاتی ہے کہ پوری کی جائے۔ کہا لاشہ نہ لے جایئے گا کیونکہ میں سکینہؑ سے وعدہ کر کے آیا تھا، اب میں اپنا چہرہ سکینہؑ کو نہیں دکھا سکتا۔ یہ عباسؑ کی وفائیں ہیں اس لئے یہ علم اٹھ رہا ہے آپ نے بغیر مطالعے کے علم پہ تنقید شروع کر دی۔

آپ کو معلوم ہے جو تحقیق کر رہے ہیں سب کتابوں میں لکھا ہے، جب علم آتا ہے تو پھریرے پہ یہی لکھا ہے کہ علم نکلنا بند ہو جائیں گے تو عباسؑ کی وفا پر حروف

آجائے گا۔ دنیا کو وفا کیسے سکھاؤ گے؟ یہی تو آج مسئلے ہیں کہ مُلک کے لوگ ملک سے وفادار نہیں بھائی بھائی سے وفادار نہیں، وفا کا سمبل (symbol) ہے اُسے چھوڑ کر وفا کہاں سے آئے گی۔ اس دن کے لئے حسینؑ اٹھا کر لائے تھے کہ اس کی ہوا میں وفا ہے، ارے کم بخت اس کی ہوا لے کے تو دیکھو، اے دنیا کے بے وفا غدار انسانو! ایک دفعہ پھریرے کے پاس سے گزر تو جاؤ، گزر کے تو دیکھو اس میں شفا ہے، اس میں وفا ہے۔ اس کی ہوا میں وفا بھی ہے، شفا بھی ہے، عظمت بھی ہے، یہ تنہا بتا رہا ہے کہ توحید کیا ہے؟ عدل کیا ہے؟ نبوت کیا ہے؟ امامت کیا ہے؟ لہرا کے بتاتا ہے ڈرو قیامت کیا ہے؟ یہ بتا رہا ہے نماز کیا ہے؟ اللہ اکبر اذان سن لی، موذّن نظر آیا! موذّن کے لئے ضروری ہے یوں (اشارہ) کہے اللہ اکبر، اللہ اکبر، موذّن نے اذان دی، عباسؑ کا علم بلا رہا ہے، آؤ آؤ، یہ پنجہ کہہ رہا ہے آؤ نماز کے لئے! عباسؑ کا علم روزہ ہے۔ یہ علم حج ہے، نہیں پہنچ سکتا پھرنے کے لئے (اشارہ) علم کہتا ہے آؤ پریکٹس (practice) تو کرو، عباسؑ کا علم زکوٰۃ ہے، زکوٰۃ ایسے ہی تو دی جاتی ہے (اشارہ) چودہ صدیاں گزر گئیں عباسؑ کا علم زکوٰۃ دیئے جا رہا ہے۔ عباسؑ کا علم خمس ہے، ''یا عباسؑ! رزق دے دو'' یہ لو عباسؑ کا ہاتھ کھلا ہے۔ محاورہ یہ ہے کہ سخی وہ ہے جس کا ہاتھ کبھی بند نہ ہو، مُٹّھی بند ہو گئی تو بخیل ہے کبھی آپ نے علم کی مُٹّھی بند ہوتے دیکھی علم کہہ رہا ہے میں جہاد ہوں، کر کے دیکھو یا میرا نام لینا پڑے گا یا میرے باپ علیؑ کا نام لینا پڑے گا ورنہ ہارتے ہی رہو گے، عباسؑ کا علم نہی عن المنکر عباس کا علم امر بالمعروف اچھی باتوں کی دعوت دینے والا عباسؑ کا علم تبرا، عباسؑ کا علم تولاّ۔ (نعرۂ حیدری) عباسؑ کا علم (اشارہ) یوں بتا رہا ہے کہ اصولِ دین پانچ ہیں، فروعِ دین دس ہیں۔ اِدھر سے

دیکھو تو پانچ اُدھر سے دیکھو تو پانچ، اس علم نے میدانِ جنگ کے اصول سکھائے جہاد کے آداب بتائے، بغیر علم کے بھی جہاد ہوتا ہے! کرتے رہو بغیر علم کے جہاد، فلسطین میں کرو، کشمیر میں کرو، عراق میں کرو، افغانستان میں کرو، کرتے رہو، ساری زندگی جہاد کرتے رہو، علم کے بغیر جہاد کا نتیجہ زیرو (zero) کسی جہادی کے پاس علم ہے؟ بغیر علم کے دین کامل نہیں ہوتا۔ دین کی کشتی کیسے چلے گی؟ سفینہ کہہ دیا نا تو جب سفینہ کہہ دیا تو دین ایک سفینہ ہے، کشتی ہے اور کشتی دو چیزوں کے بغیر نہیں چل سکتی وہ دو چیزیں ایک بادبان اور ایک چپوار ہیں، عباسؑ نے اپنے علم کو بادبان بنایا اور دونوں ہاتھوں کو چپوار بنایا تو یہ دین کی کشتی چلی ہے۔ دین کی کشتی عباسؑ کے سہارے چل رہی ہے، علم بادبان ہے اور عباسؑ کے دونوں بازو چپوار ہیں، قربانی بہت بڑی دی چوتھے امام نے فرمایا کہ اِدھر جعفر طیارؑ کے ہاتھ کٹے اللہ نے آسمان پر اُٹھالیا، دنیا سمجھی لاش پڑی ہے، اُسی وقت منبرِ مسجد سے رسولؐ اللہ نے کہا میں نے ابھی دیکھا وہ جعفرؑ کی لاش گری اور اللہ نے جعفرؑ کو آسمانوں پہ اٹھالیا اور دو زمرد کے پر جعفرؑ کو عطا کیئے۔ جنّت میں قیامت تک جعفر اُن ہی پروں سے پرواز کریں گے، بھئی رسولؐ اللہ فرمارہے ہیں کہ میں نے ابھی جعفرؑ کو اِدھر سے جاتے دیکھا، وہ میری زیارت کرنے آئے تھے میں نے اُن کی زیارت کی اس لئے کہ شہداء کی زیارت کرنا ثواب ہے اور کہا علیؑ! ایک بیٹا تمہیں بھی ایسا ہی اللہ عطا کرے گا جس کو جعفر طیارؑ کا مرتبہ ملے گا اُس کو بھی اللہ جعفرؑ کی طرح اٹھائے گا اور اُسی وقت زمرّد کے پر عطا کرے گا۔ عیسیٰؑ کے لئے مشہور ہے کہ سولی پر چڑھا دیا گیا اور سولی پر سے عیسیٰؑ کو فرشتے لے گئے لیکن ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ قید خانے میں نکلنے سے پہلے اللہ نے ملائکہ کو بھیجا کہ جو عیسیٰؑ کو لینے آرہا ہے اُسے عیسیٰؑ کی شکل

بنا دو، سولی وہ چڑھے گا عیسیٰؑ کو آسمان پر لے آؤ، عیسیٰؑ زندہ چوتھے آسمان پر پہنچے لیکن تالے لگے مکان سے روپوشی میں اُٹھالیا جانا اور ہے، میدانِ جنگ سے عرش کی طرف جانا اور ہے، جو جعفرؑ کے لئے ہوا وہی یہاں ہوا۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا جیسے ہی جعفرؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے، تمام رومیوں نے لمبے لمبے نیزے نکالے، نیزے کی انی بھالے کی مانند ہوتی ہے، کئی ہزار رومی سپاہیوں نے جعفرؑ کی لاش کو نیزے پہ اُٹھالیا اور رقص کرنا شروع کیا موتہ کے میدان میں، اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا جعفرؑ کو نیزے کی نوک سے اٹھالو، اُسی وقت زمرّد کے پر عطا کردیئے۔ ہمارے صالح بندے ہمارے ملک کے مالک ہوں گے، تم اگر کسی کو وارث بناؤ تو بڑا رُعب و دبدبہ دکھاؤ۔ تمہارے لکھے پر ہم یقین کیوں کریں کہ وہ سب سچے تھے؟ چلو اگر ایک صدّیق تھا تو کیا سارے صدّیق تھے، لکھنے والے بھی کیا سچے تھے؟ وہ جی اُن کا بڑا رعب و دبدبہ تھا، ہوگا، کون انکار کر رہا ہے لیکن کسی مائی کے لال میں ہمت ہے اُس رُعب و دبدبے کو قرآن سے ثابت کردے، اللہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے رُعب و دبدبہ عطا کردیا اس لئے کہ ہم نے وارث بنایا تھا۔

اللہ کی وراثت دِکھانا مشکل، یہی نہیں دِکھا دو کہ نبی نے وارث بنایا تھا یا نہیں! لوہے کے چنے چبانے پڑے چودہ سو برس بحثیں کرتے کرتے اب تک تو ثابت نہ ہوا، کیسے ثابت ہو جائے؟ ایک بات لکھ کر بھول جاؤ پھر دوسری بحث کرنے لگو، خود ہی تو پہلے لکھ دیا کہ نبی نے کسی کو وارث بنایا ہی نہیں تھا تو اب وراثت ثابت کیسے ہو؟ آؤ! میرے پاس آؤ میں قرآن سے ثابت کر کے دکھاؤں کہ اللہ نے ان کو اپنا وارث بنایا "ولقد کتبنا فی الزبور" ہم نے توریت اور زبور میں لکھ دیا کہ صالح بندے میرے وارث ہوں گے، یہ وارث ہوں گے کیا مطلب؟

یہ گفتگو کرنے والوں کا بتایا کہ جب توریت میں لکھ دیا تو وارث بنا چکے، اب نبیؐ تم نہ بنانا ہم بنا چکے۔ (نعرۂ حیدری) اَنَّ الۡاَرۡضَ یہ ارض کا لفظ کیوں رکھا، ارض کا لفظ کیوں رکھا، اس لئے کہ پہلے دن جب اعلان کیا تھا تو ''ارض تھا'' اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً'' جو اللہ کا وارث وہی خلیفہ اور اُس کی پہچان یہ کہ عبدِ صالح ہو اور اُس کے لئے ضروری کہ عمل صالح کرتا ہو، ''والعصر اِنَّ الاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرًا'' پورا سورۂ عصر عملِ صالح کرتا ہو ایمان کے ساتھ، صبر کر کے تینوں شرطوں کو محفوظ کر لیا۔ جہاں صبر نہیں، وہاں نہ ایمان نہ عمل صالح۔ کربلا والوں کے علاوہ بھی کسی نے صبر کیا؟ سرکتا دوں اگر کسی یونیورسٹی کا پروفیسر (thesis) تھیسز لکھ کر دکھا دے کہ جتنے خلفاء گزرے ہیں اوّل سے آخر ترک عثمانی تک اُن میں سے کوئی ایک نمونہ صبر تھا؟ خطابت چھوڑ دوں، اگر آپ کو کوئی یاد آ رہا ہو تو سنا دیں، یزید بڑا صابر تھا، معاویہ بڑا صابر تھا۔ کیا کہتے ہو، کیا ان کے بزرگوں نے کبھی کوئی صبر کیا؟ (نعرۂ حیدری) اللہ صابرین کو پسند کرتا ہے تو یہ سب صابرین ہیں۔ بنو اُمیّہ کبھی پیاسے رہے؟ کیا ان کی جوان اولادیں ماری گئیں؟ کیا ان کے گھر جلے؟ خلفاء کی عورتیں کبھی اسیر ہوئیں؟ آپ لوگ تو چپ ہو گئے۔ ارے جہاں یہ سب ہو گا وہاں صابرین ہوں گے۔ اب یہ ڈھونڈا جائے گا کہ یہ سب کیا کس نے؟ پیاسا کس نے رکھا؟ جوانوں کو کس نے مارا؟ گھر کس نے جلائے؟ اہلِ بیتؑ کی مخدّراتِ عصمت وطہارت کو اسیر کس نے کیا؟ یہ سب صابرین ہیں مگر صبر پر مجبور کس نے کیا؟ اللہ کو صبر کیوں پسند ہے؟ جواب ملا کہ ہمیں صبر اس لئے پسند ہے کہ اگر ہم چاہتے اپنے صالح بندوں سے یہ کہتے کہ جو کچھ یہ تمہارے ساتھ ظلم کر رہے ہیں، تم اس سے بڑھ کر ظلم ان کے ساتھ کرو۔ اگر ہم کہہ دیتے تو وہ

رُکتے بھی نہیں اس لئے کہ مالک الملک ہم ہیں۔ طاقت ہم نے دی تھی۔ ہم نے اُن سے یہ بھی نہیں کہا کہ تم ان کے ظلم پہ خاموش ہو جانا، نہ وہ کہا نہ یہ کہا، عمل ان پہ چھوڑا، انھوں نے صبر کو پسند کیا، ہم نے ان کو پسند کرلیا (نعرۂ حیدری) جب انھوں نے صبر کو پسند کرلیا تو ہم نے صبر کو بھی پسند کرلیا اور ان کو بھی پسند کرلیا۔ انھوں نے صبر کر کے بتایا کہ یہی حق ہے جب ان کا صبر کامل ہوا انھوں نے کہا یہی ایمان ہے۔ اِسی صبر کے عمل کو عمل صالح کہتے ہیں، خلفاء چونکہ صبر نہیں کر سکے اس لئے عمل صالح کسی کے پاس نہیں تھا۔ سب بے صبرے تھے۔ کیا کیا بے صبریاں بتاؤں؟ کتاب میں بے صبریاں پڑھ لو۔ دن چڑھے، ابھی سورج ڈوبتا بھی نہیں تھا میں روزہ کھول لیتا تھا۔ (نعرۂ حیدری) بے صبری، ظہرین کی نماز پڑھتے پڑھتے میں بحرین کا سارا احساب کتاب کرلیتا تھا بے صبری، کاش! میں چڑیا ہوتا بے صبری، کاش میں اونٹ کی مینگنی ہوتا بے صبری، میرے پیچھے کوئی لگا رہتا ہے کبھی کبھی وہ مجھے بہکاتا ہے بے صبری، مجھ سے کوئی غلط کام ہو جائے تو راہ پہ لگا دینا بے صبری صبر کہیں ہے ہی نہیں اور اللہ کہہ رہا ہے مجھے صابرین پسند ہیں۔ اُنھوں نے کہا روئے جارہے ہیں، پیٹے جارہے ہیں تو کیا کرتے؟ تلواریں لے کے قتل عام کر دیتے۔ امام نے کہا بیٹھ کے روؤ تلواریں نہ چلانا، کس کو تکلیف نہ دینا، کسی کو مارنا پیٹنا نہیں خود ہی اپنے آپ کو مار لیا، پیٹ لیا، دوسروں کو پیٹتے تو بے صبری ہوتی کہ مہدیؑ کی آمد سے قبل انتقام شروع ہو گیا۔ یہ صابرین ہیں اور اللہ کا زمانہ چلتا جارہا ہے، عصر روز آتا ہے، جس عصر میں صابرین بیٹھے ہوں اُس عصر کی قسم اللہ کھا رہا ہے، یہ عباسؑ کا علم یہ صابرین، نہ ملی حکومت تو کیا ہو گیا؟ حسینؑ کو حکومت نہیں ملی تو کیا ہوا؟ امام حسینؑ نے ٹھکرا دی، گیارہویں تک کسی نے حکومت نہیں لی تو کیا ہم

مانگ رہے ہیں؟ ہم حکومت کے لئے سیاسی پارٹیاں بنا کر کیوں نہیں لڑتے،
الیکشن کیوں نہیں لڑتے، کم از کم انچولی (کراچی کی ایک شیعہ آبادی) میں تو ووٹ
پڑ جائیں گے۔ایک آدھا کونسلر تو ہمارا ابھی جیت ہی جاتا مگر ہمیں بے صبری کرنے
کی ضرورت کیا ہے؟ آخری حکومت تو ہماری ہی ہے نا...... (نعرۂ حیدری)

حکومت کہتے ہیں آرڈر (order) چلانے کو اور جیسا آرڈر ہمارا چلتا ہے کوئی
چلا کے تو دِکھائے۔جس دن ہم عباسؑ کا علم لے کر آ جائیں راستے بند ہو جاتے
ہیں، اِسی کو حکومت کہتے ہیں۔اسلامی ملک پہ اترا ؤ نہ......لندن کی سب سے بڑی
جگہ پکاڈلی ہے، جہاں صدیوں سے سوائے تفریح کے کچھ نہیں ہوا، ہم وہاں آ کر
راستے بند کروا دیتے ہیں۔یہ ہے عباسؑ کے علم کی شان...... یہ عباسؑ کے علم کی
طاقت ہے۔نہ ہمیں کوئی روک سکتا ہے نہ ٹوک سکتا ہے، سب جانتے ہیں آخری
حکومت ان کے پاس ہوگی، انھیں راضی رکھو۔علیؑ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ کہا کرو بلکہ
کہا کرو شیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں راضی کرو، ہم صابرین میں سے ہیں ہمیں
راضی رکھو، یہ عباسؑ کے لاڈلے، یہ عباسؑ کے پیارے بڑے کام آئیں گے۔یہ
عباسؑ کو اس لیے پیارے ہیں کہ عباسؑ کہتے ہیں تم تو میرے حصّے کا ماتم کرتے ہو
میرے تو ہاتھ ہی نہیں ہیں، رو پڑے آپ، اسی میں داد بھی ہے اسی میں گریہ بھی
اِسی لئے تو عباسؑ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ ہوتے تو میں بھی اسی طرح اپنے آقا کا
ماتم کرتا، تم میرے حصہ کا ماتم کرتے ہو اس لئے میرے راج دُلارے ہو،
ارے! عباسؑ تمہیں تنہا چھوڑ دیں گے! ولایت علیؑ ہے، عباسؑ مالک ہیں عباسؑ
ولی ہیں، یہ عباسؑ کی ولایت چل رہی ہے، یہ عباسؑ کا ملک چل رہا ہے؟ نگرانی
کیسے ہو رہی ہے، ۱۹۳۲ء جہاز بمبئی سے چلا کپتان اور عملہ انگریز، زائرین بحری

جہاز سے بصرے جارہے ہیں، بصرے سے پہلے جہاز کو طوفان نے گھر لیا، طوفانی ہوائیں، بارش ایسی کہ جہاز اب ڈوبا اب ڈوبا بمبئی کا اخبار ''راہِ نجات'' رپورٹنگ کرتا ہے رپورٹر (reporter) کا نام راحت حسین ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں خود بہ حیثیت رپورٹر اس جہاز میں تھا جب جہاز طوفان کی نذر ہونے لگا، کھڑکیاں بند کرادی گئیں، لوگ گھبرا کر عرشے پر آگئے تو دیکھا کہ جان بچانے والی کشتیاں کھولی جارہی ہیں۔ کپتان اور پورا عملہ فرار اختیار کررہا ہے۔ لوگوں نے کپتان سے کہا تم نہ جاؤ، تم چلے گئے تو جہاز کو کون بچائے گا، کپتان نے جواب دیا ہم کچھ نہیں کرسکتے، تمہارے لئے کیا ہم بھی اپنی جان دے دیں۔ تم جن کی زیارت کو جارہے ہو اُن کو پکارو، ہم تمہاری مدد نہیں کرسکتے۔ تمام زائر خواتین، بچوں کو گود میں لے کر عرشے پر زیرِ آسمان آگئیں۔ جانے اُن میں کتنی سیدانیاں تھیں۔ اُنھوں نے سر کے بال کھولے اور فضاؤں میں پکارا، لہروں میں صدادی، ''عباسؑ! عباسؑ! ہم تمہارے آقا کی زیارت کو جارہے ہیں ابھی مجلس کے بعد تابوت اور علم آئے گا، زیارت کیجئے گا، لوگوں کو زیارت کا فلسفہ نہیں معلوم، زیارت کرکے ایک تسلی ملتی ہے، دل کو ایک ڈھارس سی ہوتی ہے، محبت کرنے والے اِس فلسفے کو سمجھ سکتے ہیں۔ آدھا ڈوبا جہاز لہروں پہ بلند ہونا شروع ہوا، کچھ دیر گزری وہی کپتان اپنے عملے کے ساتھ واپس آرہا تھا۔ کشتیاں پھر جوڑی جارہی تھیں، عملہ زینہ طے کرتا اوپر آرہا تھا، رپورٹر نے پوچھا آپ لوگ تو چلے گئے تھے واپس کیوں آگئے؟ کہا ہماری کشتیاں سمندر میں آگے بڑھ رہی تھیں ہم ساحل کی طرف جانے کی کوشش کررہے تھے کہ دور سے ایک سفید گھوڑا پانی کی لہروں پہ بڑی تیزی سے دوڑتا آتا دِکھائی دیا اُس کے ایک ہاتھ میں پرچم ایک ہاتھ میں

نیزہ تھا مگر ہماری حیرانی کی انتہا نہ رہی جب وہ قریب آیا تو ہم نے دیکھا کہ پرچم بھی ہے، نیزہ بھی ہے مگر اُس کے ہاتھ نہیں ہیں۔ اُس کا لباس اور پرچم سبز تھا، پانی پر اُس کا سایہ پڑ رہا تھا اُس نے ڈانٹ کر آواز دی ''میرے آقا کے زائروں کو چھوڑ کر جا رہے ہو'' واپس چلو، واپس جاؤ جہاز میں، یہ کہہ کر اُس نے نیزے کی نوک سے جہاز کو اٹھانا شروع کیا جہاز بلند ہونے لگا ہم تھر تھر کانپنے لگے اور جلدی سے واپس ہوئے تمہارے عقیدے تو بڑے سچّے ہیں، جس کو پکارا تھا وہی آ گیا، مجھے اُس کا نام تو بتا دو، تم تو اس کا نام جانتے ہو گے سب کی زبان سے بے اختیار نکلا ''عباسؑ آ گئے'' عباسؑ اپنے آقا کے زائروں سے کتنا پیار کرتے ہیں جو لوگ پانی کے جہاز سے عراق جاتے تھے اُنھوں نے دیکھا کہ ایک گھوڑے سوار کا سایہ پانی پہ پڑ رہا ہوتا ہے۔ یوں لگتا ہے کوئی جہاز کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب زائر گھر سے نکلتا ہے تو حسینؑ آواز دیتے ہیں عباسؑ! میرا زائر گھر سے چل چکا اب وہ میری طرف آ رہا ہے، جاؤ اُسے اپنی حفاظت میں لے کر آؤ۔ زوّار خیریت سے جاتے ہیں اور ساتھ خیریت سے اپنے گھر واپس آتے ہیں ہارون اور متوکل کا دور گزر گیا جب حکم تھا جو زیارت کو جائے اُس کے ہاتھ کاٹ دو، پاؤں کاٹ دو، نہ جانے کتنے حسینؑ کے زائران قربانیوں کی منزل سے گزرے اب کیا بم کے دھماکے کربلا کے زائروں کو روک دیں گے! عراق میں کیا کچھ نہیں ہو گیا مگر کربلا کی بھیڑ میں کمی نہیں آئی، ٹی وی پہ آپ نے دیکھا عباسؑ کے روضے پہ کتنے لوگ مارے جا رہے ہیں لیکن جانے والے ہیں کہ رُکنے کا نام نہیں لیتے۔ کیوں ڈریں، کس سے ڈریں؟

ملک تو عباسؑ کا ہے۔ وفا تو عباسؑ نے سکھائی ہے۔ ہاتھ پیر کیا ہیں، زندگی کیا

ہے؟ ایسی زندگیاں...... اللہ اکبر جب حسینؑ نے آواز دی تھی تو زہیرؓ اور حبیبؓ نے کہا تھا ستر بار مار کر جلا دیا جائے، آپ آواز دیں ہم اُٹھتے جائیں گے اور آپ کی نصرت کرتے جائیں گے۔ محبت کرنے والے ایسے ہوتے ہیں، محبت کرنے والوں کی وفا مرنے کے بعد نہیں بدلا کرتی، وفا کا شجرہ چلا آرہا ہے۔ کیوں زائر رُک جائیں؟ وہ بوڑھی عورت تھی، ہر سال زیارت کو جاتی تھی، وعدہ تھا، ہارون کے سپاہی دوڑے، تیرے پیر کاٹ دیں گے، ہاتھ کاٹ دیں گے۔ ایک سال گئی ایک ہاتھ کٹوا دیا، دوسرے سال گئی دوسرا ہاتھ کٹوا دیا، تیسرے سال ایک پیر کٹوا دیا۔ اب پھر ایک پیر سے چلی، زیارت کو تو جانا ہے، وعدہ ہے ہر سال آؤں گی۔ پیر کٹ گیا اب کیسے جائے زخمی پڑی ہے مگر اُسے جانا ہے اُس نے وعدہ کیا ہے۔ وہ جلتی زمین پر کروٹیں لیتی چلی اور آواز دیتی چلی، آقا حسینؑ! موت دینا تو قبر پر بُلا کر دینا، راستے کی موت مجھے نہیں چاہئے، کروٹیں لیتی چلی، پکارتی جا رہی تھی کچھ دُور گئی تھی کہ ایک گھوڑے سوار آ گیا قریب رُکا سوار نے کہا میری رکاب سے لپٹ جا، اپنے بدن کو مس کر، کسی کے پیروں سے اُس نے اپنے بدن کو مس کیا، کہا آنکھیں بند کر لے اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ چند لمحے بعد آواز آئی آنکھیں کھول دے تو قبرِ حسینؑ پر ہے، دیکھ تو سہی تیرے آقا کی قبر آ گئی، اتنا کہا کہ اے مہربانی کرنے والے، اے قبرِ حسینؑ تک پہنچانے والے ذرا ہاتھ لا میں تیرے ہاتھوں کے بوسے تو لوں نہ میرے ہاتھ نہ میرے پاؤں، ہاتھ میرے منہ کے قریب کر، آواز آئی جیسے تیرے ہاتھ کٹ گئے ایسے ہی میرے ہاتھ بھی کٹ گئے۔ ۱۱ محرّم گزری، ۱۲ محرّم گزری، بنی اسد حیران تھے سوار آ گیا گھوڑے پہ، قبریں بناؤ، ہم نقشہ بتاتے ہیں۔ چہرے سے نقاب تو ہٹائیے آپ کون ہیں؟ میں

زین العابدینؑ حسینؑ کا بیٹا ہوں۔ حبیبؓ کی قبر یہاں بنے گی۔ گنجِ شہیداں یہاں بنے گا، حُر کی قبر وہاں بنے گی، میرے بھائی علی اکبرؑ کا لاشہ یہاں لاؤ، حسینؑ اور علی اکبرؑ کا لاشہ قبر میں مَیں اتاروں گا تم ہٹ جاؤ امام کے جنازے کو غیر معصوم ہاتھ نہیں لگاتا۔ بنی اسد نے کہا کہ سب دفن ہو گئے، قبریں بن گئیں، رو کے کہا سب قبریں کہاں بنیں؟ ابھی میرے چچا کا لاشہ فرات پہ پڑا ہے بس دو چار جملے تمہارے شکریہ کہ بہت پیار سے تم نے ذکرِ عباسؑ سنا، ہم آپ کو کیا دے سکتے ہیں، ہم تو فقیر ہیں، جناب امیرؑ کا بیٹا ہی آپ کو عطا کرے گا، آپ کے اس پیار پر عطا پر عطا ہو گی۔ عزاداروں اور ماتم داروں کے لئے میں ہمیشہ دعائیں کرتا ہوں، ہر جگہ کی زیارت کر آیا ہوں اس لئے جب میں دعا کرتا ہوں تو میری آواز ہر جگہ جا رہی ہوتی ہے۔ آؤ بنی اسد فرات کے کنارے چلیں چچا عباسؑ کی قبر بنائیں قبر بنی۔ میں اپنے پیارے چچا کا لاشہ خود اٹھاؤں گا ان کے بڑے احسانات ہیں، میں کیسے پڑھوں، کیا بتاؤں سیّد سجادؑ کس طرح لاشہ لے کر قبر میں اُترے۔ لاش اُتار چکے تو بنی اسد کے لوگوں سے کہا ذرا دور چلے جاؤ مجھے چچا سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ عاشور کے دن چچا کو رُخصت نہ کر سکا۔ آج مجھے چچا سے کچھ کہنا ہے بنی اسد کے لوگ ہٹے، ایک بار سیّد سجادؑ نے خود کو لاشِ عباسؑ پر گرا دیا اور اپنا رُخسار عباسؑ کے رُخسار پر رکھ کر کہا چچا عباسؑ! آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے بعد کیا ہوا؟ ایک جملہ کہا کہ اگر آپ کے ہاتھ نہ کاٹے جاتے تو کیا پھوپھی اماں کی چادر چھنتی ہمیں در بہ در پھرا رہے ہیں، بازاروں میں، درباروں میں کل سن چکے کہ آزاد ہونے کے بعد سترہ دن زینبؑ نے شام میں بھائی کا ماتم کیا۔ روائتیں تین دن کی اور سات دن کی بھی ہیں مگر آخری روایت سترہ دن کی ہے۔ سترہ دن ظالم کے

دارالحکومت میں بھائی کا ماتم ...... ہزاروں عورتیں گھروں سے نکل پڑیں، روتی چیختی اُس گھر کی طرف چلیں، راستے بھر گئے، ہر عورت چاہتی تھی کہ زینبؑ کے قریب پہنچ کر تعزیت ادا کرے اور یہ کہے کہ ہم اس ظالم کے ساتھ نہیں ہیں۔ مظلوم بھائی کی مظلوم بہن نے سترہ دن میں شام فتح کر کے شام والوں سے کہلوالیا کہ یزید ظالم ہے، یزید کی رعایا سے کہلوایا کہ ظالم یزید ہے، صفِ ماتم وہیں بچھادی سیّد سجادؑ نے پوچھا پھوپھی اماں! ابھی اور ٹھہریں گی، کہا بیٹا دل تو چاہتا تھا اور ماتم کرتے لیکن بیٹا! بھائی کی قبر بلا رہی ہے۔ زینبؑ کے کان سن رہے تھے "بہن! کب آؤ گی"؟ چلو سیّدِ سجادؑ پہلے کربلا چلیں گے پھر بعد میں مدینے جائیں گے، کہلوادو سواریاں تیار کی جائیں۔ سجے ہوئے عماریوں کے ناقے آئے۔ مخمل کے پردے پڑے تھے۔ زینبؑ کی نظر گئی۔ سوگوار بہن اِن عماریوں میں نہیں بیٹھے گی، یزید سے کہو سیاہ پردے لگائے، میں بھائی کا ماتم کرنے کربلا جارہی ہوں۔ عماریوں کے پردے ایسے بدلے کہ آج تک عماریاں کالی ہیں۔ زینبؑ کا حکم اب تک چل رہا ہے، عماریاں نکلتی ہیں تو پردے سیاہ ہوتے ہیں، عباسؑ نہیں ہیں، آؤ ہم سب کو ناقوں پر سوار کریں گے، اُمِّ لیلیٰؑ اب علی اکبرؑ نہیں ہے آؤ میں سوار کروں۔ اُمِّ فروہؑ قاسمؑ نہیں ہے آؤ سوار کروں۔ سب کو سوار کر چکیں۔ ارے بھابھی اُمِّ ربابؑ کہاں ہیں؟ ہزاروں عورتیں عماریوں کے چاروں طرف گریہ وزاری میں مصروف تھیں۔ اُن عورتوں نے کہا جب ہم آپ کو ملنے آرہے تھے تو دیکھا راستے میں کہ کوئی بی بی قید خانے کی سلاخوں سے لپٹی ہوئی تھی، چیخ چیخ کر رو رہی تھی۔ زینبؑ سمجھ گئیں، زینبؑ سمجھ گئیں۔ اللہ اللہ کیسا گریہ آپ لوگ کررہے ہیں خدا سب کو شام لے جائے۔ جب جانا تو ننھی سی سکینہؑ کی قبر کی

زیارت کرنا، اب تو سونے کی ضریح ہے، پانی پہ لوگ فاتحہ دیتے ہیں، معصومہؑ کی قبر پہ بڑا ماتم ہوتا ہے۔ زینبؑ درِ زنداں پہ آئیں دیکھا اُمِّ ربابؑ سلاخوں سے لپٹی ہیں۔ دوش پہ ہاتھ رکھا، کہا سواریاں تیار ہیں بھابھی چلیں۔ کہنے لگیں شہزادی! سکینہؑ اکیلی ہے۔ میری سکینہؑ قید خانے میں اکیلی ہے۔ اب زینبؑ کیا جواب دیں کہا بھابھی اُمِّ رباب! علی اصغرؑ کے پاس نہیں جاؤ گی، وہ بھی تو بلا رہا ہے۔ اصغرؑ کا نام آیا فوراً زندان کا در چھوڑ دیا کہا چلوں گی۔ ربابؑ کو عماری میں بٹھایا مگر تنہا نہیں۔ خود بھی ساتھ بیٹھ گئیں، قافلہ چلنے لگا تو عماری کا پردہ الٹ کر زینبؑ نے کہا ''اے شام کی رہنے والیو! ہماری ایک بچّی زنداں میں اکیلی ہے جب شام ہو تو چراغ جلا دیا کرنا، وہ بچّی ہماری بہت لاڈلی تھی، اندھیرے میں گھبرا نہ جائے، شمع روشن کرتی رہنا، یہ بچّی کسی چھوٹے نہیں بہت بڑے گھرانے کی ہے، بڑے خاندان میں رہنے کی عادی تھی، اکیلے میں اُس کا دل نہیں لگے گا۔ میں مختصر کر رہا ہوں، چہلم کا دن تھا ۲۰ صفر جابر اندھے ہو چکے تھے، جابر جو سلمان کے روضے میں ہیں جہاں میزائل پھینکا گیا ہے، صحابی رسولؐ ہیں، اب تو صحابیوں کا احترام بھی ختم ہوا جا رہا ہے، بہت دور سے چل کر آئے تھے، عطیہ نامی غلام سے کہا تھا مجھے کسی طرح کربلا پہنچا دے میں نے حسینؑ کو گود میں کھلایا ہے وہ لے کے گیا کہا فرات کہاں ہے، میں فرات میں نہا کر سفید لباس پہنوں گا پھر شہزادے کی قبر پہ حاضری دوں گا۔ غلام نے نعلینیں سامنے رکھیں، پوچھا یہ کیا ہے؟ غلام نے جواب دیا آپ کی جوتیاں ہیں، چیخ کر بولے ہٹا لے......میں اب نہیں پہنوں گا......اب میں کربلا میں ہوں، غلام نے کہا دھوپ تیز ہے ریت جل رہی ہے، جابرؒ کہنے لگے یہاں خونِ زہراؑ بہہ گیا ہے۔ تجھے کیا معلوم! یہاں خونِ فاطمہؑ بہا ہے، جانے میرا قدم کہاں

پڑ جائے، پابرہنہ چلوں گا جب قبر آجائے تو آواز دینا کہ قبر آگئی ہے۔ غلام کی آواز آئی "آقا قبرِ حسینؑ آگئی" جابرؓ قبرِ حسینؑ پہ گرے، کتاب میں لکھا جاتا ہے کہ جابرؓ پہلے زائرِ حسینؑ تھے۔ عجیب بات ہے قدرت نے خاندان کے کسی فرد کو پہلا زائر کیوں نہیں بنایا۔ ایک صحابی کو زائرِ حسینؑ بنا کر یہ بتایا کہ زیارتِ قبرِ حسینؑ سنتِ صحابہ ہے بدعت نہیں ہے۔ دونوں ہاتھوں کو قبر پر حمائل کر کے لپٹ گئے یوں لگتا تھا قبر کو اپنی آغوش میں لے لیا، اپنے سینے سے لگالیا اور زور سے کہا "حسینؑ! جب تم نانا کے کاندھے پہ مسجد میں آتے تھے تو میں سب سے پہلے تمہیں سلام کرتا تھا اور کہتا تھا "السلام وعلیک یا فرزندِ رسولؐ" آپ فوراً جواب دیتے تھے کہ اے جابر تم پر بھی سلام ہو۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے جابر کو جواب نہ دیا ہو۔ آج میں سلام کروں! وعدہ کرو کہ جواب دو گے! جابر نے ایک بار کہا فرزندِ رسولؐ آپ پر سلام ہو۔ جواب نہیں آیا۔ جابر نے کہا حسینؑ کیا مجھ سے گستاخی ہوگئی؟ کیا مجھ سے ناراض ہو؟ کیوں اس لئے تو ناراض نہیں کہ میں تمہارے ساتھ کربلا نہیں آیا، میں نے تمہاری نصرت نہیں کی۔ چلو اگر ناراض ہو تو بتادو۔ یہ کہتے ہوئے جابرؓ نے شورِ گریہ بلند کیا اور پھر کہا مجھ سے خوش ہو تو میرے سلام کا جواب تو دے دو۔ غلام سے کہنے لگے عطیہ! جابر کو آقا جواب نہیں دیتے؟ مگر جواب کیسے آتا جسم پہ سر ہوتا تو جواب آتا، یہ جملہ ابھی ادا ہی ہوا تھا کہ قبر سے آواز آئی "جابر! دور ہٹو میری ستم رسیدہ بہن ملنے آرہی ہے۔ زینبؑ کی سواری آرہی ہے" غلام نے کہا دور سے گرد اُٹھتی نظر آرہی ہے، لگتا ہے کوئی کارواں آرہا ہے۔ جابرؓ نے کہا میری شہزادی آرہی ہے، مجھے جلدی سے دور ہٹا دے۔ عماریاں آئیں، کہتے ہیں، جب عماریاں آتی ہیں تو ناقے بٹھائے جاتے ہیں، پہلے عماریاں اُتاری جاتیں ہیں پھر

بیبیاں اُترتی ہیں لیکن آج عجیب ہوا کہ جیسے ہی عماریاں قبرِ حسینؑ کے پاس رُکیں، نہ کسی نے ناقہ بٹھایا نہ عماری اُتاری، زینبؑ نے خود کو عماری سے گرا دیا اور آواز دی ''بھیا! دُکھیا زینبؑ آئی ہے اے بھیا!'' اللہ تمہیں سلامت رکھے۔ جیتے رہو۔ جزاک اللہ خوب سن رہے ہو۔ زینبؑ کی صدا گونجی ''بھیا! تمہیں نشان دکھاؤں یا مدینے جا کر نانا کو دِکھاؤں'' رُخسار کو قبر پہ رکھ کر کہا ''بھیا! چلتے وقت خیام سے رُخصت ہوتے وقت تم نے سکینہؑ کو میرے سپرد کیا تھا کہ اس بچی کا خیال رکھنا۔ بھیا! سکینہؑ وہیں رہ گئی۔ نہ جانے کیوں میرے ساتھ نہیں آئی مگر بھیا! تم ہی تو قید خانے میں آ کے سکینہؑ کو لے گئے تھے'' ...... چہلم کا دن تھا بیبیاں قبر سے لپٹی تھیں، کون کسے تلاش کر رہی تھی؟ کون کس قبر سے لپٹی تھی؟ قبریں تھیں لوگوں کو تسلی تھی لیکن معلوم ہے کیا ہوا۔ راوی لکھتا ہے کہ ایک بی بی پورے میدان میں دوڑتی پھرتی تھی جہاں مٹی کا ڈھیر نظر آتا، خود کو اُس پہ گراتی اور کہتی پروردگار میرا اصغرؑ کہاں ہے؟ میرا علی اصغرؑ کہاں ہے؟ یہ اُمِّ ربابؑ تھیں ...... اصغرؑ کی قبر ماتمِ حسینؑ ...... یا حسینؑ ...... یا حسینؑ ......

❁ ❁ ❁

گیارھویں مجلس

روضہ عباسؑ کی زیارت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

تمام تعریفیں اللہ کے لیے اور درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لیے

اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یوماً عَبُوساً قمطرِیرا (سورۂ دہر آیت نمبر ۱۰)

قرآن میں "عَبُوس" کا لفظ ایک ہی مرتبہ ہے۔ روزِ قیامت کو "یومِ عَبُوس" اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ دن ایسا ہوگا کہ انسان اس دن سے ڈرے گا۔ خوف زدہ ہوگا۔ اِسی لیے شیر کو عباس یا عَبُوس کہتے ہیں کہ انسان کے لیے خطرناک ہوتا ہے۔ ڈراونا ہوتا ہے۔ جس طرح حمد سے محمدؐ ہے۔ اسی طرح عَبُوس سے عباسؑ ہے۔ روز قیامت کا نام اُس کی سختیوں سے یومِ عَبُوس ہوا تو عباسؑ کا نام اُن کی دلیری، جوانمردی سطوت و ہیبت سے عباسؑ ہوا۔

عَبُوس سے دو لفظ بنتے ہیں۔ عباسؑ اور عابس۔

سورۂ دہر میں یومِ قیامت کو یومِ عَبُوس کیوں کہا گیا؟

قیامت کے ناموں میں یوم الدّین، یومِ عظیم، یومِ محیط، یومِ ینفخ فی الصور وغیرہ آیا ہے۔ صرف سورۂ دہر میں یہ لفظ استعمال ہوا۔ یہ بلاغتِ قرآن ہے کہ لفظہ کا لفظ سورۂ دہر میں تین بار ہے۔ اب حضرت عباسؑ کا ذکر بھی کیا گیا۔ کھانا

کھلانے والوں کی مدح میں سورہ آیا ہے۔ عباسؑ، لشکرِ حسینؑ کے لیے کھانے اور پانی کا انتظام کرتے تھے اس لیے ان کی حاضری ہوتی ہے۔ سورۂ میں نذر کا ذکر ہے۔ حاضری صرف حضرت عباسؑ کی ہوتی ہے۔ عباسؑ کے عدد ۱۳۳ ہیں مجموعہ ۷ ہے۔ نامِ عباسؑ کو الٹ دینے سے نام کا وقار قائم رہتا ہے۔ ''سابع'' بنتا ہے۔ جس کے معنی ۷ ہیں۔

۷ کا عدد۔ ''آس'' اور ''آرزو'' کا علمبردار ہے۔ سب کے عدد ۷ ہیں۔

عباسؑ، علیؑ کی آرزو۔ اہلِ حرمؑ کی آس تھے اور مومنین انھیں سے توقع رکھتے ہیں۔

سورۂ الحمد میں ۷ آیات ہیں، اللہ نے سات آسمان بنائے۔ زمین کو ۷ طبقات میں قائم کیا۔ سورج کے گرد ۷ بڑے سیارے گردش کر رہے ہیں۔ دُبّ اکبر میں ۷ ستارے ہیں۔ دُبّ کے معنی ریچھ ہیں۔ قطب شمالی کے قریب ستاروں کے جھرمٹ کو دُبّ کہتے ہیں جس کی شکل ریچھ کی طرح ہے۔ اسی کو 'بنات النعش' بھی کہتے ہیں۔ اسی کو 'عِقدِ ثریا' اور ثریا بھی کہتے ہیں۔ یہ سات ہیں۔ ہماری دنیا میں ۷ سمندر اور ۷ براعظم ہیں۔ ایک لاکھ ۲۴ ہزار پیغمبر آئے۔ اس کا مجموعہ ۷ ہے۔ ۱۲۴=۷، زیاراتِ معصومینؑ کُل ۷ مقامات ہیں، خانۂ کعبہ، مدینہ، نجف، کربلا، کاظمین، خراسان و سامرہ، اصحابِ کہف ۷ ہیں۔ روشنی کے ۷ رنگ ہیں۔ ایک ایٹم کے سات مدار ہیں اور ہر حلقے کے سات مدار چے ہوتے ہیں۔ فن موسیقی میں ۷ سُر ہوتے ہیں بطنِ مادر میں بچہ سات ماہ میں مکمل ہو جاتا ہے۔ ہفتے میں سات دن ہیں۔ بچہ سات سال میں باشعور ہو جاتا ہے۔ دنیا میں سات عجائبات ہیں۔ (۱) تاج محل، (۲) دیوارِ چین، (۳) اہرامِ مصر، (۴) ابوالہول، (۵) پیسا کا مینار، (۶) الورا اجنتا کے غار، (۷) بابل کے باغات۔ جنگ بدر میں

۳۱۳ سپاہی تھے۔ ان کا مجموعہ ۷ ہے۔ امامِ زمانہ کے ساتھی بھی ۳۱۳ ہیں۔ خانہ کعبہ کے سات طواف کیے جاتے ہیں۔ سورۂ یٰسین میں لفظ مبین پر سات مرتبہ آیات ختم ہوتی ہیں۔ ثبوتِ شرافت کے لیے سات پشتوں کا تجزیہ ضروری ہے۔

اسی لیے حضور نے کہا کہ میرے اجداد میں سات نام ہر مسلمان کو یاد ہونا چاہیئے ہیں۔ قدیم عربی ادب میں سات قصیدے مشہور ہیں جن کو سبعہ مُعلقہ کہا جاتا ہے۔

پنج تنِ پاکؑ کے اعداد کا حاصل بھی سات کا عدد ہے۔

محمدؐ کے ۹۲، علیؑ کے ۱۱۰، فاطمہؑ کے ۱۳۵، حسنؑ کے ۱۱۸، حسینؑ کے ۱۲۸ کل اعداد کے ۵۸۳ بنتے ہیں اور اس کا حاصل ۱۶ ہے، چھ اور ایک سات ہوئے۔

مدحیہ شاعری کا کمال معرفت ہے جتنی زیادہ معرفت ہوگی۔ کلام اسی قدر زوردار ہوگا۔ اور یہ کبھی کہا ہی نہیں جاسکتا کہ :- ''حق ادا کر دیا''

اس لیے کہ چودہ سو سال گذر چکے حق کس نے ادا کیا۔ میر انیسؔ نے کہا:-

قرآں میں جن کا وصف مکرّر خدا کرے
کس کی زباں سے پھر بشر اُن کی ثناء کرے

میر انیسؔ نے فیصلہ کر دیا:-

ہم خوش ہوے کہ مدح کے دریا بہا دیئے
کیا بڑھ گیا جو بحر میں قطرے ملا دیئے

نام عباسؑ کے ہر حرف کی خصوصیات میر انیسؔ نے اس طرح بیان کی ہیں۔

عین اس کا وہ چشمہ ہے کہ فیض اُس سے ہوا عام
یہ علم کا آغاز ہے اور شرع کا انجام
با سے برکت اور الف اوّلِ اسلام

ہے سینِ سعادت پہ اسی نام کا انجام

یہ اسمِ مقدس تو سعیدِ ازلی ہے

اعلیٰ ہو نہ کیوں کر کہ شریک اس کا علیؑ ہے

کیا فیض ہے کیا اسم مبارک میں اثر ہے

ہنگامِ مرض تقویتِ قلب و جگر ہے

کیسی ہی مُہم سخت ہو اک آن میں سر ہے

بازو پہ جو باندھے تو سرِ دست ظفر ہے

کام آتا ہے یہ نام مصیبت میں بلا میں

آفت میں سپر ہے تو سروہی ہے وغا میں

اللہ نے بخشی ہے عجب نام کو تاثیر

شیعوں کی پناہ اور عدو کے لیے شمشیر

وہ مشکلِ لاحل جو نہ حل ہو کسی تدبیر

یا حضرتِ عباسؑ کہا پھر نہیں تاخیر

اعجاز و کرامت اسے کہیے تو بجا ہے

بے دست ہے اور مثلِ علیؑ عقدہ کشا ہے

حضرت عباسؑ کو عظیم خاندانی شرف حاصل تھا۔ میر انیس کہتے ہیں :-

اللہ رے نسب واہ ری توقیر زہے جاہ

دادا تو ابوطالبؑ غازی سا شہنشاہ

عمّ جعفرِ طیّارؑ ہژبرِ صفِ جنگ گاہ

اور والدِ ماجد کو جو پوچھو، اسداللہؑ

فخر ان کو غلامی کا حسینؑ ابنِ علیؑ کی
مادر کو کنیزی کا شرف بنتِ نبیؐ کی

حضرت اُم البنینؑ کی جب حضرت علیؑ سے شادی ہوئی اور بیاہ کر درِ سیّدہؑ پر تشریف لائیں، درِ سیّدہؑ پر سجدہ کیا۔ گھر تشریف لائیں تو حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ، حضرت زینبؑ اور حضرت اُمِ کلثومؑ سے فرمایا:-

''ماں بن کر نہیں آئی بلکہ آپ سب کی کنیز بن کر آئی ہوں''۔

جب ایسی ماں ہو تو بیٹا کیسا ہوگا؟

میر انیسؔ کہتے ہیں:-

ہر چند نہ تھا بطن سے زہراؑ کے وہ مہرو
لیکن کسے ہاتھ آتا ہے اس طرح کا بازو
بچپن سے جو چھوڑا نہ تھا شبیرؑ کا پہلو
تھی طبع میں ساری گُلِ زہراؑ کی ہی خو بو

خلق اس میں جواں مردیٔ شاہِ نجف اس میں
تھے علمِ امامت کے سوا سب شرف اس میں

مہاراجہ محمود آباد نے فرمایا:-

مثلِ سبطین دو عالم کی ریاست ملتی
بطنِ زہراؑ سے جو ہوتے تو امامت ملتی

حضرت عباسؑ امام نہیں تھے لیکن مولا علیؑ سے ولایت ضرور پائی ہے آپ ولی تھے، معصوم تھے، خاندانی حُسن کے مالک تھے،

''مولا علیؑ'' نے ''قمرِ بنی ہاشم'' کا خطاب عطا کیا تھا۔ لفظِ ''قمر'' ہاشمی گھرانے

کی وجاہت کو بیان کرنے کے لیے ایک طرۂ امتیاز ہے۔

جناب ہاشم کو "قمرِ بطحا" کہا جاتا تھا، جناب عبداللہؑ "قمرِ حرم" تھے، سرکارِ دو عالمؐ کے لیے حدیثِ کساء میں حضرت فاطمہؑ فرماتی ہیں۔ چادر میں آپ کا چہرہ مثلِ قمر روشن تھا۔ حضرت علیؑ کے لیے قرآن نے کہا:-

والقمر اِذا تلٰھا

بنی ہاشم سب مثلِ قمر تھے، عباس ہاشمیوں کے بھی چاند تھے۔ کتنے ماہتابوں کے مہتاب تھے عباسؑ......!

میر انیسؔ کہتے ہیں:-

استادہ ہے یہ ماہِ بنی ہاشمِ ذی قدر
دکھلائے تو اس شکل و شمائل کا کوئی بدر
یہ دوش ، یہ بازو، یہ گلو، یہ کمر و صدر
یہ عارض و گیسو، سحرِ عید و شبِ قدر
یاں کون سی نسبت ہے تری شمس و قمر کو
اک رات کو قربان کروں ایک سحر کو

حضرت مریمؑ کو اللہ نے ایسا فرزند حضرت عیسیٰؑ عطا کیا جو بیماروں کو شفا عطا کرتا تھا۔ اُن کا لقب مسیح تھا۔ حضرت اُم البنینؑ کو اللہ نے عباسؑ جیسا بیٹا دیا جو "بابُ الحوائج" ہے۔ عباسؑ بھی بیماروں کو شفا عطا کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کا فیض ختم ہوگیا۔ حضرت عباسؑ کا فیض اب تک جاری ہے۔

میر انیسؔ کہتے ہیں:-

دو ہاتھ جو قربان کیے ، حصے میں آئی

دیں پروری و داد رسی عقدہ کشائی
کوثر تو ہے قبضے میں تصرف میں ترائی
ہر بند سے دیتے ہیں یہ بندوں کو رہائی
قطرے کے عوض لعل و گہر دیتے ہیں عباسؑ
دامن دُرِ مقصود سے بھر دیتے ہیں عباسؑ

اللہ انہیں زیارتِ کربلا و نجف کی توفیق عطا فرمائے جو اب تک محروم ہیں اور اللہ ان کی زیارات قبول فرمائے جو کربلا و نجف ہو آئے ہیں۔ آمین، یہ شامی یہ کوفی سمجھ رہے تھے ہم نے کربلا میں حسینؑ کو قتل کر دیا، کربلا والوں کے لاشے گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کر دیئے، لاشے بے گور و کفن دھوپ میں پڑے گے، لیکن ہائے کربلا والے تو روز روشن کی طرح آج بھی موجود ہیں اور رہیں گے، ختم ہو گئے مٹانے والے۔

اِدھر صبح کی اذان ہوئی اور اُدھر زائروں نے روضہ کا رُخ کیا، جن میں عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان سب ہی شامل ہوتے ہیں نظامِ قدرت تو دیکھئے، یہی شامی، کوفی، عراقی زائر سب سے زیادہ ہوتے ہیں، اور یوں لگتا ہے کہ جیسے پرندوں کے پرے کے پرے ہیں جو ضریح کا طواف کر رہے ہیں اور شام کو دیکھیں تب بھی یوں ہی محسوس ہوتا ہے کہ پرندوں کے غول ہیں جو اپنے آشیانے کی جانب رواں ہیں۔

روضہ میں جو پہنچے تو پتہ چلا یہ مجمع تو ہے لیکن ایک اور مجمع ہے۔ ایک بار چھت کی طرف جو نظر اٹھائی تو یوں لگا جیسے ملائکہ کے پرے ہیں جو اترتے چلے آرہے ہیں، چاروں طرف ملائکہ کے غول ہیں کہ اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتا، یہ وہی تصور

کریں گا جو وہاں جا چکے ہیں جو یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں، ذرا تصور تو کیجئے، شامِ غریباں کے وقت کیا سناٹا تھا؟

اُس میدان میں آج کیا خوبصورت شہر بسا ہوا ہے۔ کیا روشنیاں ہیں، کیا رونق ہے، کیا جگمگاتا ہے روضہ، ہم سوچ رہے تھے کہ اپنے عنوان کا آغاز کیسے کریں، ترتیب کیا رکھیں، تو ہم نے طئے کیا، جس طرح زیارت کی ہے ترتیب وہی رکھیں گے، جہاں پہلے پہنچے وہاں کا حال پہلے، پھر جیسے جیسے آگے بڑھتے جائیں گے بیان کرتے جائیں گے۔

جب ہم کربلا پہنچے تو ظہر کا وقت تھا، کراچی سے ساڑھے تین گھنٹے میں ہم عراق کی سرزمین پر تھے بغداد سے چلے وہیں سے ہم نے دیکھا کہ عراق کے ایک ایک آدمی کے چہرے پر ہمیں سوائے خلوص کے کچھ نظر نہیں آیا، معلوم ہوا کہ اس سرزمین پر رہنے کا یہ اثر ہے کہ ان میں اخلاقیات ہیں، یہ انسان پسند ہو گئے ہیں، ٹیکسی ڈرائیور نے ہمیں انتہائی محبت سے اس جگہ پہنچا دیا جہاں ہمیں ٹھہرنا تھا، ہوٹل کا نام تھا ''شط الفرات'' فرات کا کنارا، سامنے نظر پڑی روضۂ عباسؑ تھا، سنہرا چمکتا ہوا گنبد، جیسے آفتاب سوا نیزے پر آ گیا ہو، اور اپنی ضیا پاشی سے کربلا کی سرزمین کو منور کر رہا ہو، ابھی ہم تاریخ نہیں پڑھ رہے ہیں، پہلے تاثر پھر تاریخ موضوع کی مناسبت سے، نظر پڑی بلند منارے پر، عظیم گنبد پر سُرخ لہراتا ہوا پرچم، سبز ہوتا تو پتہ چلتا کہ سرسبز و شاداب ہے اسلام اور سیاہ ہوتا تو سمجھ جاتے کہ محرم آ گیا، لیکن سرخ پرچم نے بتایا ہم کسی کا انتظار کر رہے ہیں کوئی آنے والا ہے نقابِ رخ کو الٹ کر، ابھی انتقام باقی ہے شہیدوں کا، اِس لئے پرچم لال ہے، جس کا انتقام باقی ہے اُن کے روضے پر سُرخ پرچم ہے۔ اور جو اپنی موت سے

مرے اُن کے پرچموں کے رنگ سبز ہیں، لال پرچم اِس بات کی نشانی ہے کہ اِن کا انتقام ابھی نہیں لیا گیا، گنبد سنہرا، اُس کے کلس پر اللّٰہ اکبر سنہرے حروف سے لکھا ہوا ہے، سونے کا گنبد، سونے کا مینار، دونوں مینار سونے کے، ایک ابھی نو تعمیر ہے، اِس لئے کہ سونا ابھی نیا چڑھایا جا رہا ہے، عباسؑ کے روضے پر چونکہ ہوٹل سے قریب تھا اِس لئے ہم جلدی سے گئے۔ جب ہم کراچی سے چلے تھے تو ہم نے اپنے گھر پر ایک مجلس کی تھی، سوز خواں سے کہا تھا ہمیں میر انیسؔ کا وہ مرثیہ سناؤ جس میں انیسؔ نے روضۂ عباسؑ کا نقشہ کھینچا ہے، اور جب ہم وہاں پہنچے تو ہم نے اُس مرثیہ کو پھر پڑھا، پہلے مرثیہ سنا تھا اب جو روضہ پر حاضری دی تو مرثیہ خود پڑھا اور میں حیران تھا کہ میر انیسؔ کبھی کربلا نہیں گئے، زیارت میر انیسؔ کو ہوئی، لیکن تاریخ میں نہیں ہوئی، بظاہر بمبئی تک گئے وہاں سے واپس آ گئے، بیماری کی وجہ سے اتفاق سے مرزا دبیرؔ بھی نہ جا سکے زیارت کرنے، ذرا راز تو دیکھئے کیسے کیسے لوگ روضوں پر بلائے گئے، جنہوں نے واقعہ کربلا کو آفتاب بنا کر قیامت تک کیلئے محفوظ کر دیا اَدب میں اُن دو آفتاب و مہتاب کو کربلا نہیں بلایا گیا کیوں؟ اگر بلا لیتے تو اُن کی شاعری معجزہ کیسے بنتی لوگ کہتے گئے دیکھ آئے آکر نظم کر دیا، ہم تمہیں عراق نہیں بلائیں گے دکھا سب دیں گے اور ایسا دکھا دیں گے کہ تم صدیوں تک دکھاتے رہو گے، یہ کوئی نہیں کر سکتا اور خدا کی قسم روضۂ عباسؑ کو دیکھا تو ہم نے سوچا مولا کب رات میں انیسؔ کو آ کر لے گئے، سب بتا دیا یہ جگہیں کون کون سی ہیں، انیسؔ گئے اور خاموشی سے سب دیکھ آئے، دبیرؔ گئے اور سب دیکھ آئے۔

آپ حضرات نقشہ دیکھیں، شمال، جنوب، مشرق، مغرب، مغرب قبلہ ہے،

اب ذرا نظر کیجئے مقتل سیّد الشہدا، دیکھئے خیام امام ہیں اُس کے آگے قلب لشکر ہے، میسرہ ہے، میمنہ ہے، میمنے کے سردار زہیر ابنِ قین، میسرہ پر حبیب عَلم لئے ہوئے قلبِ لشکر پر علی اکبرؑ تھے، علم قمر بنی ہاشم حضرتِ عباسؑ کے پاس تھا، یہ خیام یہ قلبِ لشکر قلبِ لشکر سے عباسؑ چلے، اب ذرا فاصلہ دیکھئے مقتل حضرت عباسؑ، پھر ایک چھوٹا روضہ پھر یہ دو کھجور کے درخت، اِدھر سے آتے ہوئے دو تیر، یہاں تک مشک بھرنے کے لئے نہر علقمہ پر حضرت عباسؑ گئے، خیموں سے نہر کا فاصلہ دیکھئے غور سے، حسینؑ کے اور عباسؑ کے روضوں کے درمیان فاصلہ دیکھئے، یہ فاصلہ جو آپ دیکھ رہے ہیں درمیان کا یہ دو سو پچاس ۲۵۰ گز کا فاصلہ ہے، حسینؑ کے اور عباسؑ کے روضہ کے درمیان دو سو پچاس ۲۵۰ گز کا فاصلہ ہے درمیان میں پہلے مکانات تھے، لیکن اب موجودہ حکومت نے مکانات منہدم کردیئے ہیں اور پورا میدان پختہ فرش کا بنوا دیا ہے، اب اگر روضۂ عباسؑ سے نکلیں آپ تو سامنے روضۂ حسینؑ نظر آتا ہے، دونوں بھائیوں کے روضے ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہیں اگر عباسؑ کے روضے سے دیکھیں تو حسینؑ کا روضہ سامنے نظر آتا ہے، حسینؑ کے روضے سے دیکھیں تو عباسؑ کا روضہ نظر آتا ہے۔

اب یہ نقشہ اللہ سب کو دکھائے، آمین، درمیان میں بازار ہے جب آپ روضۂ عباسؑ سے روضۂ حسینؑ پر جائیں گے یا اُدھر سے اِدھر آئیں گے تو درمیان میں بازار ہے یہ دو سو پچاس ۲۵۰ گز کا فاصلہ مارکیٹ (Market) ہے چاروں طرف بازار ہے بیچ میں شاہراہ ہے جو میدان کی شکل میں ہے، اس فرش پر رات کو زائر سو جاتے ہیں، خواتین اور بچے صبح کے انتظار میں کہ جب روضہ کھلے گا ہم فوراً پہنچ جائیں گے، اِس لئے کے شب میں ساڑے آٹھ بجے روضہ بند ہوجاتا

ہے، جو دور سے آتے ہیں زائر وہ اُسی فرش پر سو جاتے ہیں، کیسا بستر کیسا آرام بس پھر صبح ہو ہم پھر ضریح کو بوسہ دیں اور طواف شروع کر دیں، پھر صدا دیں پھر پکاریں عباسؑ، عباسؑ، سقائے حرم!

ہمارا ہوٹل (Hotel) جدھر تھا وہاں وہ دروازہ ہے عباسؑ کے روضہ کا جسے باب امام علی نقیؑ کہتے ہیں، ہم اُسی دروازے سے روضہ میں داخل ہوئے، اب ہم آپ کو کیا سنائیں کیسا روضہ ہے کیسا صحن ہے، اذن کی زیارت پڑھ کر اندر داخل ہوئے، پردا ہٹا کر ہر دروازے پر پردے پڑے ہوئے ہیں مخمل کے، ہم نے ''مفاتیح الجنان'' پہلے دیکھ لیا تھا کہ ڈیوڑی پر سجدہ کر سکتے ہیں یا نہیں علماؑ نے بحث کی ہے کہ مزاروں پر سجدہ جائز نہیں لیکن جب ہم نے چھٹے امام اور آٹھویں امامؑ کا قول دیکھا دونوں معصوموں نے فرمایا ہاں سجدہ کر سکتے ہیں ہو تم عباسؑ اور حسینؑ کی چوکھٹ پر لیکن ہر بار سجدے میں کہتے جانا اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، ارے یہ اس بات کی گواہی ہے کہ آپ نے اسلام کے لئے سر کو کٹا دیا، یہ تعظیمی سجدہ ہے، یہ سجدہ خدا کو سجدہ ہے، آپ کی چوکھٹ پر سجدہ اِس لئے کہ آپ نے سجدہ کو بچالیا، ورنہ سجدہ کہاں ہوتا۔

تو ہم نے سجدہ کیا، عباسؑ کی چوکھٹ پر سجدہ کیا اب یہ کیسے بتائیں کہ روضہ کی شان کیا تھی، رات کے سناٹے میں اپنے مداّح کو حسینؑ لے گئے، عباسؑ نے پیشوائی کی اور کربلا کا پورا میدان میر انیسؔ کو یاد کرا دیا، آیئے انہیں سے سنیں حضرت عباسؑ کے روضہ کو انہوں نے کیسا پایا، اور انہوں نے عباسؑ کے روضہ کا منظر کیسے کھینچا، ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں ورنہ ہم ضرور آپ کو سنا دیتے کہ عباسؑ کا روضہ کیسا ہے، انیسؔ کو خزانہ عطا کر دیا حسینؑ نے، کہا بتاؤ میرے چھوٹے بھائی

کا روضہ کیسا ہے، ایک ایک لفظ میر انیسؔ کا مستند کہ ہم اپنی آنکھ سے دیکھ آئے۔

میں حیران ہوں کہ کتنے شعرا گئے ہوں گے کربلا، لیکن میں نے صدیوں، صدیوں میں ڈھونڈ ڈالا کاش کوئی حضرت عباسؑ کے روضہ کے حال کو نظم کر لاتا، میں حیران رہ گیا سوائے میر انیسؔ و مرزا دبیرؔ کے کسی نے کربلا کے روضوں کا منظر نہیں کھینچا۔

موضوعات یہ ہیں کہ عوام کو آپ یہ بتایئے کہ عباسؑ کا روضہ کیسا ہے، اُس کی تاریخ کیا ہے، تا کہ اُنکی حکومت کا پتہ تو چلے کہ جو آج تک قائم ہے، سوا انیسؔ و دبیرؔ کے ہمیں عباسؑ کے روضہ کا حال نہ ملا، تو ہم کیوں نہ ہر صدی کا بڑا شاعر مانیں اُن کو۔

عباسؑ علمدار کی درگاہ کے صدقے شوکت کے تصدق حشم و جاہ کے صدقے
کیا شیر ہے ابنِ اسداللہ کے صدقے جس راہ سے سب جاتے ہیں اُس راہ کے صدقے

پہلے نہ بہشت اور نہ رُخِ حور دکھا دے
اللہ ان آنکھوں کو وہی نور دکھا دے

تھراتا ہے خورشید جلال و حشم ایسا لاکھوں سے بھی ہٹتا نہیں ثابت قدم ایسا
نام ایسا دل ایسا شرف ایسا کرم ایسا جھک جاتی ہے شاخِ سرِ طوبیٰ علم ایسا

قطرے کے عوض لعل و گہر دیتے ہیں عباسؑ
دامن دُرِ مقصود سے بھر دیتے ہیں عباسؑ

عباسؑ باب الحوائج ہیں حضرت مسلمؑ ہیں یا ساتواں امام ہے باب الحوائج، اور عباسؑ ہیں باب الحوائج اُس کے در پہ ہیں انیسؔ عباسؑ کو کتنی محبت ہے حسینؑ سے بعدِ شہادت بھی میر انیسؔ فرماتے ہیں۔

کیا انس ہے کیا عشق ہے کیا پیار ہے کیا چاہ　　مر کر بھی ہیں پروانۂ شمعِ لحد شاہؑ
جب قافلہ نزدیک پہنچتا ہے تو ناگاہ　　عباسؑ کو ہوتا ہے یہ حکمِ شہ ذی جاہ
آج آتے ہیں غم خوار شہنشاہِ امم کے
لاؤ میرے زوّاروں کو سائے میں علم کے

یہ انیسؔ کا شہکار ہے جب حکم ہوتا ہے لاؤ میرے زوّاروں کو لاؤ سائے میں علم کے، یہ مرتبہ ہے زائر کا، عباسؑ پیشوائی کو بڑھتے ہیں، کبھی تاریخ میں زوّاروں کا جہاز ڈوبا نہیں، کتنے جہاز ڈوبے لیکن جو کربلا جہاز جاتے ہیں نہ کبھی گرے نہ کبھی ڈوبے، عباسؑ کے علم کے سائے میں زائر جاتے ہیں، یہ معجزہ کیا کم ہے۔

اب دیکھئے حکم ملنے کے بعد کیا ہوتا ہے۔

تربت سے نکل آتا ہے یوں عاشقِ شبیرؑ　　کاندھے پہ محمدؐ کا علم ہاتھ میں شمشیر
حیرت سے [illegible] دیکھتے ہیں چاند کی تصویر　　ہوتے ہیں جلو میں شہدا صاحبِ توقیر
واں رحمتِ خالق کی طرح آتے ہیں عباسؑ
کس دھوم سے زوّاروں کو لے جاتے ہیں عباسؑ

آپ جب روضے پر پہنچ جائیں تو دونوں روضوں کے درمیان جو آپ دیکھیں گے یعنی کبھی حسینؑ کے روضے کی جانب کبھی عباسؑ کے روضے کی جانب تو آپ کی جو کیفیت ہوگی اس کو میر انیسؔ نے کس طرح نظم کیا ہے، بغیر دیکھے۔

روضے ہیں کہ دو عرش زمیں پر ہیں نمودار　　اُردو ہے اِدھر شہؑ کا اُدھر آپ کا بازار
دربار یہ حضرت کا وہ عباسؑ کی سرکار　　دونوں درِ رحمت ہیں جدھر رُخ کرے زوّار
دل کھل گئے پہنچے جو رواقِ شہ دیں میں
فردوس سے نکلے تو چلے خلدِ بریں میں

اِدھر سے اُدھر جا رہے ہیں، کبھی حسینؑ کے روضے میں، کبھی عباسؑ کے روضے میں ''فردوس سے نکلے تو چلے خلدِ بریں میں'' اور اب موازنہ۔

یاں زحمت غربت ہے وہاں دبدبہ وجاہ　　روضے پہ ہے یہ رعب کہ العظمۃ للہ

...ں کا یہ نقشہ ہے کہ بن جاتے ہیں روباہ　　سر رکھتے ہیں چوکھٹ پہ فقیروں کی طرح شاہ

بے اذن بشر کیا کہ مَلک جا نہیں سکتا

جھوٹی کوئی روضے پہ قسم کھا نہیں سکتا

آپ کو پتہ ہے بادشاہوں نے پہلا کام کیا کیا؟ روضوں پر پہلے اپنے تاج اُتارے، کسی نے عباسؑ کے قدموں میں تاج ڈال دیا کسی نے حسینؑ کے قدموں میں تاج ڈال دیا کمر کی تلواریں اور شہزادیوں نے اپنے زیور لٹا دیئے، یہ صدیوں کی کہانی ہے جب ہم سنائیں گے کہ نادر شاہ پہنچا تو کیا ہوا۔

اسمٰعیل صفوی جیسا بادشاہ جب پہنچا تو کیا ہوا، قاچاری بادشاہ جب پہنچے تو کیا ہوا، تیمور لنگ پہنچا تو کیا ہوا۔ اور اودھ کے بادشاہ پہنچے تو کیا ہوا، قیمتی تاج اُتار کر ضریح میں ڈال دیئے، مصرع دیکھا آپ نے ''سر رکھتے ہیں چوکھٹ پہ فقیروں کی طرح شاہ'' بے اذن کوئی روضے میں داخل نہیں ہوسکتا، اور اذن بھی پہلے عباسؑ سے لے لو تو جاؤ، بادشاہ کے دربار میں کوئی وزیر کی مرضی کے بغیر کیسے داخل ہوسکتا ہے۔

رشک دہِ فردوس ہے وہ روضۂ پُر نور　　پہنچے نہ کبھی جس کی بلندی کو سرِ طور

دروازۂ رحمت وہ ملائک میں ہے مشہور　　زنجیر ہے یا سلسلۂ زلفِ سرِ حور

رضواں کی طرح خادم درگاہ کھڑے ہیں

کیلیں نہیں اس در پہ ستارے سے جڑے ہیں

سونے کے دروازے ہیں اور اُس پہ نگینے جڑے ہوئے ہیں، انیس تم نے

کیسے دیکھا؟ ''دیکلیں نہیں اُس در پہ ستارے سے جڑے ہیں''

ساتوں فلک اس در کی بلندی سے ہیں ششدر زیبا ہے اُسے کہیے اگر عرشِ منوّر
کرتے ہیں طواف اُس کا ملائک فخر سمجھ کر حقا کہ درِ خانۂ ایماں ہے وہی گھر
کس در کے لئے خلق میں یہ عزّ و شرف ہے
دنیا میں جواب اِس کا اگر ہے تو نجف ہے

شبیرؑ کے زوّاروں کی الفت کا جو ہے جوش دروازہ بھی ہے شوق میں کھولے ہوئے آغوش
ہے ذاتِ علمدار عطا پاش و خطا پوش روتے ہیں جو زائر تو ملک کہتے ہیں خاموش
یہ کون سی جا گہ ہے رہے دھیان اَدب کا
آرام میں ہے لعل شہنشاہِ عرب کا

دریا کی طرح صحنِ مقدس ہے کشادہ روشن ہے زمیں وادیٔ ایمن سے زیادہ
دیندار کریں کیوں نہ زیارت کا اِرادہ مل جاتا ہے واں سے درِ فردوس کا جادہ
ہاتھ آیا شرف جب قدم اس فرش پہ پہنچا
کرسی پہ رکھا پاؤں تو سر عرش پہ پہنچا

اب دیکھئے انیسؔ کے دور میں گنبدِ روضۂ حضرت عباسؑ فیروزی رنگ کا تھا، جب بھی سونا چڑھایا جاتا گر جاتا تھا، حضرت عباسؑ نے خدام کو بتایا آ کر خواب میں کہ خادم اور آقا میں فرق رہنا چاہئے، تاریخ نے لکھا کہ عباسؑ نے اب اذن دیا ہے، صدیوں بعد اب عباسؑ کے روضے پر سونا چڑھایا گیا ہے، ضریح حضرت عباسؑ اب سونے اور چاندی کی بن گئی ہے، ۱۸۷۴ء تک انیسؔ کے دور میں عباسؑ کی ضریح لوہے کی تھی، پھر تانبے کی، پھر چاندی، اور اب سونے کی ہے، جنابِ عباسؑ کی ضریح اب دیکھنے والی ہے، بہت خوبصورت جس کی تعریف الفاظ میں

نہیں کی جا سکتی، تو میر انیسؔ اُس دور کے گنبد کی تعریف کر رہے ہیں۔

اس گنبدِ آبی کی زہے آب زہے تاب ہوتے ہیں دلِ پژمردہ جسے دیکھ کے شاداب
کیا سطوتِ شاہانہ ہے کیا رعب ہے کیا داب جھک جھک کے ملک کرتے ہیں سجدہ بصد آداب

یہ قصر فلک قالبِ افتادہ ہے اُس کا
کہتے ہیں جسے کاہ کشاں جادہ ہے اس کا

ضو دیتا ہے کیا قبۂ ایوانِ علمدار ہے مہبطِ انوار خدا ہر درو دیوار
شمسہ پہ نظر کرتا ہے جب گنبدِ دوّار گر پڑتی ہے بالائے زمیں مہر کی دستار

ہو جاتا ہے دھوکا فلکِ نیلوفری پر
فیروزے کا ہے ایک نگیں تاجِ زری پر

کیا معجزات ہیں میر انیسؔ کے اب دیکھئے درودیوار کی کیا تعریف کرتے ہیں،

کیا مینا کاری ہوئی ہے کیا نقاشی ہے سبحان اللہ۔

رتبہ میں ہے وہ سقف کہیں چرخ سے عالی پایا نہ لطافت سے کسی طاق کو خالی
بے حُسن نہ دیکھا کوئی روزن کوئی جالی معمار نے بھی اس کی بنا نور کی ڈالی

منھ ملتا ہے خورشید ہر اک خشت پہ آ کر
گچ واں کی بنائی ہے ستاروں کو ملا کر

معمار نے مسالے میں ستارے گوندھے ہیں تو چھت بنائی ہے، میر انیسؔ کے دور میں ضریح حضرت عباسؑ تو لوہے کی تھی وہاں پر ایک تلوار اور سپر بھی قبر پر رکھی رہتی تھی، زرہ بھی تھی۔

زرہ اور ضریح دونوں کی شکل ملتی جلتی تھی، دونوں کے خانے، دونوں کی کڑیاں ہمشکل، اب یہاں پر غزل بھی ہے اور یہ میر انیسؔ ہی کا کمال ہے وہ بھی عباسؑ

کے ذکر میں، یہ معجزہ ہے مولا کا اُردو ادب کے لئے۔

فولادی ضریح ایک جو مرقد پہ دھری ہے ہے نور کا گھر بوئے بہشت اس میں بھری ہے
حلقوں میں ستاروں کی طرح جلوہ گری ہے جو اس کا شکیتہ ہے وہ اِک چشم پری ہے
ہے زانوئے حور اُس کے رخِ پاک کے نیچے
سوتا ہے زرہ پوش جواں خاک کے نیچے

محروم پھری، واں سے نہ جا کر کوئی مخلوق پاتے ہیں شفا کور وشل وابرص ومدقوق
اِس طرح بہم ہے وہ ضریح اور وہ صندوق آغوش میں عاشق کے ہو جس طرح سے معشوق
رحمت کا سفینہ اُسے کہیئے تو بجا ہے
تابوتِ سکینہ اُسے کہیئے تو بجا ہے

روضے کی جالی سے مریض بندھے ہوئے ہیں، تھوڑی دیر میں نعرے ہوئے، معلوم کیا کیا ہوا،؟ پتہ چلا مریض ٹھیک ہو کر جا رہا ہے، میں نے دیکھا فالج کے ایسے مریض کو اٹھا کر لائے تھے لاش کی طرح، بچے جیسے مردہ، مدقوق سوکھے کا مرض، فالج، پولیو کا اثر، دیکھا بندھے ہوئے ہیں تھوڑی دیر میں نعرے ہوئے پتہ چلا مریض ٹھیک ہو کر اپنے پیروں پر چل کر جا رہا ہے، دن بھر یہی ہوتا ہے مریض آ رہے ہیں عباسؑ کی ضریح سے مس ہوئے شفا پائی اور خوشی خوشی چلے گئے، یہ زندہ معجزے ہیں، اللہ سب کو دکھائے آمین، تابوتِ سکینہؑ بیت میں میر انیس نے قرآن سے لیا ہے، دو معنی ہیں۔

کرتے ہیں طواف اُس کا سدا فخر سے افلاک تابوت نہیں عرش بریں ہے بسرِ خاک
پلکوں سے ملک جھاڑتے ہیں واں خس وخاشاک روضہ ہے اگر رحل تو قرآں لحدِ پاک
کیا قدرِ ارم جب یہ مکیں اس میں نہیں ہے
خاتم تو ہے نادر پہ نگیں اس میں نہیں ہے

قندیلوں میں ہے روضۂ اقدس کے عجب نور پروانہ ہے شمعوں پہ تجلی ہے سرِ طور
رنگِ رخِ مہتاب فلک ہوتا ہے کافور ہو جاتا ہے خورشیدِ فلک شام سے مستور
بخشے ہیں خدا نے دلِ بیدار وروں کو
حوریں ہیں کہ غرفوں سے نکالے ہیں سروں کو
قندیلوں میں خاکے ہیں کہ پھولا ہوا گلشن خاکے ہیں کہ بر میں مہ کنعاں کے ہے جوشن
نور اس میں ہے یوں سینے میں جیسے دلِ روشن جلوے سے ہے ظاہر کہ تجلی کا ہے مسکن
ہر وقت نیا حُسن نئی جلوہ گری ہے
کھنچنے میں ہے طاؤس اُبھرنے میں پری ہے

عباسؑ علمدار کی درگاہ کے صدقے، درگاہ کو دیکھتے دیکھتے ایک بار یہ تصور آیا کہ یہ شیر آرہا تھا پانی کے لیے قلب لشکر سے چلے، عباسؑ چلے، کہاں سے چلے؟ جہاں یہ روضہ ہے، وہ گاؤں ہے جسے غاضریہ کہتے ہیں، روضۂ عباسؑ کے باب فرات پر کھڑے ہو جائیں آپ، تو اُسی طرف پورا گاؤں تھا، غاضریہ کا نخلستان تھا چاروں طرف کھجور کے درخت تھے۔

عباسؑ نے چار لڑائیاں لڑی ہیں صبح سے شہادت تک، قاسمؑ کی شہادت کے بعد حملہ کیا حکمِ حسینؑ سے، بریر ہمدانی کو بچانے گئے دوسرا حملہ کیا، ایک حملہ اُس وقت کیا ہے کہ حسنؑ کا وہ گھوڑا جس کا نام طاویہ تھا جو حسنؑ سے مدائن میں چھین لیا گیا تھا، عباسؑ کو دیکھتے ہی اُس نے ایک بار صیحہ کیا، عباسؑ نے آواز پہچانی مڑ کر دیکھا تو مرحوم بھائی کی نشانی نظر آئی، مارد جو اُس پر سوار تھا، اُس سے جنگ کی اُس کو قتل کیا اور گھوڑے کو چھین کر حسینؑ کے پاس لائے کہا، دس برس پہلے یہ مدائن کی جنگ میں چھن گیا تھا، آج میں نے فتح پا کر حاصل کیا ہے، اِس کے بعد پھر حملہ کیا

عباسؑ کے چوتھے حملے تک سب حملے دفاعی تھے، صفین بھی پڑھی جائے گی آپ عباسؑ کی جنگ دیکھ کر بہت خوش ہوں گے، لیکن یہ راستہ، نقشہ دیکھیں نہر علقمہ، یہ نشیب ہے یہاں پر نہر ہے، عباسؑ جدھر سے جا رہے ہیں، یہ بلندی ہے اور اُس وقت اُس مقام پر ایک ٹیلہ تھا یا غاضریہ کی پہاڑی جس پر چڑھ کر اترے ہیں عباسؑ نہر فرات میں جانے کے لئے اور جب نشیب میں پہنچے تو نقشے میں لکھا ہوا ہے کہ چاروں طرف کتنا لشکر تھا، بالکل سامنے دیکھئے جہاں پر دو درخت بنے ہوئے ہیں، اُدھر سے عباسؑ جا رہے ہیں فرات کی طرف، سامنے دیکھئے لشکر کی تعداد کیا لکھی ہے، ایک لاکھ کا لشکر ہے جس کی کمان عمر سعد کر رہا ہے۔ حجاج کا لشکر الگ ہے دس ہزار ۱۰۰۰۰ کا جو پہرہ دے رہا ہے پانی پر، تیس لاکھ ۳۰،۰۰۰ کا لشکر ہے کتابوں کے حوالہ سے پڑھ رہا ہوں، جو کہتے ہیں تیس ہزار ۳۰،۰۰۰ سے تین لاکھ ۳۰،۰۰۰۰ بنا دیا لشکر کی تعداد میں بے جا اضافہ کر دیا اب اس کی سند پر بعد میں بات ہوگی، اور لشکروں کی تعداد پر بھی بحث ہوگی۔ کون کتنا بڑا دستہ لایا تھا اس پر بھی بحث ہوگی، ذرا سوچئے ایک لاکھ تیر جب چلے ایک ساتھ تو مقتل نگاروں نے ایک جملہ لکھا ہے، کہا جب ایک لاکھ تیر چلے تو اس مقام پر اندھیرا ہو گیا، جب کہ آفتاب اپنی پوری شدت کے ساتھ کربلا میں نکلا ہوا تھا۔

ایک لاکھ تیر جب عباسؑ کی جانب چلیں گے تو وہ لوہے کی ایک چادر ہے جو عباسؑ کی طرف بڑھ رہی ہے، عباسؑ کو غازی کیوں کہتے ہیں؟ خیبر کا ایک در اکھاڑا تھا علیؑ نے اور عباسؑ کی جانب ایسے ایسے کئے ہزار در چلے آرہے تھے، فاتح خیبر کا بیٹا اُن سے تنہا مقابلہ کر رہا تھا۔ علیؑ نے رات کو جو کی روٹی بھی کھائی تھی اور لڑائی سے پہلے پانی بھی پیا تھا، یہاں تو عباسؑ نے تین دن سے نہ کچھ کھایا ہے نہ

کچھ پیا ہے تب اتنے درا کھاڑے ہیں، اور انیسؔ ہی نے یہ بات نظم کی ہے کسی مقتل نگار نے نہیں لکھا مولا نے انیسؔ کو کربلا میں روحانی سفر پر بلایا اس لئے تھا کہ آؤ ہم تم کو رازِ کربلا بتا دیں، مقتل میں بہت ڈھونڈا کہ شائد کسی عربی مقتل میں یا فارسی مقتل میں یہ جملہ مل جائے جو انیسؔ نے بیان کیا ہے، کہ عباسؑ اور حسینؑ جب جنگ لڑ رہے تھے تو علیؑ داد دے رہے تھے، جب حسینؑ نے کہا بابا آپ کیوں زحمت کرتے ہیں، کہا داد اس لئے دے رہا ہوں حسینؑ کہ میں نے بدر سے حنین تک اتنی لڑائیاں لڑیں لیکن کبھی پیاسا نہیں لڑا میرے لعل میں داد اس لئے دے رہا ہوں تمہاری جنگ کی کہ تم پیاسے لڑ رہے ہو، اب ذرا سوچئے کہ عباسؑ کو علیؑ کی داد مل رہی ہو، حسین کی داد مل رہی ہو۔ یہی وجہ تھی کہ حسینؑ عباس کے لاشہ پر پہنچے ہیں تو یہ بات بھی انیسؔ اور مونسؔ ہی نے نظم کی ہے، مقتل میں مجھے یہ جملہ نہیں ملا اس کا واقعہ بھی میں آپ کو سناتا ہوں کہ جب مونسؔ نے یہ پڑھا سلام میں کہ حسینؑ عباسؑ کے لاشے پر لڑتے ہوئے پہنچے اور بھگا کر لشکر کو عباسؑ کے سرہانے آئے تو کہا عباسؑ تم نے بھائی کی لڑائی نہیں دیکھی، بھائی کی لڑائی نہیں دیکھی مطلب کیا؟ کہ تم تو لڑ لئے بھائی سے داد لے لی، آپ کو پتہ ہے پہلا حملہ جب حسینؑ نے کیا ہے تو کیا کہا تھا؟ ارے جس کے بتیس برس کے بھائی کو مارا اُس کی جنگ دیکھو، اور جس کے اٹھارہ برس کے کڑیل جوان کو مار دیا اُس کی جنگ دیکھو اور یہ کہہ کر جو حملہ کیا تو کہا۔

تم نے نہ دیکھی جنگِ پدر اے پدر کی جاں

کبھی علی اکبرؑ سے کہتے کبھی عباسؑ سے تو سلام میں جب یہ شعر پڑھا تو مفتی میر محمد عباس صاحب ایک اور عالم دونوں بیٹھے ہوئے سن رہے تھے دوسرے عالم

کا نام میں نے نہیں لیا تاریخ میں اُن کا نام درج ہے، انہوں نے مفتی صاحب سے کان میں جھک کر کہا، یہ روایت مقتل میں تو نہیں ہے، لیکن مونس نے دیکھئے اس کو نظم کردیا، رات کو خواب میں آ کر حسینؑ نے کہا، تم کون تھے مونس پر اعتراض کرنے والے، تم کیا جانو ہم نے اپنے بھائی سے کیا بات کی تھی سرہانے، توبہ کی عالم نے، پتہ چلا مرثیہ کہنے والے شاعر پر الہام ہوتا ہے، یہ جو چاروں طرف سے لاکھوں کا لشکر گھیرے ہوئے ہے، جب عباسؑ چلے تو اس میدان کا نقشہ کیا ہوگا، اب ذرا میدان کا نقشہ دیکھئے خدا کی قسم ہمیں پتہ نہ چلتا کہ اُس وقت کا نقشہ کیا تھا، اگر ہم دبیرؔ سے نہ پوچھتے۔

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے　　رن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہے
رستم کا بدن زیرِ کفن کانپ رہا ہے　　ہر قصرِ سلاطینِ زمن کانپ رہا ہے
شمشیر بکف دیکھ کے حیدرؑ کے پسر کو
جبرئیل لرزتے ہیں سمیٹے ہوئے پر کو

جب عونؑ و محمدؑ آئے مقتل نگار کہتا ہے، کربلا کی زمین ہلنے لگی، عمر سعد خیمہ میں بیٹھا تھا گھبرا کے باہر آ گیا، اور ایک ایک سے پوچھتا تھا کیا عباسؑ آ گئے؟ خیمے میں بیٹھا تھا کیسے پتہ چلا کہ عباسؑ آ گئے، لوگوں نے کہا عباسؑ نہیں آئے حسینؑ کے بھانجے لڑ رہے ہیں تو یہ حال ہے بچّوں کی جنگ کا اور جب عباسؑ آئیں گے تو رن کتنا ہلے گا، پتہ چلا زمین ہلتی تھی جب یہ مجاہد حملے کرتے تھے، تو دبیرؔ حقیقت کہہ رہے ہیں مبالغہ نہیں ہے ان کے کلام میں، اب بھی یقین نہیں تو آپ کو مقتل کی ایک اور روایت سنا دوں۔

کیا کیا بتاؤں آپ کو میں جُزیاتِ کربلا، آسان نہیں ہے کربلا کو پڑھنا اور مقتل

کو پڑھنا، رن ہلتا تھا جب بنی ہاشم کے جوان حملہ آور ہوتے تھے۔ ''رن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہے''

بھلا کسی کے آنے پر آسمان بھی لرزنے لگتا ہے، کسی کے آنے پر عرش بھی کانپتا ہے آپ کہیں گے مبالغہ ہے، خیبر میں یہودیوں نے ایک نجومی کو بلا کر خیبر کے قلعے کے برج پر بٹھا دیا، کہا تمہارا کام یہ ہے کہ تم علمِ نجوم سے یہ بتاؤ ستاروں کی چال دیکھ کر کہ یہودیوں پر کوئی فتح تو نہیں پا سکتا، اُس نے ستاروں کی چال دیکھی اور ایک ایک لمحے کی خبر ستاروں کی چال کے ذریعے دینے لگا، اُس نے کہا سنو، دو سیارے ہیں، عرش پر ایک کا نام ہے طائرِ نسر، اور ایک کا نام ہے بربط۔

طائرِ نسر ایک دن میں اپنا ایک چکر محور کے گرد مکمل کرتا ہے، اور بربط طائرِ نسر کے گرد چکر لگا رہا ہے، اور سب سے سست رفتار سیارہ ہے۔ اس کا ایک چکر طائرِ نسر کے گرد ڈھائی ہزار برس میں پورا ہوتا ہے، اور تمہاری حکومت کا ستارہ بربط ہے، ڈھائی ہزار برس تک تم روئے زمین پر حکومت کرو گے، کیوں اطمینان تھا ان کو؟ اطمینان اس لئے تھا کہ جنابِ یعقوبؑ نے وفات کے وقت اپنے بیٹوں سے کہا تھا سب سے بڑے بیٹے کا نام یہودا تھا، انہیں سے یہودی منسوب ہوئے، یعقوب نے کہا یہودا یاد رکھ روئے زمین پر تیری حکومت رہے گی، لیکن یاد رکھنا بیٹا اپنی اولاد کو بھی وصیت کرتے رہنا، جس دن شیلوہ آجائے سمجھ لینا تمہاری حکومت ختم ہوگئی، بنی اسرائیل کی حکومت ختم ہوجائے گی، انجیل میں، توریت میں، زبور میں شیلوہ لکھا ہے پتہ چلا عبرانی میں ''شیلوہ'' شیر کو کہتے ہیں، یعقوبؑ نے بتا دیا تھا کہ بیٹا جب شیر آجائے گا تو پھر یہودیوں کی حکومت ختم ہوجائے گی، اس لئے وہ سنتے آرہے تھے مرنے والے دوسرے کو وصیت کرتے جاتے تھے اس وجہ سے وہ

گھبرائے ہوئے تھے، نجومی کو بٹھایا برج پر باقی سب قلعہ میں بند ہو گئے، برسوں کی رسد، کھانے پینے کا سامان سب جمع کر لیا، نجومی نے پکار کر کہا گھبرانا نہیں میں ستارہ دیکھ رہا ہوں وہ اپنی رفتار سے چل رہا ہے، اور وہ جو آیا ہے ابھی چند لمحوں میں بھاگ جائے گا اور ایسا ہی ہوا وہ آنے والا واپس بھاگ گیا، یہودی تالیاں بجانے لگے، پھر آیا پھر گیا، پھر آیا پھر گیا، تفصیل میں نہیں جاتا یہ سب آپ کو معلوم ہے کون آیا کون گیا، ایک بار وہ آیا جس کو نبیؐ نے بھیجا تھا، تو اس نے پہلا کام یہ کیا اُس کا جو علم تھا وہ اُس دن رسولؐ نے نیزے میں باندھا، اور اُسی نیزے کو جس میں علم باندھا تھا، اُس نے قلعے کی سامنے والی پہاڑی پر خندق پار کر کے جاتے ہی علم کو گاڑ دیا، نجومی نے غور سے دیکھا، میں کیا بتاؤں آپ کو دبیرؔ کے ایک مصرع کی تشریح ہو رہی ہے، اور کہیں کُل ڈھائی لاکھ اشعار کی تشرع کی جائے تو کیا ہوگا، صدیاں چاہئیں بولنے اور لکھنے والوں کو، ایک مصرع کی تشریح کر رہا ہوں تا کہ سب نہیں تو تھوڑا بہت تو سمجھ میں آجائے، علم کو جب پتھر پر گاڑا تو نجومی نے ایک بار چہرے کو غور سے دیکھا، جیسے ہی چہرے کو دیکھا، سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا، جیسے ہی آسمان کو دیکھا، فوراً اتنی بلندی سے قلعے میں چھلانگ لگا دی، سارے یہودی گھبرا گئے، کہنے لگے کیا ہوا۔ بولا کچھ نہ پوچھو کیا ہوا، تمہاری حکومت ختم ہوئی، یہودی کہنے لگے چالیسؔ دن سے تو، تو یہ کہہ رہا ہے تمہاری حکومت ڈھائی ہزار برس تک رہے گی، اب یہ کہتا ہے، بولا کیا بتاؤں اب جو آیا ہے اس نے آتے ہی جیسے ہی پتھر پر علم کو گاڑا وہ ستارہ جو اپنی چال ڈھائی ہزار برس میں مکمل کرتا ہے۔ علم کے پتھر میں گڑتے ہی ایک سیکنڈ میں چکر پورا کر گیا، چکر پورا ہو گیا اب تمہارا چکر ختم، اب پتہ چلا کہ یہ علم پتھر پر گاڑتے ہیں تو آسمان لرز جاتا ہے۔

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے

رن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہے

اب دیکھا آپ نے چرخِ کہن کیا ہے، مجلس میں اس وقت شعرأ بھی بیٹھے ہیں کیا بتائیں پرانا آسمان جو علیؑ کے خوف سے کانپ رہا تھا اب بھی کانپ رہا ہے۔

رستم کا بدن زیرِ کفن کانپ رہا ہے

اگر اس مصرع کی تشریح کرونگا تو بہت دیر ہو جائے گی، یہ مصرعہ بھی عجیب ہے اور اس کی تشریح بھی عجیب۔ زمین بھی لرز رہی تھی، زمین زلزلے میں تھی۔

"اِذازُلزِ لتِ الارضُ زِلزالھا" (سورۂ زلزال آیت ۱)

زمین زلزلے میں آئی اور یومئذٍ تحدّثُ اخبارھاَ

اور اس نے علیؑ کو اپنی خبریں بیان کرنا شروع کر دیں۔

زمین لرزی تو قبر کے مردے بھی لرزنے لگے۔ پھر چوتھا مصرع بادشاہوں کے محل بھی کانپنے لگے:-

ہر قصرِ سلاطینِ زمیں کانپ رہا ہے

اس مصرع کی تشریح کروں اور آگے بڑھ جاؤں، رسولؐ جس وقت پیدا ہوئے تو قصر دو ہی تھے، کسریٰ کا تھا یا روم کا تھا، تاریخ سے پوچھا کیا ہوا، قیصر و کسریٰ کے قلعوں کے مینار زمین بوس ہو گئے، گر گئے سب کے سب بت منہ کے بل گرے سجدے میں "ہر قصرِ سلاطین زمیں کانپ رہا ہے" سمجھ میں آیا، دبیرؔ کا مصرع اور اب بیت دیکھئے گا اُسی خیبر سے دبیرؔ نے بیت اٹھائی ہے، چھٹا مصرع لیا، ہائے کیا مصرع ہے، دبیرؔ کو داد ضرور دیجئے گا، کمال دیکھئے فاتحہ ضرور پڑھ لیجئے گا میر انیسؔ و مرزا دبیرؔ کے لئے مجلس کے بعد!

''شمشیر بکف دیکھ کے حیدرؑ کے پسر کو''، عباسؑ آرہے ہیں فرات کی طرف، یہ میدانِ کربلا یہ نہرِ علقمہ نظر میں رہے، ''جبرئیل لرزتے ہیں سمیٹے ہوئے پر کو''

اور اب دیکھئے کہ میر انیسؔ نے اِسی چیز کو کس طرح کہا، عباسؑ چلے اب میر انیسؔ بیان کرتے ہیں۔

کہتے ہیں ملک عرش کے پائے کو سنبھالے گیتی کو خدا آج تباہی سے بچالے
کیا غزوۂ خندق میں بہے خون کے نالے ہیں قلعۂ خیبر کے یہی توڑنے والے
نقشہ نظر آجائے گا پھر جنگِ اُحد کا
پوتا ہے لڑائی پہ چڑھا بنتِ اسدؑ کا
کہتے ہیں ملک عرش پائے کو سنبھالے گیتی کو خدا آج تباہی سے بچالے

یہ آسمان یہ زمین، دیکھئے دبیرؔ نے یہ منزل چار مصرعوں میں طے کی اور انیسؔ نے یہی منزل دو مصرعوں میں طے کرلی، اس لئے کہ میر انیسؔ کچھ اور کہنا چاہ رہے ہیں، کیا کیا کمالات ان کے بیان کروں، یہ عشرے کا موضوع ہے رات گزر جائے گی، مصرع کی تشریح پھر بھی تشنہ رہ جائے گی، اور حقیقت یہی ہے کہ کربلا انیسؔ و دبیرؔ کے بغیر سمجھ میں نہیں آسکتی، ساری زندگی انیسؔ و دبیرؔ کو پڑھا مگر جب کربلا پہنچے تو پتہ چلا کیا ہیں انیسؔ اور کیا ہیں دبیرؔ، دیکھئے یہاں دبیرؔ نے خیبر سے چھٹا مصرع دیا تھا، پتہ ہے کیوں دیا، اس نے کہا میری ماں نے میرا نام مرحب رکھا علیؑ بولے میری ماں نے میرا نام حیدرؑ رکھا، مرحب کی ماں کہا کرتی تھی تیری موت حیدرؑ نامی شخص کے ہاتھوں واقع ہوگی، تو علیؑ کو بتانا یہ تھا کہ ماں میری وہ ہے کہ جس کو معلوم تھا کہ میں تجھ جیسے کتنے مرحبوں کو قتل کرونگا، اس لئے کہ میری ماں وہ ہے کہ جس پہ مادرِ موسیٰؑ، مادرِ عیسیٰؑ، ہاجرہؑ، آسیہؑ و مریمؑ کی طرح وحی ہوتی تھی،

جسارت نہیں کر رہا ہوں دلیل دے رہا ہوں اور پھر دے رہا ہوں۔

وہ عورت جو خانہ کعبہ کے پاس جائے دعا کرنے کے لئے کہ پروردگار میری مشکل کو حل کر دے اور دیوار اچانک پھٹ جائے، یا تو وہ خوف سے بے ہوش ہو جائے گی یا گھبرا کر وہاں سے ہٹ جائے گی، بی بی سے پوچھو کہ تم کیسے سمجھ گئیں کہ اس در کے اندر جانا چاہیئے تم ڈر کیوں نہ گئیں؟ جواب میں بی بی یہی کہے گی دبیرؔ سے پوچھو۔

حیراں ہیں فاطمہؑ کہ حرم میں کدھر سے جائیں
دیوار کہہ رہی ہے کہ بی بی اِدھر سے آئیں

بی بی سے کوئی کہہ رہا تھا اِدھر سے آئیں، اس کو وحی کہتے ہیں، یہی مریم پر وحی تھی، یہی مادرِ موسیٰ پر وحی تھی، یہی ہاجرہ پر وحی تھی، یہی وحی مادرِ علیؑ پر ہوئی، جب ہی اُن کو معلوم تھا کہ میں بیٹے کا نام حیدر کیوں رکھ رہی ہوں، فاطمہ بنتِ اسد کا نام علیؑ نے خیبر میں سنہری حروف سے لکھوا دیا، اور جب ماں ایسی ہے تو سوچو میرا باپ کیسا ہوگا؟

میر انیسؔ کو یہ معلوم ہے کہ یہ سب کے سب اپنے ماں، باپ کے فضائل سن کر بہت خوش ہوتے ہیں، میر انیسؔ کو پتہ ہے کہ میں عباسؑ کی آمد لکھ رہا ہوں، دبیرؔ نے علیؑ کا حوالہ دیا ہے، میر انیسؔ نے بھی ایسا حوالہ یہاں پر دیا کہ اُس ماں کا نام زندہ ہو جائے جس نے علیؑ کا نام حیدر رکھا، دیکھئے بڑی مشکل منزل ہے، قافیہ دیکھئے گا اور انیسؔ کا کمال۔

کہتے ہیں ملک عرش کے پائے کو سنبھالے　　　گیتی کو خدا آج تباہی سے بچالے
کیا غزوۂ خندق میں بہے خون کے نالے　　　ہیں قلعۂ خیبر کے یہی توڑنے والے

نقشہ نظر آجائے گا پھر جنگِ احد کا
پوتا ہے لڑائی پہ چڑھا بنتِ اسد کا

کہاں یاد کیا انیسؔ نے فاطمہ بنتِ اسد کو عباسؑ کی آمد اور عباسؑ کی دادی کو یاد کرنا کتنی خوش ہوئی ہوں گی فاطمہ بنتِ اسد میر انیسؔ سے، اسد کے معنی ہیں شیر ''پوتا ہے لڑائی پہ چڑھا بنتِ اسد کا'' شیر کی بیٹی کا پوتا، میدان میں آرہا ہے اور اب جو آیا، میر انیسؔ کہتے ہیں:-

پہنچے جو دشتِ کیں میں اڑاتے ہوئے فرس — گھوڑے کو ہاتھ اُٹھا کے یہ آواز دی کہ بس
دیکھیں صفیں جمی جو چپ و راس و پیش و پس — نعرہ کیا کہ نہر پہ جانے کی ہے ہوس
روکے گا جو وہ موت کے پنجے میں آئے گا
ہٹ جاؤ سب کہ شیر ترائی میں جائے گا

کیا ہوا؟ کائی کی طرح لاکھوں کا لشکر چھٹ گیا، سب بھاگتے نظر آئے شیر ترائی میں نظر آیا، اطمینان سے مرتجز کو نہر میں اتارا اور بس اتنی سی بات کی تو بھی تو کئی روز سے پیاسا ہے پانی پی لے، مرتجز نے پانی سے منہ اٹھالیا، مقتل یہاں خاموش ہے، میر انیسؔ نے اس کو نظم کیا، گھوڑے نے کہا میرے آقا کا گھوڑا پیاسا ہے، شہزادی میری پیاسی ہے، میں پانی کیسے پی لوں، عباسؑ نے مشک بھری، مقتل میں بحث ہے، پانی اٹھایا پھینک دیا، اس پر مقتل نگاروں نے بڑی بحث کی ہے شاعروں نے کہا شہزادی سکینہؑ کا عکس نظر آیا پانی میں شہزادی کے پیاسے ہونٹ نظر آئے، لیکن یہیں ایک عالم نے لکھا کہ پانی اٹھایا نہیں تھا، بلکہ پانی کو ہاتھ میں اُٹھا کر قبضہ دکھایا تھا، دیکھو یوں پانی پر قبضہ کرتے ہیں تم نے دوسری محرم کو ہم سے نہر چھین لی تھی ہم نے اِس وقت واپس لے لی اور اب ہمیشہ ہمارے پاس رہے

گی، اب سمجھے عباسؑ کو غازی کیوں کہتے ہیں، غزوہ جیتا ہے عباسؑ نے غاضریہ کا، ستائیس غزوات جیتنے والا علی غازی کے لقب سے نہیں یاد کیا جاتا، اس لئے نہ کہ کوئی غزوہ جیت کر قیامت تک اُس پر قابض نہیں ہیں، عباسؑ وہ غازی ہے جو وہ اپنے غزوہ پر قیامت تک قابض ہے غاضریہ سے لاش ہٹی نہیں ہے۔

غاضریہ سے لاش ہٹائی نہیں گئی، قیامت تک عباسؑ قبضہ کئے سو رہے ہیں، عباسؑ کے قدموں کے پاس سے نہر چلی گئی، خشک ہوگئی، لیکن اب تک وہ حصّہ فرات کا قدرت نے اُس ٹکڑے کو عباسؑ کے پاس پانی رکھا، پیروں کے نیچے نہر فرات کا پانی اب بھی موجود ہے، لیکن ایک قطرہ پانی کا قبر میں نہیں جا پاتا، آپ سے کیا عرض کروں ابھی تو ٹی وی پر پانی کا عکس دکھایا گیا تھا تہہ خانے سے جب آپ اندر جائیں تو اندر جا کر زیارت ہوتی ہے۔ عباسؑ جس راستے سے گئے تھے، وہ راستہ بدلا، غاضریہ کی سمت سے واپس ہوئی، اُس سمت کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ عباسؑ نے اس راستہ کو کیوں اپنایا، پانی تو لے چکے تھے، اب انہیں لڑنے سے کیا غرض، یہ ظالم جہنم میں جائیں اب ہم وہ راستہ اپنائیں گے جس راہ سے شہزادی سکینہؑ تک پانی جلدی پہنچا سکیں، قزوینی نے مقتل میں لکھا، کہ وہ سارا لشکر جو بھاگ گیا تھا جب عباسؑ مشک میں پانی بھر رہے تھے، عمر سعد نے سب کو آواز دی، بے شرموں ایک کے مقابل تم اتنے سارے ہو، جمع کرو اپنی قوت کو اور روک لو عباسؑ کو۔

عباسؑ بلندی سے چڑھ کر اُترے تھے ترائی میں اب لشکر بلندی پر ہے عباسؑ ترائی میں ہیں، اور عباسؑ کو ترائی سے نکل کر اُوپر چڑھنا ہے۔

غاضریہ کے نخلستان کے درختوں سے ہوتے ہوئے خیموں تک جانا ہے، اب

ذرا دیکھئے گا خیموں سے اُس جگہ کا کتنا فاصلہ ہے جہاں عباسؑ کا روضہ ہے، قزوینی کہتے ہیں اب جو عباسؑ چلے تو انہیں اس کی فکر نہیں کہ لاکھوں کا لشکر سمٹ کر ہمارے گرد گھیرا ڈال رہا ہے۔ قزوینی کہتے ہیں اب جو عباسؑ چلے تو کبھی دائیں دیکھتے کبھی بائیں دیکھتے، کبھی سامنے دیکھتے تھے اور کبھی رکابوں پر کھڑے ہو جاتے تھے، علامہ نے کہا یہ عباسؑ کیا لشکر کی کثرت کو دیکھ رہے تھے، اندازہ کر رہے تھے کہ کتنا لشکر مقابلے پر آ رہا ہے، کہا نہیں یہ دائیں، بائیں اور رکابوں پر کھڑے ہو کر بار بار یہ دیکھتے تھے کہ اب خیمہ کا فاصلہ کتنا رہ گیا ہے۔

ہر عالم یہی بات لکھتا ہے کہ بس فکر یہ تھی کہ کسی طور پانی پہنچ جائے سکینہؑ بی بی کے لئے، اب دشمنوں کی پرواہ نہیں۔

ایک بار یہ احساس ہوا عباسؑ کو یہ سارا لشکر بلندی پر ہے، اور دور کا حربہ تیر ہے، اب یہ ہم سے تلوار و نیزے سے نہیں لڑ سکتے اور وہی ہوا کمانیں کڑکیں، اور لاکھوں تیر چلے تو زمین پر سایہ ہو گیا، اب تلوار نکالی اندازہ تھا کہ یہ تیر جو آ رہے ہیں، ان کا نشانہ مشک ہے، قزوینی لکھتے ہیں، اور صاحب ریاض القدس میں، عباسؑ اس طرح بن گئے تھے جیسے ساہی کے کانٹے لاکھوں تیر، عباسؑ کو اس کی پرواہ نہیں ہے، بس یہ سینہ پر جو مشک ہے یہ بچ جائے اب جو تلوار نکالی تو وہ لوہے کی چادر جو تیروں کی شکل میں عباسؑ کی جانب آ رہی تھی، تلوار سے اُس چادر کو کاٹتے چلے جو تیر آیا ٹکڑے ہو گیا، عباسؑ نکلتے گئے، اور جب بلندی پر چڑھے تو اب نخلستان تھا چاہتے تھے اس نخلستان سے نکل کر جلد از جلد ہم خیام حسینؑ تک پہنچ جائیں غاضریہ کے نخلستان سے چونکہ کھجور کے درخت تھے وہاں پر اس لئے اب سپاہی درختوں کی آڑ میں چھپ گئے۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں اگر دشمن درختوں کی آڑ میں نہ چھپے ہوتے خدا کی قسم میرے جد عباسؑ کو کوئی مار نہیں سکتا تھا، اگر سامنے سے آتے تو عباسؑ پہ کوئی فاتح نہیں ہو سکتا تھا، جب آتے تھے کربلا زیارت کرنے کے لئے تو اس راستہ سے آتے تھے اُس جگہ قیام کرتے تھے، اس لئے وہ باب صادقؑ مشہور ہو گیا، اور جب ملازم پوچھتا تھا آپ ہر بار یہاں پر کیوں قیام کرتے ہیں تو آپ فرماتے، یہ وہ راستہ ہے جدھر سے میرے جد عباسؑ داخل ہوئے تھے، ایک دروازہ باب امام موسیٰ کاظمؑ، ایک دروازہ باب امام علی نقیؑ، ایک دروازہ بابِ امام محمد تقیؑ، یہ وہ دروازے ہیں کہ امام جس دروازے سے داخل ہوا وہ دروازہ انہیں امام سے منسوب ہو گیا، امام موسیٰ کاظمؑ کا جو دروازہ ہے اُس کے سامنے والی گلی میں جو مکان ہے وہ مکان ساتویں امام کا مکان ہے۔

ہر امام جب یہاں ٹھہرتا تھا تو روضہ سے قریب تر جگہ کا انتخاب ہوتا تھا، یہ ہے عباسؑ کی عظمت، کیوں ہے یہ عظمت؟

فرماتے ہیں اگر سامنے سے آتے تو لڑائی جاری رہتی اور حسینؑ کے لڑنے کی نوبت نہ آتی، یا فتح ہو جاتی یا لشکر کا خاتمہ ہو جاتا، عباسؑ پر کوئی فتح نہیں پا سکتا تھا، حکیم ابنِ طفیل سنسی ملعون نے وار کیا، اور پھر دوسرا وار کیا، مقتل نگار کہتے ہیں کوئی اور ہوتا تو ذرا دیر بھی جنگ نہ کر سکتا تھا، تلوار نہ رہی نیزہ نہ رہا اور اس کے بعد عباسؑ نے جو لڑائی لڑی ہے، پانچ سو پینتیس آدمی پھر قتل کیے، کیسے؟

رکابوں سے پیر نکالے اور جو سامنے آیا اُسے ٹھوکر سے روندتے چلے، اور مشک کو بچاتے چلے، فکر یہی کہ بس کسی طرح یہ پانی حسینؑ تک بچوں تک پہنچ جائے، صاحب ریاض القدس کے والد کہتے ہیں کہ جب ایک تیر آیا تو اب وہ

مقام جہاں روضۂ عباسؑ ہے، علاّمہ نے بحث کی ہے کہ یہاں کیوں گرے، یہاں منزل کیوں قرار دی، وہ کہتے ہیں کہ جب تیر لگ گیا مشک پر اب عباسؑ نے کہا خیمہ میں جا کر کیا کریں۔

اور وہاں رکے اِس لئے کہ آؤ اب جسے آنا ہو آئے اور پھر جو جنگ کی ہے عباسؑ نے تو، مقتل نگار کہتا ہے، جو چیز تلوار کا زیادہ نشانہ بنی ہے وہ تھی مشک، جس طرح روئی دھنی جاتی ہے اِس طرح مشک کے ٹکڑے کردیئے گئے تھے غور کیجئے گا مشک سے دشمنی دیکھا آپ نے پانی خیمہ میں نہ جانے پائے اس لئے لاکھوں ایک اکیلے پر حملہ آور تھے، وہ سمجھ رہے تھے ہم فتح پا گئے پانی نہ جا سکا، عباسؑ نے بھی سوچا، اگر پانی نہ جا سکا تو ہم بھی خیمہ میں نہیں جائیں گے، ظالم یہ سمجھے ہم نے مشک چھین لی لیکن قدرت نے ایسا انتظام کردیا کہ اب رہتی دنیا تک زیرِ آسمان علم بلند رہے گا اور مشک سکینہؑ اُس کے ہمراہ ہوگی، اور جب عباسؑ کا علم نکلے گا تو مشکِ سکینہؑ ساتھ ہوگی، اب سکینہؑ اور عباسؑ ہمیشہ قیامت تک ساتھ رہیں گے، ظالموں تم نے مشک کے ٹکڑے کردیئے۔ اور اب دیکھو مشک کربلا کا سمبل (Symbol) بن گئی، اور مقتل نگار کہتا ہے حسینؑ جب پہنچے عباسؑ کے قریب تو عجیب جملے لکھے ہیں چلتے چلتے گھوڑا رک گیا، اور جب حسینؑ کا گھوڑا رکا، تو بے اختیار کہا اسپِ وفادار میرا چاہنے والا بھائی کہاں ہے؟ وہ گھوڑے سے گر گیا ہے آواز دے رہا ہے، مجھے معلوم ہے تو تین دن کا بھوکا پیاسا ہے مگر مجھے میرے بھائی تک پہنچا دے، ایک بار اُس نے گردن سے نیچے کو اشارہ کیا اب جو حسینؑ نے دیکھا تو بھائی کا کٹا ہوا شانہ نظر آیا، گھوڑے کی آنکھ سے بہتے ہوئے آنسو دیکھے، گھوڑے سے اُتر پڑے بھائی کے شانے کو سینے سے لگایا اور شعر پڑھا ہائے ظالموں تم نے یہ

میرے بھائی کے ہاتھ نہیں کاٹے بلکہ تم نے حسین کے ہاتھ کاٹ ڈالے تم نے محمد مصطفیٰؐ کے ہاتھ کاٹ ڈالے، عجیب نوحہ کیا ہے حسینؑ نے عجیب جذبات ہیں حسینؑ کے اور جب قریب پہنچے عباسؑ کے تو دیکھا تیر پیوست ہیں عباسؑ کے جسم میں، مشک کے ٹکڑے کرنے کے لئے جو تلواریں ظالموں نے ماری ہیں تو میں آپ کو بتا نہیں سکتا کہ سینہ عباسؑ کا کیا حال تھا، جب دوڑ کر پہنچے تو اپنے آپ کو عباسؑ کے اوپر گرا دیا اور کہا عباسؑ اٹھو تم پکار رہے تھے بھائی تمہارا آ گیا، عباسؑ کے سر کو اٹھا کر پیار کرتے جاتے تھے۔

عباسؑ جب پیدا ہوئے تو حسینؑ پچیس[۲۵] برس کے تھے، بھائی جوان تھا بیٹے کی طرح پالا تھا، جب گود میں لیا تو کبھی پیشانی چومتے تھے کبھی رخسار کے بوسے لیتے تھے، آج وہ بتیس[۳۲] برس کا تھا جسے پروان چڑھایا تھا، عباسؑ کا بچپنا یاد آیا ہوگا، سر کو زانو پہ رکھا، کہا بولو عباسؑ کیا بات ہے، کہا آقا جب دنیا میں آیا تھا تو آنکھ کھول کر سب سے پہلے آپ کو دیکھا تھا، اب جا رہا ہوں چاہتا ہوں آخری دیدار بھی آپ ہی کا کروں، کہا عباسؑ میری طرف دیکھو، کہا کیسے دیکھوں ایک آنکھ میں تیر پیوست ہے اور دوسری آنکھ میں لہو جم گیا ہے، حسینؑ نے آنکھ سے تیر کھینچا، کہا عباسؑ اب تو دیکھ سکتے ہو، ایک بار عباسؑ نے چہرے پہ نظر کی کہا آقا، بابا علیؑ مرتضیٰ سامنے ہیں، رسولؐ خدا کوثر کے جام لئے ہوئے کھڑے ہیں آپ کی والدہ گرامی بی بی فاطمہؑ کہہ رہی ہیں اے میرے بیٹے عباسؑ آ جاؤ یہ کوثر کا جام ہے عباسؑ آ جاؤ فاطمہؑ تیرے انتظار میں بالوں کو بکھرائے ہوئے ہے آؤ عباسؑ آؤ، آقا خدا حافظ، خدا حافظ......

❁❁❁

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی کی کتابیں

نمبر	کتاب کا نام	صفحات	قیمت
	﴿سوانح حیات﴾		
۱۔	سوانح حضرت فاطمہؑ (انڈونیشیا پیپر)	1040	700/=
۲۔	ایران کی شہزادی جنابِ شہربانوؑ	472	400/=
۳۔	شہزادہ قاسمؑ ابنِ حسنؑ (جلد اوّل)	640	500/=
۴۔	شہزادہ قاسمؑ ابنِ حسنؑ (جلد دوم)	400	500/=
۵۔	سوانح حیات شہزادہ علی اصغرؑ	960	800/=
۶۔	اُمّ البنینؑ	400	300/=
۷۔	سوانح حیات حضرت اُمِّ کلثومؑ	544	600/=
	﴿تاریخ﴾		
۸۔	شہزادہ قاسمؑ کی مہندی	400	500/=
۹۔	شہزادی زینبؑ اور تاریخ ملکِ شام	224	200/=
۱۰۔	امام حسنؑ کی فتح اور دشمنِ خدا کی شکست	144	200/=

۱۱۔	غمِ حسینؑ اور عزاداروں کی شفاعت	224	200/=
۱۲۔	ذوالجناح	720	600/=
۱۳۔	شہید علمائے حق	144	200/=

……ادبیات……

۱۴۔	معصوموں کا ستارہ شہزادہ علی اصغر (فرنچ سے ترجمہ)	288	300/=
۱۵۔	اردو غزل اور کربلا	240	200/=
۱۶۔	احساس (علمی، ادبی مضامین)	384	300/=
۱۷۔	نوادراتِ مرثیہ نگاری (جلد اوّل)	338	300/=
۱۸۔	نوادراتِ مرثیہ نگاری (جلد دوم)	368	300/=
۱۹۔	کلامِ ضمیر (مرثیے، نوحے، سلام)	304	200/=
۲۰۔	شعرائے اُردو اور عشقِ علیؑ	912	500/=
۲۱۔	شاعرِ اعظم (میر انیس)	720	500/=
۲۲۔	میر انیس کی شاعری میں رنگوں کا استعمال	416	300/=
۲۳۔	میر انیس بحیثیت ماہرِ حیوانات	408	400/=
۲۴۔	میر انیس (انگلش)	366	500/=
۲۵۔	اُردو مرثیہ پاکستان میں	544	500/=
۲۶۔	خاندانِ میر انیس کے نامور شعرا	992	500/=
۲۷۔	ضمیرِ حیات	1232	1000/=

۲۸۔	دبستانِ ناسخ	968	700/=

عشرۂ مجالس

۲۹۔	عظمتِ حضرتِ زینبؑ (۱۵ مجالس)	368	300/=
۳۰۔	حضرت علیؑ میدانِ جنگ میں	224	200/=
۳۱۔	معراجِ خطابت (۵ جلدیں)	(مکمل سیٹ)	1400/=
۳۲۔	حضرت علیؑ کی آسمانی تلوار ذوالفقار	368	300/=
۳۳۔	امام اور امت (اردو)	272	200/=
۳۴۔	امام اور اُمت (انگریزی ترجمہ)	307	200/=
۳۵۔	احسان اور ایمان	336	200/=
۳۶۔	ولایتِ علیؑ	336	200/=
۳۷۔	مجالس محسنہ (جلد اوّل)	400	200/=
۳۸۔	مجالس محسنہ (جلد دوم)	368	200/=
۳۹۔	معجزہ اور قرآن	320	200/=
۴۰۔	ظہورِ امام مہدیؑ	272	200/=
۴۱۔	عظمتِ صحابہ	288	200/=
۴۲۔	تاریخِ شیعیت	304	200/=
۴۳۔	قاتلانِ حسینؑ کا انجام	352	250/=
۴۴۔	علم زندگی ہے	352	300/=

۴۵۔	عظمت حضرت ابوطالبؑ	296	250/=
۴۶۔	اسلام پر حضرت علیؑ کے احسانات	257	250/=
۴۷۔	قرآن کی قسمیں	344	250/=
۴۸۔	معرفتِ الٰہی اور سیرتِ معصومینؑ	256	300/=
۴۹۔	بُت شکن اور بُت تراش	304	300/=
۵۰۔	انسان اور حیوان	272	300/=
۵۱۔	اقوامِ عالم اور عزاداریٔ حسینؑ	304	300/=
۵۲۔	علیؑ وارثِ انبیاءؑ	328	300/=
۵۳۔	محسنینِ اسلام	304	300/=
۵۴۔	عورت اور اسلام	256	300/=
۵۵۔	حیاتِ حضرتِ عباس علمدارؑ	312	300/=
۵۶۔	علیؑ وسیلۂ نجات	288	300/=